آپ حج کیسے کریں؟
ناشر: کتب خانہ الفرقان، گوئن روڈ، لکھنؤ

آپ حج کیسے کریں؟

مجموعہ

مقالات

مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سید ابو الحسن علی (ندوی)
مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، ڈاکٹر میر ولی الدین (پی۔ایچ۔ڈی)

ناشر کتب خانہ الفرقان لکھنؤ

پہلا اڈیشن
ایک ہزار

قیمت مجلد
تین روپے

ملنے کا پتہ
کتب خانہ الفرقان گوئن روڈ
لکھنؤ

مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ

خوش آنکه بندم در نهفت بر ناقه محمل از وطن
خیزم چو گرد افتم چو اشک آیم بسر غلطم به تن

اگر

اسی دُنیا اور اسی زندگی میں
آرام گاہ نبوی تک رسائی کی کوئی صورت ہوتی
اور یہ سیاہ بخت بھی کسی طرح وہاں پہونچ سکتا

تو یہ
چھوٹی سی کتاب

اپنے دونوں ہاتھوں سے حضور اقدس میں پیش کر کے

عرض کرتا

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

مرتب

فہرست عنوانات بقید صفحات

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج، اسلام کے فرائض و ارکان میں آخری اور تکمیلی فریضہ ہے، اگر کسی بندہ کو اللہ کی طرف سے اس کی توفیق ملے، اور اس کا حج صحیح طریقے پر ادا ہو جائے یعنی اس کے سب ارکان و اعمال شریعت کے بتائے ہوئے اصول اور طریقے پر ادا ہو جائیں، اور قلب و روح کو اُن جذبات و کیفیات کا کوئی حصہ نصیب ہو جائے جو در اصل حج کی روح اور جان ہیں تو گویا اُس کو سب کچھ نصیب ہو گیا ـــــ لیکن اگر کسی نے ہزاروں روپیہ اور چند مہینے کا اپنا وقت صرف کر کے اور اپنا چین و آرام کھو کے حج کا سفر کیا، مگر ناواقفی اور بے پروائی کی وجہ سے نہ حج کے اعمال صحیح طریقے سے ادا ہو سکے، نہ دل کو حج کی حقیقت و روح کا کوئی ذرہ نصیب ہوا ـــــ تو اللہ کے فضل اور اُس کی شانِ کریمی کا معاملہ تو اور ہے ـــــ لیکن ظاہر تو یہی ہے کہ وہ بیچارہ محروم ہی رہا، اور اسکی محرومی کا کیا ٹھکانا جو اللہ کے در اور اس کے خاص الخاص گھر سے محروم لوٹایا جائے۔

اب سے تین سال پہلے (۱۳۶۸ھ) میں حجاج کے بعض بڑے بڑے قافلوں کو اس حال میں دیکھ کر کہ ان میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو حج کے مناسک و مسائل کچھ جانتا ہو، اور بعض اچھے خاصے پڑھے لکھوں اور جاننے والوں کو اس حال میں دیکھ کر کہ جو جذبات و کیفیات حج کی رُوح اور جان ہیں وہ اُن کی طرف سے بالکل بے پروا اور غافل ہیں، اور اپنی اس تہی دامنی کا اُنھیں کوئی احساس بھی نہیں ہے ـــــ بہر حال حج کو جانے والوں میں

ان دونوں نمونوں کی کثرت دیکھ کر دل پر ایک چوٹ لگی تھی اور اس کا داعیہ دل میں پیدا ہوا تھا کہ اس صورتِ حال کی اصلاح کے لئے جو کچھ اپنے سے بن پڑے وہ کیا جائے، حجاج میں اصلاح و تبلیغ کی اس عملی جد و جہد کے علاوہ جس کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کئی سال پہلے سے جاری ہے (اور جس کا مرکز بستی نظام الدین اولیا (دہلی) کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے)۔

ایک تجویز یہ بھی ذہن میں آئی کہ خاص اس مقصد کو سامنے رکھ کر حج و زیارت کے متعلق مؤثر و دلنشیں مضامین خاص اہتمام سے لکھے لکھائے جائیں اور زیادہ سے زیادہ عازمینِ حج تک ان کو پہنچانے کا خاص انتظام کیا جائے ـــــ اس تجویز کے مطابق پہلی دفعہ ۶۸ھ میں، اور دوسری بار سالِ گذشتہ ۶۹ھ میں "الفرقان" کا "حج نمبر" شائع ہوا ـــــ جن عازمینِ حج تک یہ نمبر پہنچ سکے اور جنھوں نے اپنے سفرِ حج میں ان سے فائدہ اٹھایا انھوں نے ان کی جس افادیت کی شہادت دی اور جو ثمرات و برکات بیان کئے واقعہ یہ ہے کہ وہ ہمارے خیالات اور ہماری اُمیدوں سے بھی زیادہ تھے ۔ وذالك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون ۔

ان دونوں نمبروں کے پڑھنے والوں اور سفرِ حج میں ان سے فائدہ اٹھانے والوں میں سے بہت سے بندگانِ خدا نے ان کے دو مضمونوں کے متعلق خاص طور سے اصرار کیا کہ ان کو مستقل کتاب کی شکل میں ضرور شائع کیا جائے ـــــ یہ کتاب جو اس وقت آپ کے سامنے ہے دراصل اسی مخلصانہ مشورہ کی تعمیل ہے۔ لیکن تکمیلِ فائدہ کے لئے چند اور مضامین اور چند نظموں کا اس میں شامل کرنا مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوا، انہی سب چیزوں کا مجموعہ تین سو صفحہ کی اس کتاب کی شکل میں اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

دیباچہ کی ان سطروں کے بعد سب سے پہلے رفیقِ محترم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا ایک مختصر مضمون زیرِ عنوان "عازمینِ حج کی خدمت میں" آپ پڑھیں گے ۔ یہ دراصل کوئی مستقل مضمون نہیں ہے، گذشتہ سال

(۱۳۶۹ھ) کے حج نمبر کے لئے "نگاہِ اوّلیں" (یعنی افتتاحیہ) مولانا موصوف ہی کو لکھنا پڑا تھا، یہ مضمون اسی کا آخری حصہ ہے ـــــ اگلے مضامین پڑھنے سے پہلے ناظرین کرام خصوصاً عازمین حج کو یہ مختصر مضمون ضرور پڑھ لینا چاہئے۔

اس کے بعد دوسرا مختصر مضمون ـــــ "حج وزیارت اور مکہ ومدینہ" ـــــ راقم سطور کا ہے، یہ پہلے حج نمبر ۱۳۶۹ھ میں شائع ہوا تھا ـــــ اگرچہ کوئی مومن ایسا نہ ہوگا جس کے قلب میں مکہ و مدینہ کی محبت وعظمت اور حج وزیارت کا شوق کسی درجہ میں نہ ہو لیکن اُمید ہے کہ اس چھوٹے سے مضمون کے مطالعہ سے انشاء اللہ اس عظمت ومحبت میں کافی اضافہ اور اس ذوق وشوق میں کافی ترقی ہوگی، اور یاد رہے کہ یہی عظمت ومحبت اور ذوق وشوق ساری سعادتوں اور دینی ترقیوں کی جڑ بنیاد ہے۔

اس کے بعد تیسرا مقالہ ـــــ "عازم حج کے نام" بھی اس عاجز ہی کا ہے، یہ گذشتہ سال ۱۳۶۹ھ کے "حج نمبر" میں شائع ہوا تھا، لیکن اب اس میں کافی ترمیم واضافہ کیا گیا ہے جس سے اُمید ہے کہ اسکی افادیت اور دلچسپی میں بھی انشاء اللہ خاصا اضافہ ہوگیا ہوگا ـــــ جن حجاج نے گذشتہ سال اپنے سفر حج میں اس مضمون سے کام لیا اُن میں سے جتنوں سے ملنا ہوا یا جنھوں نے خطوط لکھے قریب قریب سب نے اپنا تأثر اور تجربہ یہ بتلایا کہ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک تجربہ کار اور نہایت شفیق اور مخلص دردمند معلم ورہبر ہاتھ پکڑے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے جو اپنے گھر سے نکلنے کے وقت سے واپسی تک ہر ہر منزل بلکہ ہر ہر قدم پر ہم کو یہ بتاتا رہا کہ اب تم کو وہاں چلنا چاہئے، اب یہ کرنا چاہئے، اب تمہاری زبان پہ ذکر یا دُعا کے یہ کلمات ہونے چاہئیں، اور اب تمہارے دل کی یہ کیفیت ہونی چاہئے۔ اور جن لوگوں نے گھر بیٹھے بیٹھے ہی یہ مضمون پڑھا انھوں نے بھی اپنا تأثر یہ ہی بتلایا کہ اسکو پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا خیال وتصور کے عالم میں کوئی ہمیں حج وزیارت کرا رہا ہے ـــــ تحدیثاً بالنعمۃ اس کے ظاہر کر دینے میں مضائقہ نہیں کہ گذشتہ سال یہ مضمون اس ناکارہ کے قلم سے اللہ تعالیٰ کی

خاص رحمت و توفیق نے ایسی پریشان حالی اور احوال کی پراگندگی میں لکھوا دیا تھا کہ ان حالات میں یہ عاجز ۴ صفحے لکھنے کے قابل بھی نہ تھا۔ فالحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصّلحات۔

یہ مضمون صفحہ ۳۴ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۲۰ پر ختم ہوا ہے، گویا (۸۶) صفحہ کا یہ مقالہ ہے

اس کے بعد چوتھا مقالہ ـــــ "اپنے گھر سے بیت اللہ تک" ـــــ رفیقِ محترم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا ہے، یہ موصوف نے ۱۳۶۱ھ کے "حج نمبر" کے لئے لکھا تھا۔ اس کے متعلق خود اپنا یہ تجربہ اور تأثر عرض کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ جتنی دفعہ اس عاجز نے اس کو پڑھا ہے ہر مرتبہ اپنے آنسوؤں کا کافی ذخیرہ اس کی نذر کیا ہے، معلوم نہیں کس بلا کا اثر اور سوز اس میں بھرا ہوا ہے ـــــ جب کتاب آپ کے پاس آ گئی ہے تو اُمید ہے کہ آپ اس کا ہر مضمون ضرور پڑھیں گے، پھر بھی آپ سے یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ آپ اس مقالہ کو خاص طور سے اور بار بار پڑھیں ـــــ یہ مقالہ صفحہ ۱۲۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۹۱ پر ختم ہوا ہے۔

اس کے بعد ہمارے مخدوم و محترم مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کا مقالہ ہے
"آخری نبی کا آخری حج"

جیسا کہ اس عنوان سے ظاہر ہے اس میں اوّل سے آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج (حجۃ الوداع) کا مفصل بیان ہے۔ اسلام کی تاریخ اور سیرتِ نبوی میں حضورؐ کے آخری سفرِ حج (حجۃ الوداع) کو چونکہ غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اس لئے لکھنے والوں نے عربی میں اور فارسی میں بھی اس موضوع پر کافی لکھا ہے، اور ہمارے محترم مولانا احتشام الحسن صاحب نے بھی اسی ذخیرہ سے استفادہ کر کے یہ مضمون مرتب کیا ہے، لیکن جہاں تک ہمارا اندازہ ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا احتشام الحسن صاحب کے اس مقالہ میں حجۃ الوداع کا جیسا منقح اور مرتب بیان جیسے آسان اور سادہ انداز میں کیا گیا ہے ایسا کوئی بیان ہماری نظر سے اس سے پہلے نہیں گذرا ہے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجِ مبارک کے بیان میں جو انوار و برکات ہونے چاہئیں

انشاء اللہ آپ وہ سب اس مقالہ میں پائیں گے۔

یہ مقالہ صفحہ ۱۹۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۵۶ پر ختم ہوا ہے

اس کے بعد ——— "اسرارِ حج" کے عنوان سے جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب (جامعہ عثمانیہ دکن) کا ایک مقالہ ہے، اس کا آخری حصہ جو زیارت مدینہ سے متعلق ہے گذشتہ سال ۶۹ھ کے "حج نمبر" میں شائع ہو چکا تھا، لیکن پہلا حصہ جو حج سے متعلق ہے پہلی بار اسی کتاب میں شائع ہو رہا ہے ——— ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص طرزِ نگارش عطا فرمایا ہے، اُن کے اکثر مقالات نظم و نثر کے درمیان کی ایک برزخی چیز ہوتے ہیں، اگر پڑھنے والے کو ذرا بھی فارسی ذوق ہو اور فطرت شعر سے اثر لیتی ہو تو ایسوں کے لئے ڈاکٹر صاحب کی ایک ایک سطر صفحوں اور ورقوں کا کام دے سکتی ہے ——— ڈاکٹر صاحب کا یہ مقالہ صفحہ ۲۸۰ پر ختم ہوا ہے۔

اس کے بعد آخر تک نظمیں ہیں، یہ سب منظومات بھی حج و زیارت ہی کے موضوع سے متعلق ہیں، اور ان میں اکثر وہ ہیں جو ۶۸ھ یا ۶۹ھ کے "حج نمبر" میں شائع ہو چکی ہیں، بعض نئی بھی ہیں جس منزل اور جس موقع پر جس نظم سے آپ کا ذوق و شوق حرکت میں آئے اُس موقع پر اُسی کو پڑھئے اور قلب میں سوز اور جذباتِ شوق میں تیزی پیدا کرنے کے لئے ان نظموں سے "حدی" کا کام لیجئے! ۔ ؎

نوا را تلخ تر میزن جو ذوقِ نغمہ کمیابی

حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

اس مجموعہ کے مندرجات کا ضابطہ کا مختصر تعارف تو سطورِ بالا میں کرا دیا گیا، لیکن اصلی تعارف اُسی وقت ہوگا جب آپ ان کو پڑھیں گے ——— اور پورا لطف و فائدہ انشاء اللہ اللہ کے وہ بندے اُٹھائیں گے جو اپنے سفرِ حج میں اس کو ساتھ رکھیں گے اور ہر چیز کو اُس کے موقع پر پڑھیں گے۔

ہماری اُمید

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے

ہمیں

پوری

اُمید ہے

کہ

۱ ۔ اس مجموعۂ مضامین کو جو ایسے حضرات پڑھیں گے جنھوں نے صاحبِ استطاعت ہونیکے باوجود ابھی حج نہیں کیا ہے اُن کے دل اگر بالکل پتھر نہ ہوں گے تو انشاء اللہ ضرور اُن میں حج کا بیتابانہ شوق پیدا ہوگا، اُن کو ارادہ کی توفیق ملے گی اور اللہ تعالیٰ انھیں یہ سعادت نصیب فرمادینگے۔

۲ ۔ اور جو عازمینِ حج رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس کو اپنے ساتھ رکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ حج کے اعمال وارکان (مناسک) اور زیارت کے آداب واصول کے بارہ میں بھی یہ کتاب انکی پوری پوری رہنمائی اور رہبری کرے گی، اور اُن کے دل میں عشق ومحبت کے اُن جذبات اور عظمت وخشیت کی اُن کیفیات کو بھی پیدا کرے گی جو حج کی رُوح اور جان ہیں، اور سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ وسیدنا حضرت محمد حبیب اللہ (علیہما الصلوات والتسلیمات) کی میراث ہیں۔

الغرض اپنے ربِ کریم کی رحمت اور اُس کی شانِ کریمی سے ہم اسکے پورے اُمیدوار ہیں کہ

اِس چھوٹی سی کتاب کے ذریعہ

(جس کو اسکے چند عاجز بندوں کی محنت نے اسی اُمید پر اور اسی نیت سے تیار کیا ہے)

حج کو جانے والے اس کے ہزاروں بندوں کے حج انشاء اللہ حج مبرور ومقبول ہونگے، اور وہ بیت اللہ شریف

اور مدینۃ الرسولؐ سے وہ خاص فیوض و برکات لیکر واپس ہوں گے جو مقبولین کو ان درباروں سے بطور "جائزہ"
کے عطا ہوتے ہیں ——————

اِلتماس

ہماری انتہائی خواہش ہے کہ زیادہ سے زیادہ عازمینِ حج تک ہم اپنی محنت کے اِس ثمرہ کو پہنچا سکیں۔
—— اللہ کے جن بندوں کی نظروں سے یہ سطریں گذریں اُن سے بھی ہماری مخلصانہ گذارش ہے کہ اِس
کارِ خیر میں وہ بھی ہمارے شریک اور معاون بنیں۔

آپ کے حلقۂ تعارف میں جن حضرات کے متعلق آپ کو معلوم ہو کہ وہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اُنھیں
آپ اس کتاب کا پتہ تبلادیں —— یا دفتر الفرقان کو اُنکے پتہ کی اطلاع ایک کارڈ کے ذریعہ دیدیں،
اور جی چاہے تو خود منگواکر اُن کو تحفۃً دیدیں —— حج کو جانے والے اپنے کسی پڑھے لکھے بزرگ یا دوست کیلئے
اس سے بہتر تحفہ آپ ہی سوچئے کہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کی یادگار کتاب حج و زیارت کی ہر منزل میں انکی
نگاہ کے سامنے رہے جو آپ کی یاد دلاتی اور آپ کے لئے دُعا کا مطالبہ کرتی رہے —— اور اُن کے
حج و زیارت کے ثواب میں آپ کی شرکت کا ذریعہ ہو۔

دفتر الفرقان کی پیشکش!

جن عازمینِ حج کو کسی وجہ سے اِس کتاب کا بقیمت منگوانا مشکل ہو، اگر کوئی ایسے صاحب جن سے یہ عاجز واقف ہو اُنکے متعلق اتنی بات لکھ دیں کہ یہ صاحب حج کو جانے والے ہیں، اور اتنے پڑھے لکھے ہیں کہ اس کتاب سے پورا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، اور بقیمت منگوانا ان کے لئے مشکل ہے —— تو اُن کی خدمت میں اس کا ایک نسخہ انشاء اللہ دفتر الفرقان کی طرف سے بلاقیمت پیش کر دیا جائے گا۔ اور یہ اُن صاحب پر ہمارا کوئی احسان نہ ہوگا، بلکہ خود اُن کا ہم پر احسان ہوگا کہ وہ ہم سے اس کو منگوائیں اور اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر محنت کو قبول فرمائے، اور اپنے زیادہ سے زیادہ بندوں کو اس سے نفع اُٹھانے کی توفیق دے

اللّٰھُمَّ ھٰذا الدعاء منا و منک الاجابہ - ولک الحمد فی الاولیٰ والآخرہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہٗ
مدیر "الفرقان" لکھنؤ
رمضان مبارک
سنہ ۱۳۷۰ھ

عازمینِ حج کی خدمت میں

از ، مولانا سیّد ابو الحسن علی (ندوی)

دربارِ الٰہی اور بارگاہِ نبویؐ کے مسافرو!

ہم فقیروں کی طرف سے محبت بھرا اسلام اور اس سفر و توفیق پر دلی مبارک باد قبول ہو۔ پورے ادب و احترام اور اخلاص کے ساتھ آپ کی خدمت میں آپکے یہ مخلص خادم اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے تجربہ کی روشنی میں یہ عرض کرتے ہیں کہ حج و زیارت کی یہ دولتِ خداداد بڑی قدر کی چیز ہے، یہ سعادت ہر ایک کی قسمت میں نہیں۔ یاد کیجئے اللہ کے ان نیک بندوں اور ان اہلِ دل بزرگوں کو جو ساری عمر حج کی تمنا کرتے اور اس کا گیت گاتے دنیا سے چلے گیے، اور ان لاکھوں مسلمانوں کو جو اب بھی اس کے لیے تڑپتے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو اپنے دربار میں بلایا اور اس سعادت کا موقع عطا فرمایا، لیکن یہ آپ کی قدردانی، بلند حوصلگی، اور عالی ہمتی کا امتحان ہے، یہ عشق کی پُل صراط ہے، بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز، یہاں تیز گامی بھی ضروری ہے اور سبک روی بھی، یہ تن آسان

گراں جان، پست ہمت دوں فطرت، راحت طلب لوگوں کا راستہ نہیں۔ ؎

ناز پروردہ تنعم نبرد راہ بدوست
عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد (حافظ شیرازیؒ)

آپنے جب اس راستہ پر قدم رکھا ہے تو حوصلہ کو بلند کیجیے، ادنیٰ پر قناعت نہ کیجیے، دل کی پیاس بڑھائیے اور شوق کی آگ بھڑکائیے، کہ یہ "دولت بیدار" ہر ایک کو نہیں ملتی اور ہر روز نہیں ملتی۔ ؎

سرمدغم عشق بوالہوس را ندہند | سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار | ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

ہر لحہ کو غنیمت سمجھیے، اور یوں سمجھیے کہ شاید یہ آخری موقع ہو، فرائض کی پابندی، نوافل کا اہتمام خدمت وایثار کی کوشش، اہل حرم کا احترام، جیران رسول کی محبت وخدمت لایعنی سے احتراز، دل آزاری وایذا رسانی سے قطعی پرہیز، شکستہ دلوں کی دلجوئی وغمخواری کمزوروں، معذوروں اور نفراء کی خدمت گذاری ذکر واستغفار کی کثرت حج کی مقبولیت وقیمت بڑھانے والے اعمال ہیں۔

حج کی حقیقت وروح اور اس کے ثمرات وبرکات حاصل کرنے کے لیے دراصل پہلے سے بڑی تیاری، اور صحبت وتربیت کی ضرورت تھی، اگر برسہابرس اس کے لیے تیاری کی جائے تو کچھ بڑی بات نہیں، کچھ عجب نہیں کہ سیکڑوں اللہ کے بندوں کی طرح ہم کو بھی اس کا احساس ہو، اور ہم بھی صوفی صاحب کی زبان میں اس طرح گویا ہوں۔ ؎

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا
کفن بردوش جا پہونچا، مگر مرنا نہ سیکھا تھا

نہ رہبر تھا، نہ رہرو تھا، نہ منزل آشنا تھا میں
محبت کا سمندر، دل کی کشتی، ناخدا تھا میں

ہوائیں تھیں، تلاطم تھا، سفینہ ڈگمگاتا تھا
بڑا گہرا سمندر تھا، جدھر نظریں اٹھاتا تھا

وہ موتی تہ نشیں تھے، میں مسافر جن کا جویا تھا
کہاں موتی، کہاں میں، خود سفینہ ہی ڈبویا تھا

حج کی تیاری کیا ہے؟ قوتِ یقین، اللہ و رسول کی اطلاعات اور وعدوں پر کامل وبے تکلف اعتماد کی عادت، ذوق و شوق و حلاوتِ ایمانی، کسی قدر سوز و گداز، دعا کی قوت وعادت، ضبط و ایثار کی مشق، یہ حج کا صحیح توشہ اور زادِ راہ ہے۔ قدم قدم پر اس کی کمی کا احساس ہوگا اور اس کی تلافی کسی مادی ذریعہ سے نہ ہو سکے گی۔ حاضری بیت اللہ، سعی و طواف، وقوفِ عرفات، قیامِ منیٰ، رمیِ جمرات، دعا ملتزم، ہر موقع پر ہم کو اس کا احساس ہوگا کہ اگر پہلے سے اس کے لیے اپنے کو تیار کیا ہوتا اور ان مقامات سے مناسبت ہوتی تو حج کچھ اور ہی بات ہوتی، کاش کہ سفر کے لیے جو تیاریاں کی تھیں اس کا کوئی حصہ اس حقیقی تیاری میں بھی صرف کیا ہوتا، کیا عجب کہ اس وقت ہم زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں۔ ؎

ہزاروں منزلیں آئیں گئیں میں رہ گیا سوتا
دلِ بیدار ہی لیکر نہ پہونچا تھا تو کیا ہوتا

پھر اگر ہماری روح حبِ رسول سے لذت آشنا ہے اور دل ذوق و شوق سے معمور، سیرت کے واقعات حافظہ میں تازہ ہیں، اور عہدِ مبارک کے مناظر آنکھوں کے سامنے،

صحابۂ کرامؓ ہماری چشم تصور میں چل پھر رہے ہیں، تو ہم مدینۂ طیبہ کی پاک سرزمین پر صاف محسوس کریں گے اور برملا کہیں گے، کہ ؎

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جُدا ہوتا
یہیں جاں دادگان عشق کی بزم حسیناں ہے
احد کا دامنِ زریں مگس رانِ شہیداں ہے
اگر کانِ شہادت کی طرف ہم کان دیتے ہیں
تو یہ معلوم ہوتا ہے صحابہؓ سانس لیتے ہیں
نبی کے نطق کی حامل، مدینہ کی ہوائیں ہیں
یہاں گونجی ہوئی اب تک صحابہؓ کی صدائیں ہیں
فضا خاموش ہو جاتی ہے جب تاروں کی چھاؤں میں
تو ہنگامِ تہجد کی سکوت افزا فضاؤں میں
نبی کا نطق دل میں نور سینہ بن کے آتا ہے
صحابہؓ کا تکلم ایک سکینہ بن کے آتا ہے
یہاں کا ذرہ ذرہ کھینچتا ہے دل کے دامن کو
کہ اے طائر کہاں ؟ اب چھوڑ کر اپنے نشیمن کو

”صوفی“

پھر اگر ہم ان تمام منازلِ محبت سے کامیاب گذرے اور اللہ نے چشمِ بینا اور دلِ بیدار کی دولت سے نوازا ہے، اور ادراک و احساس کی آنکھیں مکہ معظمہ میں جلال و عظمت اور مدینہ طیبہ میں جمال و محبوبیت کے مشاہدہ سے محروم نہیں رہیں، تو ہم کو خود اپنی قسمت پر ناز ہوگا اور کیا عجب ہو کہ سرخوشی کے عالم میں کہتے ہوئے سُنے جائیں۔ ؎

نازم بچشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
صد بار بوسہ زنم دستِ خویش را
کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

لیکن اگر خدانخواستہ ہم بغیر کسی تیاری کے چل کھڑے ہوئے، ہم نے تیاری صرف یہ سمجھی کہ ہمارے پاس سفر کے مصارف اور سامان ہو، دل ذوق و شوق سے خالی، رُوح محبت کی لذت سے ناآشنا، دماغ حرمین کے ادب و عظمت سے ناواقف، آنکھیں بند دل خوابیدہ، رُوح افسردہ، دماغ منتشر، تو اندیشہ ہے کہ کہیں ہمارا دل ہزاروں حسرتوں کی آماجگاہ اور ہماری زبان اس طرح مرثیہ خواں نہ ہو کہ ؎

مری چشمِ محبت خونِ حسرت اب بھی روتی ہے
خبر اے کاش یہ ہوتی کہ حج کیا چیز ہوتی ہے
گیا حج کر کے لوٹ آیا، تو اب حسرت یہ ہی طاری
کہ پہلے سے نہ کی افسوس حج کرنے کی تیاری ۔ مولف

اس لیے اپنے دوستوں کی خدمت میں مخلصانہ عرض ہے کہ اگر یہ سطریں سفر سے پہلے نظر سے گذر جائیں تو وقت نکال کر اور حج کی ایک اہم ترین اور اولین ضرورت سمجھ کر اپنے میں ایمانی شعور و ذوق بیدار کرنے کی کوشش کریں، اور اس کا سب سے زیادہ موثر اور مختصر راستہ یہ ہے کہ چند دنوں کے لیے اپنے کو کسی ایسے ماحول میں رکھنے کی کوشش کریں جہاں یہ ذوق اور شعور پہلے سے موجود ہو اور وہاں اس کی تحریک و تربیت ہوتی ہو، ہماری نظر اور تجربہ میں اہلِ دل کی صحبت، تبلیغی اجتماعات اور تبلیغی قافلوں اور جماعتوں کی شرکت، اور کچھ تھوڑا سا ذکر و علم سے اشتغال اس کا بہترین ذریعہ ہے۔ آپ کا جو وقت اس ماحول اور اس حال میں گذرے گا وہ سفرِ حج اور اس کے ثمرات و منافع حاصل کرنے کے لیے نہایت مددگار اور بیش قیمت ثابت ہوگا۔

اگر جہاز یا حجاز سے پہلے ان معروضات کے دیکھنے کا اتفاق نہ ہو تب بھی اس کا موقع ہے کہ آپ اپنے جہاز پر یا مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں ایسے لوگوں کو تلاش کریں جو دعوت و تبلیغ میں مشغول ہیں اور جن کی صحبت دین کی روح اور ذوق اور توجہ الی اللہ پیدا کرنے کے لیے بہت موثر اور مفید ہے۔ اگر طلب صادق ہوگی تو ان شاء اللہ ہر جگہ آپ کو ایسے بندگانِ خدا مل جائیں گے جن کی صحبت و رفاقت سے اعمالِ حج روح سے معمور، اوقات ذکر، طلبِ علم، دعوتِ دین اور خدمتِ خلق سے مشغول ہو جائیں گے، لایعنی اور منافیِ حج اعمال و اشغال سے خود بخود حفاظت ہو جائے گی، اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس سفر سے نہ صرف ہم فریضۂ حج سے سبکدوش بلکہ ایک نئی دینی روح اور زندگی سے معمور اور دین کے داعی اور خدمت گذار بن کر واپس ہوں گے۔

والسلام

مکہ و مدینہ اور حج و زیارت

اینجا بیا کہ مہبطِ انوارِ ایزدی است
اینجا بیا کہ مشرقِ نورِ محمدیؐ است

سب جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ ہی دنیا کا وہ مقدس اور محترم شہر ہے جس میں اللہ تعالےٰ کی خاص تجلی گاہ کعبہ مکرمہ واقع ہے، جس کو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل (علیہما السلام) نے اللہ کے امر و حکم سے کبھی اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا تھا، اسی میں حجر اسود ہے، اسی میں مقام ابراہیمؑ ہے، اسی میں زمزم کا وہ چشمہ ہے جو حضرت اسمٰعیل و حضرت ہاجرہؓ کیلئے معجزانہ طور پر جاری کیا گیا تھا، اور وہی رب العزت کی وہ تجلی گاہ اور انوارِ الٰہی کا وہ مرکز ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے گھر (بَیْتِیَ) ہونے کا شرف بخشا اور قیامت تک کے لیے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں رہنے بسنے والے اپنے سب پرستاروں کا اس کو قبلہ بنایا۔

(اَیْنَمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ)

پھر یہی وہ شہر ہے جس میں ہمارے ہادی و آقا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

پیدا ہوئے، اسی میں پلے بڑھے جوان ہوئے، اسی میں آپ کو نبوت عطا ہوئی، اسی میں قرآن کی بہت سی سورتیں نازل ہوئیں، اسی میں آپؐ نے دین کی دعوت کا کام شروع کیا، اور دس بارہ سال مسلسل اسی کی گلیوں اور بازاروں میں آپؐ دین کی دعوت دیتے ہیں، اور " اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا " کی پیغمبرانہ صدا سے اس کی فضا گونجتی رہی، پھر اسی میں آپؐ کو معراج ہوئی، بہرحال دعوتِ اسلام کے ابتدائی دس بارہ سال اسی شہر میں گذرے، اور اسی بلد اللہ الحرام میں دین کی بنیاد قائم ہوئی۔

(زادہ اللہ تشریفاً وتعظیماً)

اسی طرح سب جانتے ہیں کہ مدینۂ طیبہ ہی وہ پاک اور پیارا شہر ہے جس کی طرف اللہ کے آخری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کے حکم سے ہجرت فرمائی اور یہیں پہونچ کر آپؐ کو اور آپؐ کے مخلص دینی رفیقوں (مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم) کو دین اور دعوت کی آزادی نصیب ہوئی۔ پھر اسی شہر کو آپ نے اور آپ کے ان رفقاء نے اپنا مستقل وطن بنایا اور حیاتِ طیبہ کے آخری دس سال (جہاد اور حج کے سلسلہ کے سفروں کے علاوہ) اسی پیارے شہر میں گذارے، اور قرآن مجید کا زیادہ تر حصہ اور اسلام کے تفصیلی احکام یہیں نازل ہوئے، اور دعوت وجہاد اور تعلیم و تربیت کا جو کام اس عرصہ میں ہوا وہ اسی پاک شہر سے ہوا —— نیز اسی میں حضورؐ نے اپنی

خاص مسجد بنائی جو اس دنیا میں سب سے آخری وہ مسجد ہے جو اللہ کے کسی پیغمبر نے اللہ کے حکم سے بنائی ہے، اسی لیے اس کا ایک نام "خاتم مساجد الانبیاء" بھی ہے۔ اسی مسجد میں حضورؐ نمازیں پڑھتے تھے، خطبے دیتے تھے اور اسی میں بیٹھ کر دین کے دوسرے مہمات انجام دیے جاتے تھے، اسی مسجد سے تبلیغی وفود روانہ ہوتے تھے، اور اللہ کا نام بلند کرنے اور دنیا کو گمراہیوں کی اندھیری سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لانے کے لیے مجاہدینِ حق کے لشکر بھی اسی مسجد سے روانہ ہوتے تھے۔ الغرض حیاتِ نبویؐ کے آخری دس سالوں میں اعلاءِ کلمۃ اللہ، مخلوق کی ہدایت اور تعلیم و تربیت کا جو کام ہوا، وہ اسی مقدس شہر میں اور اسی مسجد کے صحن سے ہوا۔ پھر یہیں آپؐ کا وصال ہوا اور اسی کے ایک گوشہ میں آج بھی آپ آرام فرما ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم وشرف وکرم

جب مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کو اللہ کے تعلق اور رسولؐ کے تعلق کی یہ خصوصیتیں اور عظمتیں حاصل ہیں ——— جو دنیا کے کسی دوسرے شہر کو حاصل نہیں ——— تو بالکل قدرتی بات ہے کہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھنے والوں کی نظر میں یہی دو مقدس شہر دنیا کے سارے شہروں اور ملکوں سے زیادہ معظم و محترم اور زیادہ محبوب ہوں گے۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا اس کو دنیا کے بڑے سے بڑے ترقی یافتہ اور پُر رونق شہروں سے زیادہ دلچسپی اور اپنے وطن سے بھی زیادہ پیار اور محبت مکہ اور مدینے سے

ہونا لازمی ہے ــــــ محبت کی نگاہ میں وہی شہر سب سے زیادہ پیارا، بارونق اور دل آویز ہوتا ہے جس کو محبوب سے نسبت ہو، خصوصاً جہاں اس کا وصال میسر ہوا ہو یا وصال کی اُمید ہو سہ

گفت معشوقے بعاشق کے فتا ۔۔۔ تو بغربت دیدہٗ بس شہرہا
پس کدامے شہر ازاں ہا خوشتر است ۔۔۔ گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

بس اگر بالفرض حج کو اسلام کا رکن قرار نہ بھی دیا گیا ہوتا اور نہ حج و زیارت پر کسی ثواب کا وعدہ کیا گیا ہوتا تب بھی آئینِ محبت کا تقاضا تھا کہ اللہ و رسولؐ سے تعلق و محبت رکھنے والے وہاں جائیں اور سر کے بل جائیں۔ سہ

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہٗ اربابِ نظر خواہد بود

عشاق کا مذہب تو یہ ہے کہ محبوب اثنائے راہ میں کسی منزل پر تھوڑی دیر کے لیے اگر ٹھہرا بھی ہو تو وہاں کی خاک بھی اس کی مستحق ہے کہ اُس کو سر پر رکھا جائے سہ

در منزلے کہ جاناں روزے رسیدہ باشد
با خاک آستانش داریم مرحبائے

بہرحال اگر حج و زیارت پر کچھ بھی اجر و ثواب ملنے والا نہ ہوتا تب بھی اللہ کے وہ بندے جن کو محبت کا کوئی ذرہ بخشا گیا ہے صرف محبت کی کشش سے وہاں جاتے اور

اُن کو ضرور جانا چاہیے تھا ـــــــ لیکن اللہ تعالےٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے حج و زیارت پر (جس کے لیے خود ہمارے اندر خواہش اور طلب و تڑپ کے اسباب موجود ہیں) اتنے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حج و زیارت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رحمت کی اور اپنی طرف سے شفاعت کی ایسی بشارتیں سنائی ہیں جن کی طمع میں اللہ کے بندے جان عزیز بھی کھو دیں تو سودا گراں نہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:۔

"من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه"
جس شخص نے خالص اللہ کے لیے (یعنی صرف اس کے حکم کی تعمیل اور اسکی رضا طلبی کی نیت سے) حج کیا، اور اُس حج میں نہ رفث اس سے سرزد ہوا نہ فسق (یعنی کوئی فحش بات نہیں کی اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی) تو وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو کر واپس ہو گا جیسا کہ اپنی پیدائش کے دن وہ بالکل بے گناہ تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) ہی سے صحیح بخاری اور مسلم ہی میں یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:۔

الحج المبرور لیس له جزاءٌ الّا الجنّة؛

خالص حج (جس میں حج کی شان کے خلاف کوئی حرکت نہ ہوئی ہو) اُس کی جزا بس جنت ہی ہے۔

اور حضرت عمرو بن العاصؓ راوی ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا:۔

إنّ الحج يهدم ما كان قبله (مسلم)

(حج پہلے سارے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے یعنی ان کا صفایا کر دیتا ہے۔)

ان حدیثوں میں صاف صریح وعدہ ہے کہ حج اگر اخلاص کے ساتھ اور صحیح طریقہ پر ادا ہو اور کوئی نافرمانی اور بے عنوانی اس میں سرزد نہ ہو تو حاجی کے سارے گناہوں کی بخشش کا وہ ذریعہ بن جاتا ہے اور اس کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

اور زیارت کے متعلق مثلاً دارقطنی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:۔

من زار قبري وجبت له شفاعتي

(جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ

من حج فزار قبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي

جو شخص حج کو گیا اور میری قبر کی اُس نے زیارت کی تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اُس نے زندگی میں میری زیارت کی۔

غور کیجیے! ایک مومن کی اس سے بڑی چاہت اور سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں، جنت کو اس کا مسکن بنا دیا جائے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے شفیع ہوں اور روضۂ اقدس پر اس کی حاضری حضورؐ کی نگاہِ کرم میں زندگی کی ملاقات کے برابر ہو۔ ع

"بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست"

لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ جنت اور مغفرت (بلا شبہ جن کے ہم ہر چیز سے زیادہ محتاج ہیں) یہ تو بالکل انعام ہی انعام ہے اور علیٰ ہذا شفاعت کا وعدہ حضورؐ کا کرم ہی کرم ہے، ورنہ اِن مقدس دیار کی حاضری اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبوں کی مقدس یادگاروں کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا اور دل کی لگی آگ کو بجھانا خود ہماری اپنی خواہش اور طلب ہو. آخر مسلمان کہلانے والوں میں کون ایسا بدنصیب ہوگا جس کے سینہ میں اس کی تڑپ موجود نہ ہو ؎

امرّ علی الدیار دیار لیلی[1]	اقبّل ذا الجدار و ذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی	ولکن حب من سکن الدیار

اللہ تعالیٰ جن بندوں کو یہ سعادت نصیب فرمائے اُن کو سب سے اہم مشورہ یہی ہے کہ

---

[1] میں لیلی کی بستی پر گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیوار کو، اور دراصل بستی اور اس کے در و دیوار کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ اس بستی میں جو میرا محبوب رہتا ہے بس اسی کی محبت مجھ سے یہ سب کچھ کراتی ہے ــ ۱۲

وہ مکۂ معظمہ و بیت اللہ اور مدینۂ طیبہ و روضۂ اقدس کی ان خصوصیتوں اور عظمتوں کا دھیان اور فکر کر کر کے شوق و ذوق کی کیفیات اور عشق و محبت کا سوز و گداز اپنے اندر پیدا کریں ——— لیکن خبردار دونوں درباروں کے لیے اَدب کی جو حدود مقرر کر دی گئی ہیں اُن سے کبھی سر مو تجاوز نہ ہو کہ یہاں عشق کو اَدب سے بے نیاز ہونے کی اجازت نہیں ؂

یار کا پاسِ اَدب اور دلِ ناشاد رہے
نالہ تھمتا ہوا رُکتی ہوئی فریاد رہے

محمد منظور نعمانی

کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم

گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

شوقِ حرمین

(از حضرتِ صوفی ایم اے)

خیز و بسم اللہ مجرہا و مرسٰہا بخواں
کشتیٔ تو باد خود ہر موج بحرِ بیکراں

یہ لبِ ساحل! یہ میں! یہ سطحِ دریا! یہ جہاز!
دیر کیا ہے ناخدا؟ اے ناخدا عمرت دراز!

دیکھئے وہ کب پکاریں! گوش بر آواز ہوں
گرچہ میں بے بال و پر ہوں مائلِ پرواز ہوں

بے سر و ساماں ہوں یارب نے زر رکھتا ہوں نہ سانہ
کھینچ لے اپنی کشش سے مجکو اے ارضِ حجاز

آستاں سائی کے قابل میری پیشانی نہیں
میرے مولا عفو و بخشش میں ترا ثانی نہیں

دل ہے پہلے ہی سے اے آلامِ دُنیا چُور چُور
دیکھ کر مجھ کو کہیں وہ بھی نہ کہہ دیں "دُور دُور"

وہ بُلاتے، میں یہ کہتا ہو کے خوش با چشمِ نم
خوش رہو اے دوستو! میں تو چلا سوئے حرم

کیا کہوں میں! دل تو کہتا ہے بُلائینگے ضرور
آہ یہ بیم و رجا! یہ شوق! اُف میں ناصبور

لیجئے منشورِ احسان و کرم آ ہی گیا
اے دلِ بے صبر لے! اذنِ حرم آ ہی گیا

لو چلا میں، الفراق! اے میرے پیارو الفراق
الفراق، اے محسنو! اے میرے یارو الفراق

میرے مخدومو! عزیزو! غمگسارو! الفراق
میرے چھوٹو! چارہ سازو! جاں نثارو! الفراق

سب کی ہمدردی کا میں محتاج ہوں اُمیدوار
میں سراپا عجز ہوں، سر تا قدم ہوں افتقار

جا رہا ہوں میں خدا کے گھر کفن پہنے ہوئے — موت کی پوشاک میں زندہ بدن پہنے ہوئے
رحم مجھ میت نما مسکین پر فرمائیے — میری مٹی بھی ٹھکانے ہو اگر فرمائیے
"اے مسافر کوئی حق العبد اب تجھ پر نہیں — دار و گیرِ روزِ محشر سے نہ ہو اندوہگیں
دست بستہ آپ سب سے ہے یہ میری التجا — بخش دیجے ساری تقصیریں مری بہرِ خدا
میری جانب سے کسی دل میں نہ رہ جائے خلش — ہے سرِ تسلیم خم، فرمائیے گر سرزنش
جس کا جی چاہے سزا دے یا کرے مجھ پر عتاب — سہل ہو جائے مگر مجھ پر قیامت کا حساب
میں دُعا گو ہوں کہ یارب سب رہیں آباد و شاد — آپ سب مجھ کو دُعا دیں، میں نہ لوٹوں نامراد
وہ مجھے اپنا بنا لیں سب سے کر کے بے نیاز — جان ہو اُن پر فدا، ہو جسم پیوندِ حجاز
آؤ اے بچو! تمھیں بھی پیار کر لوں ایک بار — اس دلِ بیتاب کو بھی شاید آ جائے قرار

دل پھٹا جاتا ہے، اے اللہ اس دل کو سنبھال
حُبِّ غیر اللہ کے جنجال سے مجھ کو نکال!

شوقِ حج کے سامنے اب منزلِ میقات ہے — اے خدا میرا سہارا ایک تیری ذات ہے
دل پہ یارب عظمتِ کعبہ کا پرتو ڈال دے — گنبدِ خضرا کی اک تابندہ تر ضَو ڈال دے
مجھ پہ بھی کعبہ کی پنہانی حقیقت کھول دے — لیلیِ کعبہ مجھے دیکھے تو منہ سے بول دے
میں خلیلؑ و مصطفےٰؐ کی یادگاریں دیکھ لوں — میں ترے اسلام کی زندہ بہاریں دیکھ لوں
جاگ اُٹھے خوابیدہ دل لبیک کی آواز سے — آشنا ہو جاؤں میں حقانیت کے راز سے

مجکو، میرے حج کو، میرے عجز کو کر لے قبول　　تا دمِ آخر نہ ہو تیری اطاعت سے ذہول

معصیت میں ایسی ناپاکی نظر آئے مجھے　　نفس یا شیطاں ملوّث پھر نہ کر پائے مجھے

مجکو اے مولا غذائے رُوح تیرا نام ہو　　تیرے نامِ پاک پر اس زیست کا انجام ہو

ہو مری اولاد یارب باقیات الصّالحات　　ہو عطا اُن کو صلاحِ زندگی خیرِ حیات

اُمّتِ مرحوم پر ہو تیری رحمت کا نزول　　خاصکر بر آل و بر اصحابؓ و ازواجِ رسُولؐ

صوفیؔ ناچیز پر بھی ہو کریمی کی نظر　　خاتمِ ہر مُدعا ہے یہ دُعائے مختصر

حاصلِ سرمایۂ اعزاز ہے نذرِ سجود　　آبروئے ہر دُعا و ہر عبادت ہے دُرود

السّلام علیک منّی والصّلوٰۃ یا رسُولؐ
لیس لی حسن العمل کیف النّجاۃ یا رسُولؐ

عازمِ حج کے نام

از

محمد منظور نعمانی

اگلے صفحہ سے جو مضمون شروع ہورہا ہے دراصل یہ ایک خط ہے جو حج کو جانے والے اپنے ایک مخلص دوست کو مخاطب کرکے لکھا گیا تھا، لیکن اب جو عازمین حج بھی اپنے کو اس کا مخاطب سمجھ کر پڑھیں گے، انشاءاللہ اس پورے سفر کی ہر منزل میں وہ اس سے پوری رہنمائی حاصل کرسکیں گے اور اسکو ایک اچھا معلم اور رہبر پائیں گے۔

محمد منظور نعمانی

عازمِ حج کے نام

باسمہٖ سبحانہٗ

بڑے خوش نصیب، میرے دینی بھائی! تم پر اللہ کا سلام، اور اسکی رحمتیں!
اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر و عظمت کو پوری طرح محسوس کیجیے اور اس کا شکر ادا کیجیے، کہ اپنے مقدس گھر اور اپنے محبوب رسُول کے محترم شہر کی حاضری کا ارادہ اس نے آپکے دل میں ڈالا اور اس کا سامان بھی مہیا کر دیا۔

"کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے"

اور سب سے بڑا شکر اس نعمت کا یہ ہے کہ وہاں کے فیوض و برکات اور انوار و تجلیات کیلئے، تا بحدِ امکان اپنے کو تیار کرنے میں، اور حج کے اعمال اور اس کا طریقہ سیکھنے کی کوشش میں ابھی سے مشغول ہو جایئے! ـــــ بڑا بے نصیب، بڑا ناشکرا اور اپنے رب کی اتنی بڑی نعمت کی بڑی ناقدری کرنے والا ہے وہ بندہ جس کو اس کا مولا ایسا موقع دے اور وہ وہاں کی حاضری کے آداب اور طریقے سیکھنے اور وہاں کے لیے اپنے کو بنانے سنوارنے

کی کوئی فکر نہ کرے، اور یوں ہی غفلت اور لاپرواہی اور بدسلیقگی اور بے شعوری کے ساتھ وہاں جا اُترے۔

چند ورق کے اس خط میں جو کچھ لکھنے کا ارادہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے لکھوادیا تو حج کے اعمال و آداب معلوم کرنے میں انشاء اللہ اس سے آپ کو کافی مدد ملے گی۔ واللہ ولی التوفیق۔

اچھے رفیق کی تلاش

اس راستہ میں سب سے زیادہ ضروری اور پہلی چیز یہ ہے کہ حج کو جانے والے اللہ کے کسی ایسے بندے کا ساتھ تلاش کیجیے جو حج کے مسائل بھی اچھی طرح جانتا ہو، اور مرد صالح ہو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی ایسے بندے کا ساتھ نصیب فرما دیں جو مسائل حج سے واقفیت اور صلاح و تقویٰ کے علاوہ حج کا تجربہ بھی رکھتا ہو تو نُورٌ علیٰ نور، بس اُن سے اجازت لے کر اُن کے ساتھیوں میں شامل ہو جائیے، اور پھر پورے سفر میں اُن کے مشوروں پر عمل کیجیے۔ لیکن اس کی پوری احتیاط کیجیے کہ آپ ان کے لیے تکلیف کا سبب نہ بنیں، اللہ کے صالح بندے چوں کہ عام لوگوں سے زیادہ حساس اور لطیف مزاج ہوتے ہیں اسلیئے خلاف مزاج باتوں سے انھیں دوسرے لوگوں سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔ اگرچہ زبان سے وہ اسکا اظہار نہ کریں۔

ساتھ رکھنے کی چند کتابیں

سفر حج میں کچھ دینی کتابیں بھی ضرور اپنے ساتھ رکھیئے، کم از کم ایک کتاب

ایسی ہو جس سے بوقت ضرورت حج کے مسائل معلوم ہو سکیں، اور ایک دو کتابیں ایسی جن کے مطالعہ سے آپ کے دل میں عشق و محبت اور خوف و خشیت کی وہ کیفیات پیدا ہوں جو دراصل حج کی اور ہر دینی عمل کی رُوح ہیں۔ ضروری مسائل کے لیے مفتی سعید احمد صاحب (سہارن پوری) کی مختصر کتاب "حج و زیارت کا مسنون طریقہ" کافی ہے۔ (مفتی صاحب موصوف ہی کی دوسری کتاب "معلم الحجاج" ہے، جو حج کے مسائل پر بہت جامع اور مفصل کتاب ہے، لیکن میرے خیال میں اس سے صاحبِ علم والے ہی پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں)

اور کیفیات و جذبات پیدا کرنے کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ، کی کتاب "فضائلِ حج" اور الفرقان کے "حج نمبر" کے بعض مضامین قابلِ مطالعہ ہیں[1]، ان کے علاوہ عمومی دینی مطالعہ اور تعلیم کے لیے اس عاجز کی تالیف "اسلام کیا ہے؟" ان شاء اللہ کافی ہے۔

یہ کتابیں اس سفر میں خود اپنے مطالعہ میں رکھیے، دوسروں کو پڑھوائیے اور بے پڑھے بھائیوں کو پڑھ کر سنائیے۔ اس مشغلہ میں آپ کا جتنا وقت گزرے گا ان شاء اللہ اعلیٰ درجہ کی عبادت میں گزرے گا۔

---

[1] یہ کتاب جو اس وقت آپکے سامنے ہے اس میں حج نمبر ۶۰ھ اور حج نمبر ۶۹ھ کے وہ خاص خاص مضامین جمع کر دیے گئے ہیں جو عشق و محبت اور خوف و خشیت کی کیفیات پیدا کرنے اور ابھارنے میں خصوصیت سے مفید ہو سکتے ہیں۔ اور حج کا طریقہ بتانے کے لئے بھی اب یہی کتاب کافی ہے اسلئے اب آپ کو کسی اور کتاب کی خاص ضرورت نہیں۔

اخلاص اور تصحیحِ نیت

سفر شروع کرنے سے پہلے نیت کا جائزہ لیجئے اور صرف اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا کے حصول، اور آخرت کے ثواب کو اپنا مقصد بنائیے۔ اس کے سوا کوئی چیز آپ کے لیے اس مقدس سفر کی محرک نہ ہو۔ اللہ کے یہاں وہی عمل قبول ہوتا ہے جو صرف اس کے حکم کی تعمیل میں اور اس کی رضا کے لیے کیا گیا ہو۔

گناہوں سے توبہ و استغفار

روانگی سے پہلے سارے چھوٹے بڑے گناہوں سے سچے دل سے توبہ و استغفار کیجئے، تاکہ گناہوں کی گندگی سے صاف ستھرے ہو کر آپ اپنے مولا کے دربار میں پہنچیں۔

حقوق العباد کی تلافی یا معافی

اللہ کے جن بندوں کے حقوق آپ کے ذمہ ہوں، جن کی کبھی آپ نے حق تلفی کی ہو، جن کو ستایا ہو، جن کا کبھی دل دکھا ہو، ان سب سے معاملہ صاف کیجئے، معاف کرائیے، یا بدلہ دیجئے۔ اگر کسی کی امانت ہو تو اس کو ادا کیجئے ــــــ جن امور کے متعلق وصیت کرنی ہو، اُن کے متعلق وصیت نامہ لکھ دیجئے ــــــ اور سوچ سمجھ کے اور استخارہ کر کے جانے کا دن اور وقت مقرر کر لیجئے۔

روانگی کا دن آنے سے پہلے ہی تمام انتظامات اور تیاریوں سے فارغ ہو جائیے تاکہ روانگی پورے اطمینان سے ہو سکے۔

گھر سے روانگی

جب روانگی کا وقت آئے تو خوب خشوع خضوع سے دو رکعت نفل نماز گھر میں پڑھیے، اور سلام پھیرنے کے بعد سفر میں سہولت وعافیت کی اور معاصی سے حفاظت کی، اور حج مبرورؔ اور زیارتِ مقبولہ نصیب ہونے کی پورے الحاح سے دعا کر کے اہلِ خانہ سے رخصت ہو جائیے ـــــ یاد ہو تو گھر سے نکلتے وقت یہ دُعا پڑھیئے:۔

"بِسْمِ اللّٰہِ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ، تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"

یہ دعا یاد نہ ہو تو صرف "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھ کر نکلیے۔

جب سواری پر سوار ہوں

پھر جب آپ سواری پر، مثلاً ریل پر سوار ہوں اور وہ روانہ ہونے لگے تو اللہ کی حمد کیجیے، اور اس کا شکر ادا کیجیے کہ اس نے ہماری راحت اور سہولت کے لیے دنیا میں یہ سواریاں مہیا فرمائیں، اور اتنے بڑے بڑے سفروں کو ہمارے لیے آسان کر دیا۔ اور یاد ہو تو یہ دُعا پڑھیے:۔

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَاکُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ"

امیر قافلہ، اور قافلہ کا تعلیمی نظام

اکثر ایسا ہوتا ہو کہ ایک ایک جگہ سے کئی کئی حاجی ساتھ روانہ ہوتے ہیں

(اور یہی بہتر بھی ہے) تو جب ٹرین روانہ ہو جائے اور اپنے اپنے سامان وغیرہ کی طرف سے سب ساتھی مطمئن ہو جائیں تو کسی ایک سمجھدار ساتھی کو قافلہ کا امیر بنا لیجئے[1]، اور یہ بھی طے کر لیجیے کہ اس پورے سفر میں حج کے مسائل اور اس کا طریقہ اور اس کے علاوہ بھی دین کی اور ضروری باتیں سیکھنے سکھانے کا سلسلہ انشاء اللہ جاری رکھیں گے۔ جن لوگوں کو ساری عمر دین سیکھنے کی نوبت نہیں آتی، انھیں حج کے سفر میں اس کا کافی موقع مل جاتا ہے ــــ الغرض سوچ سمجھ کے پورے قافلہ کا ایک تعلیمی نظام بھی بنا لیجئے، یہ بڑی اہم اور بڑے کام کی بات ہے ـــــ حج کو جانے والوں میں بکثرت ایسے ہوتے ہیں جنھیں نماز پڑھنا بھی نہیں آتا ہے، اور بیچارے بعضے تو کلمہ تک سے ناواقف ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی دینی تعلیم پر وقت صرف کرنا بلاشبہ نوافل اور ذکر اذکار سے افضل ہے۔

ریل میں نماز اور جماعت کا بھی پورا اہتمام کیجیے، اگر غفلت کی وجہ سے ایک وقت کی نماز بھی خدانخواستہ قضا ہو گئی تو بیت اللہ کی سو نفل نمازوں سے بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکے گی۔

جہاز کے انتظار کا زمانہ

ریل کا سفر ختم کر کے جہاز کے انتظار میں بسا اوقات اچھی خاصی مدت تک حاجیوں کو بمبئی یا کراچی میں قیام کرنا پڑتا ہے۔ آپ اس قیام کے زمانہ میں اچھی طرح اس کا خیال رکھیں کہ آپ حج و زیارت کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہیں اس لیے بے فائدہ سیر و تفریح اور خواہ مخواہ بازاروں میں گھومنے پھرنے سے پرہیز کریں اور پورے اہتمام سے اپنا تعلیمی نظام

---

[1] کسی ساتھی کو قافلہ کا امیر مقرر کر لینے کا کام اگر ریل میں سوار ہونے سے پہلے یا اپنے شہر یا بستی سے چلنے سے بھی پہلے کر لیا جائے تو اور اچھا ہے۔

اور دوسرے معمولات یہاں کے زمانۂ قیام میں بھی جاری رکھیں۔

بمبئی اور کراچی میں تبلیغی جماعتیں

ان دونوں بندرگاہوں پر (بمبئی میں حاجیوں کے مسافر خانوں میں، اور کراچی میں حاجی کیمپ میں)، آپ کو انشاء اللہ تبلیغی کام کرنے والے اللہ کے کچھ بندے ملیں گے، آپ ان کے تبلیغی اور تعلیمی نظام میں شریک ہو جائیے۔ اور اگر ان کی کوئی خاص جماعت حج کو جانے والی ہو (اور گذشتہ سال سے اکثر جہازوں میں تبلیغی جماعتیں جاتی ہیں) تو آپ کے لیے سب سے بہتر یہ ہی کہ آپ بھی اُن کے ساتھ شامل ہو جائیے، انشاء اللہ ان کی رفاقت میں آپ کو بہت کچھ دینی برکتیں حاصل ہونگی۔

پورے سفرِ حج کیلئے بمبئی یا کراچی سے کیا کیا آپ کو ساتھ لینا چاہیئے، یہ سب آپ کو ان تبلیغی دوستوں سے ہی معلوم ہو جائے گا، اور اگر آپ اُن کے رفیق بن گئے تو آپکے یہ سارے انتظامات بھی انشاء اللہ آسانی سے مکمل ہو جائیں گے۔

بمبئی اور کراچی کی مدتِ قیام میں آپکے مشاغل

بمبئی اور کراچی میں اکثر حجاج کا وقت بڑے انتشار اور پریشانی میں گزرتا ہی، آپ اپنی طبیعت میں جب انتشار اور پراگندگی اور پریشانی کی کیفیت محسوس کریں تو اپنے کو کسی اچھے کام میں لگا دیں، مثلاً نفل نماز پڑھنے لگیں یا اللہ کے ذکر میں یا قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو جائیں یا اس وقت بیٹھ کر بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی کی حاضری اور روضۂ اقدس کی زیارت کے تصور سے لذت حاصل کرنے لگیں، یا کوئی شوق انگیز کتاب پڑھنے لگیں۔ ایسے

وقت کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کی کتاب "فضائلِ حج" کے اس حصہ کا مطالعہ انشاء اللہ خاص طور سے مفید ہوگا جس میں اللہ و رسول سے سچی محبت رکھنے والے بزرگوں کے حج و زیارت کے واقعات بیان کیے گئے ہیں ——— گذشتہ سال (۱۳۸۰ھ) کے "الفرقان" کے "حج نمبر" میں رفیقِ محترم مولانا سید ابوالحسن علی کا جو مضمون زیرِ عنوان "اپنے گھر سے بیت اللہ تک" شائع ہوا تھا وہ بھی اس مقصد کے لیے بہت مناسب اور دل پر بہت اثر کرنے والا اور بڑا شوق انگیز ہے[1] ——— نیز ہمارے دوست زائرِ حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی کے کلام کا مجموعہ "گلبانگِ حرم" بھی اس مقصد کے لیے بہت خوب ہے۔

بہرحال مبئی یا کراچی میں (اور اس کے بعد بھی ہر منزل و موقع پر) جب طبیعت میں انتشار اور پراگندی کا اثر ہو تو مذکورہ بالا شغلوں میں لگ جائیے! انشاء اللہ طبیعت میں سکون پیدا ہو جائے گا۔

جہاز پر سوار ہوتے وقت

جب جہاز پر سوار ہونے کا وقت آئے تو سلامت و عافیت اور معاصی سے حفاظت کی دعا کرتے ہوئے بسم اللہ کہہ کے سوار ہو جائیے اور یاد ہو تو یہ دعا پڑھیے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا

---

[1] یہ مضمون بھی اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ مضمون ہذا کے بعد آپ اس کو پڑھیں گے۔

مُبَارَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ؕ

سمندری سفر کا زمانہ

اگر کوئی تیز رفتار جہاز آپ کو ملا تو بھی کم از کم سات آٹھ دن، ورنہ بارہؔ تیرہؔ دن آپکے جہاز میں گزریں گے ــــــ بہت سے لوگوں کو بحری سفر کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے اور جہاز کی غیر معمولی حرکت سے دوسرے ہی دن سے چکر آنے لگتے ہیں اور اس کا سلسلہ کئی کئی دن رہتا ہے، بعضوں کی طبیعت زیادہ خراب بھی ہو جاتی ہے ــــ اگر خدانخواستہ آپ کو ایسی کوئی تکلیف ہو تو وقت پر نماز کی ادائے گی کا اس حالت میں بھی پورا اہتمام کیجئے، ہوش و حواس کی حالت میں جس شخص کی ایک وقت کی نماز بھی فوت ہو جائے وہ بڑے خسارہ میں ہے۔ اور جن دنوں میں طبیعت اچھی رہے تو تبلیغ و تعلیم اور ذکر و نوافل کے معمولات ہمت سے پورے کرتے رہیئے۔ خصوصاً مناسک حج کے سیکھنے، ضروری مسائل کے یاد کرنے یا دوسروں کو بتلانے اور یاد کرانے میں اپنا وقت گزاریے، نیز دوسرے حجاج بالخصوص بوڑھوں اور کمزوروں کی خدمت کی سعادت ضرور حاصل کیجئے، اور یہ سمجھ کے خدمت کیجئے کہ یہ اللہ و رسولؐ کے مہمان ہیں، اور میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کا غلام ہوں اس لیے اس نسبت سے مجھ پر ان کی خدمت کا حق ہے۔ بعض اہلِ معرفت کا ارشاد ہے کہ:۔

"طاعت و عبادت سے تو جنّت ملتی ہے، اور بندوں کی خدمت کے صلہ میں خود مولا ملتا ہے"

میقات آنے سے پہلے احرام کی تیاری

جدّہ جب قریباً ایک دن رات کی مسافت پر رہ جاتا ہے تو وہ مقام آتا ہے جہاں سے ہندوستانی حجاج احرام باندھتے ہیں۔ جہاز میں بہت پہلے سے اسکا چرچا شروع ہوجاتا ہے جہاز کے کپتان کی طرف سے بھی اعلان کردیا جاتا ہے کہ فلاں وقت جہاز یلملم کی پہاڑیوں کے سامنے سے گزرے گا، جب وہ وقت قریب آئے تو آپ بھی احرام کی تیاری شروع کردیں[1]۔ اگر حجامت بنوانے کا موقع ملے تو بنوالیں، ناخن ترشوالیں، بغل وغیرہ کی بھی صفائی کرلیں اور خوب اچھی طرح غسل کریں، جس میں میل کچیل اور ہر قسم کی گندگی سے جسم کی صفائی اور پاکیزگی کی پوری کوشش کریں، اور احرام باندھنے کے لیے تیار ہوجائیں۔

حج کی تین صورتیں

احرام کا طریقہ معلوم کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ ہمارے آپ کے لیے حج کی تین صورتیں ہیں، پہلی یہ ہے کہ میقات سے صرف حج کا احرام باندھیں، اور احرام کے وقت صرف حج کی نیت کریں، اس کو "اِفراد" کہتے ہیں[2]۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھیں، اور ایک ہی احرام میں دونوں کو ادا کرنے کی نیت کریں، اس کو "قِران" کہتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں احرام کی ساری پابندیاں حج سے فارغ

---

[1] جو حضرات حج سے پہلے جدّہ سے سیدھے مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ یہاں احرام نہ باندھیں، ان کو مدینہ طیبہ سے روانگی کے وقت احرام باندھنا چاہیئے۔ ۱۲ [2] جو صاحب کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کریں ان کو افراد ہی کرنا چاہیئے۔ ۱۲

ہونے تک قائم رہتی ہیں جن کا نباہنا اکثر لوگوں کے لیے مشکل ہوتا ہے، اور بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ایسے کام اور ایسی باتیں کر بیٹھتے ہیں جن کی احرام کی حالت میں ممانعت ہے، اس لیے آج کل عوام کو ان دونوں صورتوں کا مشورہ نہیں دیا جاتا ——— تیسری صورت یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھا جائے اور مکہ معظمہ پہنچ کے عمرہ کرکے احرام ختم کر دیا جائے، اور پھر آٹھویں ذی الحجہ کو مسجد حرام سے حج کا احرام باندھا جائے، اس کو "تَمَتُّع" کہتے ہیں۔ اکثر لوگوں کے لیے یہی تیسری صورت آسان اور بہتر ہوتی ہے اس لیے تفصیل سے اسی کا طریقہ لکھتا ہوں۔

حج تمتّع کا طریقہ

بہرحال اگر آپ میرے مشورہ کے مطابق تمتع کا ارادہ کریں تو جب میقات قریب آئے تو جیسے کہ اوپر ابھی بتلایا پہلے غسل کریں، اور اگر کسی وجہ سے غسل نہ کر سکیں تو صرف وضو ہی کر لیں، اور سلے کپڑے جسم سے اتار کر ایک لنگی پہن لیں، اور ایک چادر اوپر اوڑھ لیں اور ان ہی دونوں کپڑوں میں دو رکعت نفل نماز پڑھیں، اس نماز میں سر چادر سے ڈھانک لینا چاہیے، پھر جیسے ہی سلام پھیریں سر سے چادر اتار دیں اور دل سے عمرہ کے احرام کی نیت کریں اور زبان سے بھی کہیں، کہ:۔

"اے اللہ! میں صرف تیری رضا کے لیے عمرہ کا احرام باندھتا ہوں تو اس کو میرے لیے آسان فرما، اور صحیح طریقے پر ادا کرنے کی توفیق دے اور اپنے فضل وکرم سے قبول فرما۔"

تلبیہ

پھر اس نیت کے ساتھ ہی کسی قدر بلند آواز سے تین دفعہ یہ تلبیہ پڑھیں:۔

"لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ؕ"

(میں حاضر ہوں خداوندا آپ کے حضور میں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور سب نعمتیں تیری ہی ہیں، اور مُلک اور بادشاہت تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)۔

اس کو تلبیہ کہتے ہیں، یہ حج وعمرہ کا خاص ذکر اور گویا حاجی کا خاص ترانا ہے، اور دراصل یہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی پکار کا جواب ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے اللہ کے بندوں کو پکارا تھا، کہ آؤ اللہ کے در پہ حاضری دو ــــ پس جو بندے حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کے اللہ کے گھر کی حاضری کے ارادہ سے جاتے ہیں وہ یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے گویا حضرت ابراہیمؑ کی اس پکار کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ "اے ہمارے رب تو نے اپنے مقبول بندے ابراہیمؑ سے ندا دلوا کے ہمیں بلایا تھا ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں تیرے حضور میں حاضر ہیں"

بہر حال تلبیہ پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر یقین کرتے ہوئے براہ راست اسی سے خطاب کریں، اور شوق اور خوف کی کیفیت کے ساتھ بار بار کہیں۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۝

تلبیہ پڑھکر خوب خشوع خضوع کے ساتھ اللہ سے دعا کریں ـــــ اس موقع پر یہ دعا خاص طور سے مستحب ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ"[1]

اس کے بعد تلبیہ کی کثرت رکھیں، اب تلبیہ ہی آپ کے لیے گویا افضل ذکر ہے، جب کسی سے ملنا ہو، جب بلندی پر چڑھنا یا نشیب میں اترنا ہو تو ہر موقع پر اللہ کی عظمت اور خشیت و محبت کی کیفیت کے ساتھ یہی کلمہ پڑھیے!:۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۝"

احرام کی پابندیاں

جب آپ نے احرام کی دو رکعتیں پڑھ کے عمرہ یا حج کی نیت کرلی اور تلبیہ کہہ لیا تو اب آپ "مُحْرِم" ہو گیے، اور آپ پر احرام کی ساری پابندیاں عائد ہو گئیں۔ اب آپ سلا کپڑا نہیں پہن سکتے، سر اور چہرہ نہیں ڈھک سکتے، ایسا جوتا بھی نہیں پہن سکتے جو پاؤں کی پشت کی ابھری ہوئی ہڈی کو ڈھانکنے والا ہو، حجامت نہیں بنوا سکتے بلکہ جسم کے کسی حصہ

---

[1] ترجمہ :۔ "اے اللہ میں تجھ سے تیری رضا اور جنت مانگتا ہوں، اور تیری ناراضی سے اور دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں۔"

کا ایک بال بھی نہیں توڑ سکتے، ناخن نہیں تراش سکتے، خوشبو نہیں لگا سکتے، بیوی سے ہم بستر نہیں ہو سکتے، بلکہ ایسی کوئی بات بھی نہیں کر سکتے جو اس خواہش کو اُبھارنے والی ہو۔ اور جس سے نفس کو خاص لذّت ملتی ہو، کسی جانور کا شکار نہیں کر سکتے، بلکہ اپنے جسم یا کپڑے کی جوں بھی نہیں مار سکتے۔[۱]

حج اور عمرہ کے سلسلہ کا پہلا عمل یہی احرام ہے جو جدّہ پہنچنے سے پہلے ہی جہاز ہی پر باندھ لیا جاتا ہے اب مکہ معظمہ پہنچنے تک آپ کو کوئی خاص کام کرنا نہیں ہے، بس احرام کی پابندیوں کو نباہیئے اور شوق و محبت اور خوف و انابت کی کیفیت اپنے اندر بیدار کرکے تلبیہ کثرت سے پڑھتے رہیئے۔ اس زمانہ میں جذب و عشق اور خوف و خشیت کی جس قدر کیفیت آپ کے اندر پیدا ہو جائے بس وہی اصل ابراہیمی میراث ہے، اور وہی حج و عمرہ کی رُوح ہے۔

---

[۱] عورتوں کے احرام کے بھی یہی احکام ہیں صرف اتنا فرق ہو کہ وہ سلے کپڑے پہن سکتی ہیں، اور سر کھولنے کا حکم بھی ان کے لیے نہیں ہو البتہ چہرے پر کپڑا ڈالنے کی ان کے لیے بھی ممانعت ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ ان کا احرام بس یہی ہو کہ چہرے پر کپڑا نہ ڈالیں، حتیٰ کہ جب کسی اجنبی آدمی اور نامحرم شخص کا سامنا ہو تب بھی کسی اور چیز سے آڑ کر لیں کپڑا منھ پر نہ ڈالیں۔ اس مقصد کیلئے بمبئی وغیرہ میں جو ایک بنی ہوئی چیز ملتی ہو وہ نہایت سہل ہی، بہتر یہ ہے کہ اس کام کے لیے عورتیں اپنے ہاتھ میں پنکھا، یا اس قسم کی کوئی اور چیز رکھیں، جس سے چہرہ نامحرموں سے چھپا سکیں۔ ۱۲

معلّم کو پہلے سے سوچ رکھیئے

جدّہ اترتے ہی آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ کا معلّم کون ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ جس معلّم کا نام بتلادیں گے اُسی کے دکیل کے سپرد آپ کو کر دیا جائے گا، لہٰذا پہلے ہی سے سوچ سمجھ کے طے کر لیجئے کہ آپ کس کو اپنا معلّم بنانا چاہتے ہیں۔

حجاج کو عموماً اپنے معلموں کی شکایت کرتے ہی دیکھا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ معلمین بھی اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور حجاج کی رہنمائی اور راحت رسانی کا جو انتظام انھیں کرنا چاہیئے اور جتنا وہ کر سکتے ہیں اکثر معلّم اتنا بھی نہیں کرتے، لیکن اس عاجز کے نزدیک ان شکایتوں کی بڑی بنیاد خود حجاج کی یہ غلطی ہوتی ہے کہ وہ معلّم سے ایسی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں جو نہیں کرنی چاہئیں بہت سی انتظامی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں بیچارے معلّم بھی بے بس اور دوسروں کے دست نگر ہوتے ہیں۔ پھر بھی اس میں شبہ نہیں کہ بعض معلّم تجربہ میں دوسروں سے اچھے ثابت ہوتے ہیں، لہٰذا سمجھدار اور تجربہ کار حجاج اگر کسی معلّم کو اچھا بتلائیں اور مخلصانہ طور پر اس کے متعلق مشورہ دیں، تو آپ اس کو اپنا معلّم بنالیں۔ بعض لوگ معلموں کی باقاعدہ ایجنٹی بھی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی باتوں کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔

جدّہ

جدہ کے ساحل پر اتر کر آپ کو خوشی ہوگی اور ضرور خوشی ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے حجاز کی اس زمین پر قدم رکھنا آپ کو نصیب فرمایا جس کی محبت ہر مومن کے دل میں تمام

ملکوں سے زیادہ ہے۔ جدہ گویا حجاز کا سب سے بڑا بحری اسٹیشن ہے، اور مکہ معظمہ کا تو گویا دروازہ ہے۔ آپ کا پاسپورٹ یہاں آپ سے لے لیا جائے گا، اور پھر آپ کو واپس نہیں دیا جائے گا بلکہ اندراج وغیرہ کی کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد آپکے معلم کے پاس پہنچ جائے گا۔

جدہ میں آپ کے معلم کا وکیل مکہ معظمہ جانے کے لیے آپکے واسطے سواری کا انتظام کرے گا۔ اس میں کبھی کبھی ایک دو دن کی دیر بھی لگ جاتی ہے۔ اگر ایسا ہو اور وکیل معلم آپ کے قیام کا کوئی معقول انتظام نہ کرے یا وہ انتظام آپ کو زیادہ گراں معلوم ہو تو آپ سب سے پہلے "حجاج منزل" جائیں، اگر وہاں جگہ مل جائے تو یہ آپ کے لیے سب سے بہتر ہو۔ کافی وسیع مسجد بالکل وسط میں ہے اور ہندوستانیوں کے مزاج اور مذاق کے مطابق کھانے پینے کی دُکانیں ہیں جن کی وجہ سے بڑا آرام رہتا ہے۔ ابھی تو ایک وسیع میدان ہموار کرکے لکڑی کے تختوں کے عارضی کمرے بنا دیے گیے ہیں، اگر اللہ نے کیا اور مجوزہ نقشہ کے مطابق یہ عمارت کبھی تیار ہوگئی تو اندازہ ہے کہ بیک وقت سات ہزار حاجی اس میں انشاء اللہ آرام کے ساتھ قیام کرسکیں گے۔ یہاں قیام کا کوئی کرایہ نہیں لیا جاتا اور جدہ کے اسٹیشن سے بالکل قریب ہو، دس منٹ کا راستہ بھی نہیں ہے۔[۱]

جدّہ سے مکہ معظمہ

آپ کی طبیعت چونکہ مکہ معظمہ پہنچنے کے لیے بیتاب ہوگی اس لیے جدّہ کا یہ تھوڑا سا قیام بھی آپ پر بہت گراں گزرے گا۔ بہرحال دیر سویر انتظام ہو ہی جائے گا اور آپ

(۱ے حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے!)

موٹر کار سے یا لاری سے مکۂ معظمہ روانہ ہو جائیں گے۔ جدّہ سے مکۂ معظمہ کا راستہ صرف دو ڈھائی گھنٹہ کا ہے، سڑک اب بہت اچھی بن گئی ہے، ڈرائیور بھی عموماً تیز چلانے کے عادی ہیں۔

حدِ حرم

مکۂ معظمہ جب قریباً دس میل رہ جاتا ہے تو شمیسیہ وہ مقام آتا ہے جہاں سے حرم کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ جہاں سنہ ۶ھ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عمرہ کرنے سے کفارِ مکہ نے روک دیا تھا، اور پھر صلح کر کے بغیر عمرہ کیے آپ مدینہ واپس ہو گئے تھے۔ یہیں حدیبیہ کا وہ میدان ہے جس کے ایک درخت کے نیچے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابۂ کرام سے موت پر بیعت لی تھی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے، اور جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ بہرحال یہاں سے حرم کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں سڑک کے قریب ہی بطور نشانی کے ایک مینارہ بھی بنا ہوا ہے اور ایک لکھی ہوئی تختی بھی لگی ہوئی ہے۔ جب یہ مقام آئے تو شوق و محبت اور خوف و ادب کی کیفیت کو پوری طرح اپنے پر طاری کیا جائے اور اللہ سے دعا کی جائے، کہ:۔ اے اللہ! یہ تیرا اور تیرے رسول کا حرم ہے، اس میں جانوروں

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ)

[۱] مکۂ معظمہ کا سب سے بڑا اور قدیمی مدرسہ صولتیہ کیرانہ (ضلع مظفر نگر) کے جس علمی خاندان کے اہتمام و انتظام میں چل رہا ہے انھیں حضرات نے اس "حجاج منزل" کی تعمیر کا بھی بیڑا اٹھایا ہے۔ زمین تو نہایت مناسب موقع پر ساحل کے قریب سعودی حکومت نے دیدی ہے۔ تعمیر ہندوستان و پاکستان کے اہلِ خیر کی امداد سے ان شاء اللہ تکمیل کو پہنچے گی۔ کل تعمیر کا تخمینہ چالیس پچاس لاکھ روپے کے قریب ہے۔ ۱۲

کو بھی امن ہے، تو اس کی برکت اور حرمت سے میرے گوشت پوست اور سارے جسم پر دوزخ کی آگ حرام کردے اور قیامت کے عذاب سے مجھے امن نصیب فرما۔"

اور اگر معنی مطلب کے ساتھ آپ کو یاد ہو تو اچھا ہے کہ پھر یہ دُعا ان عربی الفاظ میں کریں:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا حَرَمُکَ وَحَرَمُ رَسُوْلِکَ فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَدَمِیْ وَعَظْمِیْ وَبَشَرِیْ عَلَی النَّارِ اَللّٰھُمَّ اٰمِنِّیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ ۝

مکہ معظمہ میں داخلہ

تھوڑی دیر کے بعد آپ کو مکہ معظمہ کی عمارتیں نظر آنے لگیں گی، اس وقت پھر اپنے اندر خشیت اور ادب کی کیفیت پوری طرح پیدا کرکے اللہ سے دُعا کیجیے:۔

"اے اللہ! مجھے اپنے اس پاک اور مبارک شہر میں سکون و اطمینان سے رہنا نصیب فرما اور یہاں کے حقوق اور آداب ادا کرنے کی توفیق دے، اور حلال رزق عطا فرما۔"

پھر جب آپ کی موٹر اللہ کے مقدس شہر میں داخل ہونے لگے تو پھر دل حاضر کرکے دُعا کیجیے:۔

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرا فرض ادا کرنے اور تیری رضا اور رحمت کا طالب بن کر آیا ہوں، تو میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور قیامت کے دن کی معافی اور بخشش میرے لیے مقدر فرما دے، اور میرا حج صحیح طور سے ادا کرا دے۔"

مسجد حرام کی حاضری اور طواف

موٹر آپ کو معلم کے مکان پر پہنچا دے گی۔ بہتر یہ ہے کہ آپ سامان اُتار کے، اور اگر وضو نہ ہو تو وضو کر کے اسی وقت مسجد حرام جائیں۔ مسجد حرام کے بہت سے دروازے ہیں "باب السّلام" سے داخل ہونا بہتر ہے۔ داخلہ کے وقت "بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ" کہہ کے اپنا پاؤں اندر رکھئے، اور یہ دُعا پڑھئے:۔

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"

پھر جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو "اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" کہہ کے اور ہاتھ اٹھا کے خوب دل سے دُعا مانگیے:۔

"اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَكَ ھٰذَا تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّبِرًّا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الدَّیْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

(ترجمہ) اے اللہ اپنے اس مقدس گھر کی عزت وعظمت، شرافت وہیبت میں ترقی فرما، اور حج وعمرہ کرنے والوں میں جو اس کی تعظیم وتکریم کریں ان کو بھی شرافت وعظمت اور نیکی عطا فرما۔ اے اللہ تیرا ہی نام سلام ہے، اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے، تو ہم پر سلامتی بھیج۔ میں اس مقدس گھر کے رب سے پناہ مانگتا ہوں قرضہ سے اور محتاجی سے، اور سینہ کی تنگی سے

اور قبر کے عذاب سے۔ اس کے بعد سیدھے حجر اسود کی طرف آیئے[1]، اور چونکہ آپ کو اس طواف کے بعد عمرہ کی سعی بھی کرنی ہوگی اس لیے اضطباع کر لیجئے، یعنی احرام کی اوڑھنے والی چادر داہنے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے کے اوپر ڈال لیجئے، اور پھر حجر اسود کے مقابل اس طرح کھڑے ہو کے طواف کی نیت کیجئے کہ آپ کا داہنا مونڈھا حجر اسود کے بائیں کنارے کی سیدھ میں ہو اور پورا حجر اسود آپکے داہنی طرف ہو۔ پھر نیت کرنے کے بعد ذرا داہنی جانب ہٹکر حجر اسود کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر نماز کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر کہیئے:۔

"بسم اللہ اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ و للہ الحمد"

پھر اگر موقع ہو تو آگے بڑھ کے ادب سے حجر اسود کو بوسہ دیجئے اور اگر اژدحام ایسا ہو کہ اس کو بوسہ دینا، یا صرف اپنا ہاتھ بھی اس تک پہنچانا آسان نہ ہو تو پھر اپنی ہی جگہ پر کھڑے کھڑے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف کر دیجئے اور یہ خیال کیجئے کہ گویا آپنے اپنی ہتھیلیاں حجر اسود پر رکھ دیں، اور اس وقت یہ دُعا پڑھیئے:۔

"بسم اللہ اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ و للہ الحمد"

پھر اپنے ہاتھوں کو چوم لیجئے، اور طواف شروع کر دیجئے۔

ایک طواف میں خانہ کعبہ کے سات چکر لگائے جاتے ہیں، یعنی سات چکروں

---

[1] مسجد حرام میں داخل ہو کے پہلے تحیۃ المسجد نہ پڑھنی چاہیئے، بلکہ طواف کرنا چاہیئے، یہاں کا تحیہ طواف ہی کا ہے۔ ۱۲

کا ایک طواف کرتا ہے پہلے تین چکروں میں رمل[1] کیجئے، یعنی ذرا مونڈھے ہلا کے اور اکڑ کے قریب قریب قدم ڈالیے اور پہلوانوں کی طرح کسی قدر تیز چلیے، باقی چار چکروں میں اپنی معمولی رفتار سے چلیے. یہ بھی یاد رکھیئے کہ تلبیہ جو احرام کے وقت سے شروع ہوا تھا وہ عمرہ کا طواف شروع کرنے پر ختم ہو جاتا ہے، اس لیے اس طواف میں اور اس کے بعد آپ تلبیہ نہیں پڑھینگے.

طواف کی دُعائیں

معلم لوگ طواف میں حاجیوں سے بعض خاص دعائیں پڑھواتے ہیں جو عام طور سے بیچارے حاجیوں کو یاد نہیں ہوتیں، اور نہ وہ بیچارے اُن کے کسی لفظ کا مطلب سمجھتے ہیں، یہ نہایت مہمل اور غلط طریقہ ہے. خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ طواف کے لیے کوئی خاص دُعا ہرگز ضروری نہیں ہے، اگر کوئی بھی دُعا یاد نہ ہو تو صرف

"سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر"

پڑھتا رہے[2]. تاہم عوام کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی کم از کم دو تین چھوٹی چھوٹی دُعائیں معنی مطلب کے ساتھ یاد کرلیں اور وہی طواف میں پڑھتے رہیں، رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت جامع اور مختصر مندرجۂ ذیل تین دُعائیں طواف میں پڑھنی ثابت ہیں. ان میں سے پہلی دُعا قرآن مجید کی ہے، یہ دُعائیں بڑی آسانی سے ہر شخص کو منٹوں میں یاد

---

[1] رمل اور اضطباع صرف اس طواف میں کیا جاتا ہے جس کے بعد سعی کرنی ہو۔ ۱۲

[2] بلکہ اگر طواف میں خاموش بھی رہے جب بھی طواف ہو جاتا ہے۔ ۱۲

ہوسکتی ہیں، اگر پہلے سے آپ کو یاد نہ ہوں، تو کم از کم ان کو ضرور یاد کرلیں۔

(۱)

"رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

(ترجمہ) اے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا۔

(۲)

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ"

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گناہوں کی معافی اور دُنیا اور آخرت میں عافیت کا

(۳)

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَاقَۃِ وَمَوَاقِفِ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ"

(ترجمہ) اے اللہ میں کفر سے اور فقر و فاقہ سے اور دنیا و آخرت کی رسوائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں

عام حاجی اگر صرف یہی دُعائیں یاد کرلیں اور پورے طواف میں بس یہی پڑھتے رہیں تو بالکل کافی ہے اور معلموں کی اُن لمبی لمبی دُعاؤں سے جن کو اکثر حاجی بالکل نہیں سمجھتے، بلکہ صحیح طور سے پڑھ بھی نہیں سکتے۔ ان چھوٹی چھوٹی تین دُعاؤں کا سمجھ کر اور صحیح طور سے پڑھنا ہزار درجہ

بہتر ہے۔

ان کے علاوہ بھی جو اچھی دُعائیں یاد ہوں طواف میں پڑھی جا سکتی ہیں۔ دُعا کا عام اُصول یہ ہو کہ جس دعا میں زیادہ جی لگے اور دل میں حضور اور خشوع کی کیفیت پیدا ہو وہی دُعا سب سے بہتر ہے یہاں قرآن و حدیث کی بہت مختصر مختصر دس دُعائیں اور لکھتا ہوں، یہ سب بھی بڑی آسانی سے یاد ہو سکتی ہیں، پھر ان میں سے جو زیادہ دل کو لگے اُسی کو زیادہ پڑھیے۔

(۱)

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝"

(ترجمہ) اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، میں ظالموں خطاکاروں میں ہوں۔

(۲)

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ"

(ترجمہ) اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری حمد کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

(۳)

"رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ"

(ترجمہ) پروردگار! بخشدے اور رحم فرما تو سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے۔

(۴)

"رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝"

(ترجمہ) اے مالک! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو بخش دیجئے جس دن کہ حساب کتاب ہو۔

(۵)

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الرَّاحَۃَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ"

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے موت کے وقت راحت کا، اور حساب کے وقت معافی کا سوال کرتا ہوں۔

(۶)

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ"

(ترجمہ) اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا اور جنّت مانگتا ہوں، اور تیری ناراضی سے، اور دوزخ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(۷)

"اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَجَنِّبْنِیْ عَذَابَکَ ۝"

(ترجمہ) اے اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانک لے، اور اپنے عذاب سے بچا دے۔

---

(۸)

"یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ"

(ترجمہ) اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کے تھامنے والے بس تیری رحمت ہمارے فریاد ہے۔

(۹)

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی"

(ترجمہ) اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا اور تقوے کا، اور شرم وعار کی باتوں سے بچے رہنے کا، اور محتاج نہ ہونے کا۔

(۱۰)

"اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَھِّلْ لَنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ"

(ترجمہ) اے اللہ! ہمارے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور رزق کی راہیں ہمارے لیے آسان کر دے۔

یہ سب چھوٹی چھوٹی دعائیں بھی بڑی آسانی سے یاد کی جاسکتی ہیں اور طواف میں پڑھی جاسکتی ہیں[1]۔

---

[1] اس عاجز نے قرآن وحدیث سے منتخب کرکے ایسی ایسی چالیس مختصر اور جامع دعائیں اپنی کتاب "اسلام کیا ہے؟" کے آخر میں لکھ دی ہیں جن حضرات کو اور دعائیں یاد کرنے کا شوق ہو وہ وہاں دیکھ کر یاد کرلیں۔ اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہوکر طواف کرتے ہوئے کتاب میں دیکھ دیکھ کر دعائیں پڑھی جائیں۔ ۱۲

مناسک کی کتابوں میں طواف کے لیے جو خاص خاص دعائیں لکھی گئی ہیں اگر آپ ان ہی کو پڑھنا چاہیں، اور ان ہی میں آپ کا زیادہ جی لگے تو پھر آپ اُن ہی کو پڑھیں۔ اس لیے ذیل میں ترتیب وار وہ بھی یہاں لکھے دیتا ہوں۔

حجر اسود کا استلام کر کے (یعنی حجر اسود کو بوسہ دے کے، یا بجائے اس کے اپنا ہاتھ اس تک پہنچا کے اور اس کو چوم کے، یا اپنی ہتھیلیاں دُور ہی سے اُس کی طرف کر کے اور ان کو چوم کے) جب آپ طواف شروع کریں، اور بیت اللہ کے دروازہ کی طرف چلیں تو سب سے پہلے یہ دُعا پڑھیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(ترجمہ) اے اللہ! میں تیرے گھر کا طواف کرتا ہوں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے۔

یہ دعا ملتزم کے سامنے چند قدم میں ختم ہو جائے گی، اور اتنی ہی دیر میں آپ بیت اللہ کے دروازہ کے سامنے پہنچ جائیں گے، اُس وقت آپ عرض کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْبَیْتَ بَیْتُکَ وَالْحَرَمُ حَرَمُکَ وَالْاَمْنُ اَمْنُکَ وَھٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ النَّارِ۔ فَاَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

(ترجمہ) اے اللہ! یہ گھر تیرا گھر ہے، اور یہ حرم تیرا حرم ہے، اور امن تیرا

ہی دیا ہوا امن ہے، اور دوزخ کی آگ سے تیری پناہ پکڑنے والوں کی یہ جگہ ہے، پس تو اپنے کرم سے مجھے بھی دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اتنے میں آپ مقام ابراہیم کے سامنے پہنچ جائیں گے اس وقت آپ عرض کریں:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا مَقَامُ اِبْرَاهِيْمَ الْعَائِذِ اللَّائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ

الٰہی یہ تیرے خلیل ابراہیم کا مقام ہے جنھوں نے تیری ہی پناہ چاہی تھی اور تیرا ہی سہارا پکڑا تھا جب کہ انھیں آگ میں ڈالا گیا تھا، پس تو ان کی نسبت اور اپنے کرم سے ہمارے گوشت پوست کو آگ پر حرام کردے۔

اتنے میں آپ "رکن عراقی" (بیت اللہ کے شمال مشرقی گوشہ) کے قریب پہونچ جائیں گے، اس وقت آپ عرض کریں:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ ؕ

اے اللہ! شک اور شرک سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اختلاف و نفاق اور برے اخلاق سے بھی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، اور اس بات سے بھی تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ اپنے اہل وعیال اور اولاد و اموال میں میری واپسی کسی بری حالت میں ہو۔

اب آپ "میزاب رحمت" کے سامنے آجائیں گے، وہاں پہونچ کر آپ عرض

کریں :۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَا یَزُوْلُ وَیَقِیْنًا لَا یَنْفَدُ وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ جَنَّۃِ الْخُلْدِ، اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّکَ وَلَا بَاقِیَ اِلَّا وَجْھُکَ وَاَسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) شَرْبَۃً لَا اَظْمَأُ بَعْدَھَا اَبَدًا ؕ

الٰہی میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جسے کبھی زوال نہ ہو اور ایسا یقین جو کبھی ختم نہ ہو اور جنۃ الخلد میں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! قیامت کے جس دن میں تیرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اور تیری ذاتِ پاک کے سوا جب کوئی باقی نہ ہوگا، تو اُس دن مجھے اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیے اور اپنے نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوضِ کوثر سے مجھے ایسا پلائیے کہ اس کے بعد کبھی مجھے پیاس نہ ہو، پھر رکن شامی (یعنی بیت اللہ کے شمالی مغربی گوشہ) کے سامنے جب آپ پہنچیں تو دُعا کریں:۔ "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ ؕ" اے اللہ میرا حج حج مبرور ہو، میری محنت قبول ہو، اور میرے گناہ معاف ہوں، اور میری یہ تجارت ایسی تجارت ہو جس میں کوئی نقصان نہ ہو، اے عزیز اے غفور۔

پھر رکن یمانی " (بیت اللہ کے جنوبی مغربی گوشہ) پر جب آپ پہنچیں تو اس پر اپنے

دونوں ہاتھ پھیریں اور اگر دونوں ہاتھ لگانا مشکل ہو تو صرف داہنا ہاتھ ہی پھیریں، اور خوب دل سے اس وقت دُعا کریں:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ

اے اللہ میں دنیا اور آخرت میں تجھسے معافی اور عافیت مانگتا ہوں۔

پھر رکن ایمانی سے "حجر اسود" کی طرف چلتے ہوئے عرض کریں:۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ

اے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی، اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا!۔

پھر جب آپ حجر اسود کے سامنے پہونچیں تو مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق پھر اس کا استلام کریں، یعنی اگر کسی کو تکلیف دیے بغیر اور خود زیادہ تکلیف اٹھائے بغیر اس کو چوم سکیں تو بڑھ کر ادب اور محبت سے چومیں، اور اگر اپنے ہاتھ ہی اس تک پہونچا سکیں تو دونوں ہاتھ یا صرف داہنا ہاتھ اس کو لگا کر چوم لیں، اور اگر یہ بھی مشکل ہو تو جیسے پہلے بتلایا جا چکا ہے دور ہی سے حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کے اور اپنی ہتھیلیاں اس کی طرف کر کے (اس طرح کہ اس وقت اپنے ہاتھوں کی پشت اپنے چہرہ کے سامنے ہو) بس اپنے ہاتھ ہی چوم لیں۔

یہ بات خیال میں رکھنے کی ہے کہ طواف میں کانوں تک ہاتھ صرف شروع میں اٹھائے جاتے ہیں اسلیئے اب نہ اٹھائیں۔ بعض لوگ ناواقفی کی وجہ سے ہر دفعہ اسی طرح ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

طواف میں حجرِ اسود سے چل کر جب آپ حجرِ اسود تک پہونچے تو یہ طواف کا ایک چکر ہوا (جس کو شوط کہتے ہیں) جب آپ ایسے سات شوط (چکر) کرلیں گے تو آپ کا ایک طواف پورا ہوگا۔ ساتویں چکر کے ختم پر بھی آپ کو حجرِ اسود کا استلام مذکورۂ بالا طریقہ پر کرنا ہوگا۔ اس حساب سے ایک طواف میں حجرِ اسود کا استلام آٹھ دفعہ ہوگا۔

رکعتینِ طواف

طواف سے فارغ ہوکر آپ مقامِ ابراہیمؑ کی طرف آیئے اور اس وقت آپ کی زبان پر یہ آیت ہو "وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى" ____ اگر سہولت سے مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے جگہ مل جائے تو وہاں ورنہ آس پاس میں جہاں جگہ مل جائے وہیں طواف کی دو رکعتیں پڑھیئے، ہر طواف کے ختم پر دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے اور اس کے لیے افضل جگہ مقامِ ابراہیم ہے۔ لیکن وہاں بڑی کشمکش رہتی ہے اور لوگ بڑی نادانی اور بے ادبی کی حرکتیں کرتے ہیں، اس لیے اگر وہاں اطمینان سے پڑھنے کا موقع نہ ہو تو اس کے قریب کہیں پڑھ لیں، ورنہ حطیم میں جاکر یا مطاف میں کہیں پڑھ لیں۔

ان دو رکعتوں کے ختم پر خوب خشوع خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں۔ اس موقع کے لیے بھی کوئی دُعا مقرر نہیں ہے۔ مناسک کی اکثر کتابوں میں اس وقت کے لیے ایک دُعا لکھی ہے جو حضرت آدم (علیہ السّلام) کی طرف منسوب ہے۔ اس عاجز کے نزدیک یہ دُعا اپنے مضمون کے لحاظ سے یاد کرنے، اور یاد رکھنے کے لائق ہے۔ آپ کو اگر اس کے الفاظ یاد کرنے مشکل ہوں تو مضمون ہی محفوظ کرلیں، اور پھر اپنی ہی زبان

میں اللہ سے مانگیں۔ دُعا یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ؁

اے اللہ تو میری سب چھپی کھُلی باتیں جانتا ہے اور میرے ظاہر باطن سے تو پوری طرح واقف ہے لہٰذا میری معذرت کو قبول فرمالے اور میری سب حاجتوں اور ضرورتوں کا تجھے علم ہے، لہٰذا جو میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ مجھے عطا فرمادے اور میرا سوال پورا کرئے۔ اور تجھے میرے دل کی باتوں اور نفس کے چھپے ارادوں کی بھی خبر ہے۔ لہٰذا تو میرے گناہ معاف فرمادے۔ اے اللہ! اے ارحم الراحمین میں تجھ سے ایسا ایمان چاہتا ہوں جو میرے دل میں اُتر جائے اور بس جائے، اور ایسا سچا یقین تجھ سے مانگتا ہوں جس کے بعد یہ حقیقت مجھ پر پوری طرح کھُل جائے کہ صرف وہی حالت مجھ پر آسکتی ہے جو تو نے میرے لیے لکھ دی ہے اور میرا دل اس پر بالکل راضی اور مطمئن ہو جائے جو تو نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے۔

ملتزم پر دُعا

طواف کے بعد کے اس دو گانہ اور دُعا سے فارغ ہو کر ملتزم پر آئیے حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ڈھائی گز کے قریب بیت اللہ شریف کی دیوار کا جو حصہ ہے وہ ملتزم کہلاتا ہے، یہ دُعا کی قبولیت کا خاص مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس سے رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح لپیٹ جاتے تھے، جس طرح بچہ ماں کے سینہ سے لپٹ جاتا ہے۔ اگر موقع ملے (اور انشاء اللہ آپ کو موقع ملے گا) تو اس سے لپٹ جائیے، اپنا سینہ اس سے لگا دیجئے، اور کبھی داہنا اور کبھی بایاں رخسار اس پر رکھیے اور خوب رو رو کر دُعائیں کیجیئے، اور کچھ اٹھا نہ رکھیئے، جو بھی دل میں آئے مانگیئے جس زبان میں جی چاہے مانگیئے، اور یہ سمجھ کر مانگیئے کہ رب کریم کے آستانہ پر پہونچ گیا ہوں اور اس کی چوکھٹ سے لگا کھڑا ہوں، اور وہ میرے حال کو دیکھ رہا ہے، اور میری آہ وزاری سُن رہا ہے۔

اس موقع پر جہنّم سے نجات اور جنّت میں بے حساب داخلہ کی دُعا ضرور کیجیئے اور اس دُعا کیلیے یہ مختصر الفاظ اگر یاد ہوجائیں تو یاد کرلیجیئے:۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا مِنَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ؕ

اے اس قدیمی گھر کے مالک ہماری گردنوں کو دوزخ کے عذاب سے آزاد کردے، اور جنّت میں بلا حساب کے محض اپنے کرم اور اپنی بخشش سے ہمیں

داخل کرے۔

اور اگر آپ یاد کر سکیں تو اس موقع کے لیے یہ چند دُعائیہ جملے اس عاجز کو بہت محبوب ہیں:۔

اِلٰهِیْ عَبْدُكَ بِبَابِكَ فَقِيْرُكَ بِبَابِكَ سَائِلُكَ بِبَابِكَ

مِسْكِيْنُكَ بِبَابِكَ ذَلِيْلُكَ بِبَابِكَ ضَعِيْفُكَ بِبَابِكَ ضَيْفُكَ

بِبَابِكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۝

اِرْحَمْنِيْ يَا مَوْلَائِیْ يَا مَوْلَائِیْ أَنْتَ الْغَفَّارُ وَاَنَا الْمُسِيْئُ وَهَلْ

يَرْحَمُ الْمُسِيْئَ اِلَّا الْغَفَّارُ ـــــ مَوْلَائِیْ مَوْلَائِیْ اَنْتَ

الْمَالِكُ وَاَنَا الْمَمْلُوْكُ وَهَلْ يَرْحَمُ الْمَمْلُوْكَ اِلَّا الْمَالِكُ

خداوندا! تیرہ بندہ تیرے در پہ حاضر ہے، تیرا فقیر تیرے در پہ ہے تیرا منگتا تیرے در پہ ہے، تیرا مسکین تیرے دروازہ پر ہے، تیرا ذلیل بندہ تیرے دروازہ پر ہے، تیرا کمزور بندہ تیرے در دازہ پر ہے تیرا مہمان تیرے دروازہ پر ہے، اے سب جہانوں کے پروردگار۔

رحم کر مجھ پر میرے مولا میرے آقا، تو بہت بخشنے والا ہے اور میں مجرم ہوں، اور بخشنے والا ہی مجرم پر رحم کرتا ہے ـــــ میرے مولا میرے آقا، تو مالک ہے، اور میں تیرا مملوک ہوں اور مملوک پر اس کا مالک ہی رحم کرتا ہے۔

مولایَ مولایَ أنتَ الربُّ
وأنا العبدُ وھل یرحمُ العبدَ
إلّا الربّ ــــ مولایَ مولایَ
أنتَ الرّازقُ وأنا المرزوقُ
وھل یرحمُ المرزوقَ إلّا
الرّازقُ ــــ مولایَ مولایَ
أنتَ الکریمُ وأنا اللّئیمُ وھل
یرحمُ اللّئیمَ إلّا الکریمُ
ــــ مولایَ مولایَ أنتَ
العزیزُ وأنا الذّلیلُ وھل یرحمُ
الذّلیلَ إلّا العزیز ــــ
مولایَ مولایَ أنتَ القویُّ
وأنا الضّعیفُ وھل یرحمُ
الضّعیفَ إلّا القویُّ ــــ
مولایَ مولایَ أنتَ الغفورُ
وأنا المذنبُ وھل یرحمُ
المذنبَ إلّا الغفورُ۔

میرے مولا میرے آقا، تو میرا رب ہے
اور میں تیرا بندہ ہوں، اور بندہ پر اُسکا
رب ہی رحم کرتا ہے ــــ میرے مولا میرے
آقا! تو رازق ہے اور میں مرزوق ہوں
اور مرزوق پر رازق ہی رحم کرتا ہے۔
میرے مولا میرے آقا! تو کریم ہے اور میں
لئیم ہوں اور لئیم پر کریم ہی رحم کرتا
ہے ــــ میرے مولا، میرے آقا!
تو عزت و غلبہ والا ہے اور میں
ذلیل اور پست ہوں، اور ذلیل
پر عزت والا ہی رحم کرتا ہے ــــ
میرے مولا، میرے آقا! تو قوت والا
ہے اور میں کمزور ہوں، اور قوت والا
ہی کمزور پر رحم کرتا ہے ــــ
میرے مولا میرے آقا! تو بخشنے
والا ہے اور میں گناہگار ہوں اور
بخشنے والا ہی گناہگار پر رحم کرتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ تَرْحَمْنِیْ فَاَنْتَ
اَھْلٌ وَاِنْ تُعَذِّبْنِیْ فَاَنَا اَھْلٌ
فَارْحَمْنِیْ یَا اَھْلَ التَّقْوٰی وَیَا
اَھْلَ الْمَغْفِرَۃِ وَیَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِیْنَ وَیَا خَیْرَ
الْغَافِرِیْنَ ؕ

خداوندا! اگر تو مجھ پر رحمت فرمائے
تو یہ تیری شان کریمی کے لائق ہے
اور اگر تو مجھے عذاب دے تو بلا شبہ میں
اسی قابل ہوں، تو اے مولا میرے
ساتھ تو اپنی شان کے مطابق معاملہ
فرما اور مجھ پر رحم کر، اے تقویٰ کے
قابل اے مغفرت والے، اے
ارحم الراحمین، اے خیر الغافرین۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ
اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ
الْمِیْعَادَ ؕ

اے اللہ! تو نے اپنی مقدس
کتاب میں فرمایا ہے، مجھ سے دعا
کرو میں قبول کروں گا، اور تو
وعدہ خلافی کرنے والا نہیں۔

وَصَلِّ اَللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی
عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ
وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا تُحِبُّ
وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی ؕ

اور اے اللہ! صلوٰۃ و سلام
نازل فرما اپنے بندہ اور رسول حضرت
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، اور ان
کے آل و اصحابؓ اور ازواج و
ذریات پر، اور انکے سب گھر والوں پر۔

یہ بات پھر سن لیجئے اور یاد رکھیئے کہ یہ دعا، یا کوئی اور خاص دعا مقرر نہیں ہے اصل بات وہی ہے کہ دل سے مانگیئے، چاہے کسی زبان میں مانگیئے، اپنے لیے مانگیئے، اپنے والدین اور دوسرے اعزہ اور دوستوں اور محسنوں کے لیے مانگیئے، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوری امت کے لیے مانگیئے۔ اور دنیا و آخرت کی ہر ضرورت اور ہر نعمت مانگیئے!۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری،
بدرگاہش بیا و ہر چہ مے خواہی تمنا کن

زمزم شریف پر

ملتزم پر دعا کر کے زمزم شریف پر آیئے اور قبلہ رو ہو کر بسم اللہ پڑھ کر تین سانس میں خوب ڈٹ کر آب زمزم پیجئے، اور الحمد للہ کہہ کر یہ دعا مانگیئے!:-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ۔

اے اللہ! مجھے علم نافع نصیب فرما اور وسعت اور فراخی کے ساتھ روزی عطا فرما، اور ہر بیماری سے شفا دے۔

یہ نہ بھولیے کہ آپ نے تمتع کا ارادہ کیا ہے اور اس لیے میقات پر آپ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے، اور یہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں عمرہ ہی کے سلسلہ میں کر رہے ہیں۔ عمرہ میں احرام کے بعد تین ہی کام کرنے ہوتے ہیں۔ ایک طواف، دوسرے

صفا مروہ کے درمیان سعی اور اس کے ختم پر سر منڈانا یا کتروانا ——— طواف آپ کر چکے اب آپ کو سعی کرنا ہے جو مسجد حرام سے باہر صفا مروہ کے درمیان ہوتی ہے۔

صفا مروہ کے درمیان سعی

اب آپ پھر حجر اسود پر آیئے اور اوپر بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق پھر اس کا استلام کیجئے اور صرف یہ استلام کر کے سعی کے لیے مسجد حرام کے دروازہ "باب الصفا" سے باہر نکلیے، نکلتے وقت بایاں قدم پہلے باہر رکھیئے اور دعا کیجئے:۔

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذُنُوْبِي وَافْتَحْ لِي اَبْوَابَ فَضْلِكَ"

صفا پہاڑی کی سیڑھیاں (جہاں سے سعی شروع کی جاتی ہے)، باب الصفا سے بالکل قریب ہیں، دو منٹ کا راستہ بھی نہیں ہے۔ جب آپ صفا کے قریب پہونچیں تو بہتر ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع میں آپ زبان سے کہیں:۔

"اَبْدَءُ بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ"

پھر صفا کی سیڑھیوں پر چڑھ جایئے، زیادہ اوپر جانے کی ضرورت نہیں بس پہلی یا دوسری سیڑھی پر بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو جایئے، اُس وقت بیت اللہ شریف آپ کی نظر کے سامنے ہوگا۔ اب آپ دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اس طرح اُٹھا کے جس طرح دُعا میں اُٹھائے جاتے ہیں، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کیجئے، اور اس کی توحید بیان کیجئے ——— تیسرا کلمہ:۔

"سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ"

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا بڑا جامع کلمہ ہے، اس لیے اسی کو تین دفعہ کہہ لیجئے ـــ
اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیجئے کہ اُس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس مبارک اور مقدس مقام تک پہنچایا، پھر خوب اطمینان سے دُعا کیجئے، اور یہاں بھی جو جی چاہے مانگیے، پھر نیچے اتر کر مروہ کی طرف چلیے۔ اگر آپ بالکل خاموش چلیں گے جب بھی سعی ادا ہو جائے گی، لیکن مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اس وقت کا ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گذاریے، اور دل و زبان کو برابر ذکر اللہ اور دُعا میں مصروف رکھیے، اس وقت کیلیے بھی کوئی دُعا حتمی طور پر مقرر نہیں ہے۔ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ مختصر دُعا منقول ہے آپ بھی اس کو یاد کرلیجئے، اور سعی کے دوران میں اس کو خاص طور سے وردِ زبان رکھیے:۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ؕ

اے پروردگار! بخش دے اور رحم فرما اور ہماری جو خطائیں تیرے علم میں ہیں اُن سے درگزر فرما، تو بہت غالب اور بڑا طاقت ور ہے اور بڑا کریم ہے۔

اور اس کے علاوہ بھی جس ذکر یا جس دُعا میں جی لگے دل اور زبان کو اس میں مصروف رکھیے! صفا سے کچھ دور چل کر دائیں بائیں دو ہرے ستون نظر آئیں گے وہاں سے دوڑ کر چلیے، اس کے بعد پھر ایسے ہی دو ہرے ستون اور نظر آئیں گے وہاں پہونچ کر دوڑنا ختم کر دیجئے اور پھر مروہ تک اپنی چال سے چلیے۔ مروہ پر پہونچکر ایک دو سیڑھی چڑھ جایئے اور قبلہ رو ہو کر یہاں بھی اسی طرح دعا کیجئے جس طرح صفا پر کی تھی ـــ یہ سعی

کا ایک پھیرا ہوگیا، پھر اسی طرح مروہ سے صفا تک سعی کیجئے، یہ دوسرا پھیرا ہوگیا۔ اسی طریقہ پر سات پھیرے پورے کیجئے، ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔ ہر پھیرے میں جب صفا یا مروہ پر پہنچا ہو تو وہاں قبلہ رو کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر دعا کیجئے۔ اور صفا مروہ ہی نہیں بلکہ ہر مقام پر اس یقین کے ساتھ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ سننے والے قبول کرنے والے ہیں، اُن کے خزانے میں سب کچھ ہے، وہ سب کریموں سے بڑے کریم ہیں وہ مجھے اپنے کرم سے محروم نہیں رکھیں گے، اور میری دعا اپنے کرم سے ضرور قبول فرمائینگے۔

سعی کے بعد سر کے بال منڈوائیے یا کتروائیے

سعی کے سات پھیرے کر کے آپ کی سعی بھی پوری ہوگئی، اب آپ اپنے سر کے بال منڈوا دیجئے یا کتروا دیجئے۔

لیجئے عمرہ پورا ہوگیا اور آپ کا احرام ختم ہوگیا، اب احرام کی کوئی پابندی نہیں رہی۔ نہائیے دھوئیے، سلے کپڑے پہنئے، خوشبو لگائیے، اب آپ کے لیے وہ سب چیزیں جائز ہوگئیں جو احرام کی وجہ سے ناجائز ہوگئی تھیں۔

حج سے پہلے مکۂ معظمہ کے زمانۂ قیام کے مشاغل

اب انشاء اللہ حج کا احرام آپ آٹھویں ذی الحجہ کو باندھیں گے، اُس وقت تک آپ مکۂ معظمہ میں بغیر احرام کے رہیں گے، اس مدت کے ہر منٹ اور ہر سکنڈ کو غنیمت سمجھئے، فضول اور لایعنی مشاغل میں اپنے وقت کا کوئی حصہ نہ گذاریئے۔ مکۂ معظمہ کے اس زمانۂ قیام میں جہاں تک ہو سکے مسجد حرام ہی میں وقت

زیادہ گذاریے، نہ معلوم پھر کبھی عمر میں یہ سعادت میسر آئے نہ آئے۔ کثرت سے طواف کیجیے خوب نفل نمازیں پڑھیئے، ذکر و تلاوت کے لیے بھی اس سے بہتر کون جگہ ہو سکتی ہے، اور اگر کسی وقت وہاں بیٹھا بھی ہو تو محبّت اور عظمت کے ساتھ بیت اللہ شریف کو بار بار دیکھیے، ربّ العالمین کی یہ وہ تجلّی گاہ ہے جس کی طرف نظر کرنا بھی عبادت ہے اس کی عظمت و رفعت کا اندازہ بس اسی سے کیجیے کہ خاتم الانبیاء و المرسلین سیّد الاوّلین والآخرین حضرت محمّد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس کا طواف کرتے تھے، اور اسی کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے کا آپ کو حکم تھا، اور اب قیامت تک کے لیے وہی اور صرف وہی خدا پرستوں کے لیے واحد قبلہ ہے۔

نیز اس زمانہ میں بھی تبلیغ و تعلیم کے کام میں برابر حصّہ لیتے رہیئے۔ دین کی تبلیغ و تعلیم کا سلسلہ اسی مسجد حرام سے، اور اسی مقدس شہر سے شروع ہوا تھا۔ اگر آپ کی کوشش اور تعاون سے یہاں پھر وہی تبلیغی اور تعلیمی فضا قائم ہو جاتی ہے تو یقیناً آپ کا یہ عمل اللہ کے نزدیک بہت محبوب اور بڑا وزنی ہوگا۔

آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام، اور منیٰ روانگی

حج کا احرام آپ اگرچہ آٹھویں ذی الحجہ سے پہلے بھی باندھ سکتے ہیں، لیکن سہولت آپ کے لیے اسی میں ہے کہ آٹھویں ہی کی صبح کو باندھیں۔ جہاز میں احرام باندھنے سے پہلے آپ نے جس طرح غسل کیا تھا اسی طرح اب بھی پہلے غسل کیجیے، اور کسی وجہ سے غسل

نہ ہو سکے تو صرف وضو ہی کر کے ایک لنگی باندھ لیجئے اور ایک چادر اوڑھ لیجئے، اس کے بعد مسجد حرام ہی میں پہلے دوگانہ احرام پڑھیئے (اور جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے، یہ دوگانہ سر ڈھاک کر پڑھنا چاہیئے) پھر سلام پھیرتے ہی سر کھول کے حج کی نیت کرتے ہوئے تین دفعہ تلبیہ پڑھیئے :-

"لبیك اللّٰھُمّ لبیك، لبیك لاشریك لك لبیك، ان الحمد و النعمة لك و الملك لاشریك لك"

تلبیہ پڑھتے وقت یہ خیال کیجئے کہ میرے مالک اور پروردگار نے اب سے ہزاروں برس پہلے حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ اپنے بندوں کو حج کا جو بلاوا دلوایا تھا، اور اپنے گھر کی حاضری کے لیے بلوایا تھا، میں یہ اس کا جواب عرض کر رہا ہوں، اور اپنے مالک ہی سے عرض کر رہا ہوں، اور وہ سُن رہا ہے، اور میرے اس حال کو دیکھ رہا ہے۔

تلبیہ کے بعد جو جی چاہے دُعا کیجئے، لیکن اس موقع پر خصوصیت سے آپ کو یہ دُعا کرنی چاہیئے کہ :-

"اے اللہ! میں تیرے حکم کی تعمیل میں اور تیری رضا کے لیے اپنا ملک اور گھر بار چھوڑ کے تیرے در پہ حاضر ہوا ہوں، اور میں نے حج کا احرام باندھا ہے، تو اپنی خاص مدد و توفیق سے صحیح طریقہ پر میرا حج ادا کرا دے اور اپنے خاص کرم سے اس کو قبول فرما، اور حج کی خاص برکتوں سے مجھے سرفراز فرما۔ میں تجھ سے بس تیری رضا اور جنّت کا سوال کرتا ہوں

اور دوزخ سے اور تیری ناراضی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ مجھے
دنیا اور آخرت کی بھلائی اور عافیت نصیب فرما، اور میری ساری خطائیں
معاف فرما"

بس نیت کرکے اور تلبیہ پڑھ کے آپ محرم ہوگیے اور احرام کی وہ ساری پابندیاں آپ پر پھر عائد ہوگئیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اب آپ دسویں تاریخ کو قربانی کرکے جب سر منڈوا دیں گے یا بال ترشوائیں گے تب آپ کا احرام ختم ہوگا۔ اب آپ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے، ذوق و شوق اور اللہ کی عظمت و محبت کے استحضار کے ساتھ تلبیہ کثرت سے پڑھتے رہیے۔ عمرہ کے احرام کے بعد طواف شروع کرنے پر تلبیہ کا سلسلہ ختم ہوا تھا، اور اب حج کے اس احرام کے بعد دسویں تاریخ کو جب آپ جمرۃ العقبیٰ کی رمی کریں گے تو اس وقت تلبیہ کا سلسلہ ختم ہوگا۔

اچھا آج آٹھویں تاریخ کو آپ نے حج کا احرام باندھ لیا، اب آج ہی آپ کو منیٰ جانا ہے۔ منیٰ مکہ معظمہ سے قریباً تین ساڑھے تین میل ہے، پیدل جانا بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ اگر ہمت کر سکیں تو بہتر یہی ہے کہ پیدل ہی جائیں، اور چونکہ اب مکہ معظمہ آپ کی مستقل واپسی بارھویں یا تیرھویں ذی الحجہ کو ہوگی، اس لیے ۴، ۵ دن گذارنے کا ضروری سامان بھی اپنے ساتھ لے لیں۔ منیٰ میں اچھا خاصا بازار ہوتا ہے، کھانے پینے کی وہ سب چیزیں وہاں مل جاتی ہیں جو مکہ معظمہ کے بازاروں میں ملتی ہیں، اس لیے ایسی چیزیں باندھ کے لیجانے کی ضرورت نہیں۔

ایک کارآمد نکتہ

منیٰ جاتے وقت، اور اسی طرح منیٰ سے عرفات، وہاں سے مزدلفہ اور پھر وہاں سے منیٰ روانہ ہوتے وقت آپ یہ خیال کریں کہ میرا مولا اب مجھے وہاں بلا رہا ہے، اور بس یہ خیال کرکے وہاں کو روانہ ہوا کریں۔ اگر یہ بات آپ کو نصیب ہو گئی تو انشاء اللہ اس چلت پھرت اور دوڑ بھاگ میں آپ بڑی لذت پائیں گے۔

منیٰ کے لیے سویرے ہی چل دیجئے تاکہ دھوپ میں تیزی آنے سے پہلے آپ وہاں پہنچ جائیں اور اگر چاہیں تو مسجد خیف میں اچھی جگہ پاسکیں ———— ہاں غفلت نہ ہو راستہ میں شوق و ذوق سے تلبیہ پکارتے چلئے!

۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں آپکے مشاغل

آج منیٰ میں کوئی خاص کام آپ کو نہیں کرنا ہے بلکہ آج کا دن اور آج کی رات (یعنی آٹھویں ذی الحجہ کا دن اور آٹھویں اور نویں ذی الحجہ کی درمیان رات) یہاں گذارنا ہی بس ایک عمل ہے۔ نمازوں کے وقت پر نمازیں پڑھیئے، ذکر و تلاوت کیجیے، دعائیں کیجئے اور دوسروں کو ان اعمالِ خیر کی ترغیب دیجئے۔ تبلیغ اور دعوت کا کام کرنے والے اللہ کے بندوں کے ساتھ مل کر اس سعادت عظمیٰ میں بھی ضرور حصہ لیجئے۔ اور اس وقت کو یاد کیجئے جب منیٰ کے اسی میدان میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا پیام اور کلمہ لے کر یہاں جمع ہونے والے لوگوں میں پھیرا کرتے تھے، اور اللہ کی طرف اور اس کے دین کی طرف ان کو بلایا کرتے تھے۔

نویں کی صبح کو عرفات روانگی

نویں ذی الحجہ کی صبح کو سورج نکلنے کے بعد یہاں سے عرفات چلنا ہوگا، عرفات منیٰ سے قریباً چھ میل ہے۔ اللہ کے بہت سے بندے یہ راستہ بھی پیدل طے کرتے ہیں، بلکہ اس کا حق تو یہ ہے کہ سر کے بل طے کیا جائے۔ لیکن اگر آپ کو اپنے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ آپ پیدل گیے تو اتنے تھک جائیں گے کہ ذکر و دعا میں جو نشاط اور خوشدلی ہونی چاہیئے خدانخواستہ وہ حاصل نہ ہو سکے گی تو پھر آپکے لیے بہتر یہ ہے کہ آپ سواری سے چلے جائیں۔ موٹر والے صرف روپیہ دو روپیہ کرایہ لیں گے، اور آپ چند منٹ میں عرفات پہنچ جائیں گے۔

دیکھیے اس وقت بھی تلبیہ سے غفلت نہ ہو، راستہ میں پکارتے چلیے:۔

لبیك اللّٰهم لبیك، لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك

عرفات کا پروگرام

عرفات پہونچ کر اگر آپ اپنے لیے ضروری سمجھیں تو کچھ حرج نہیں ہے کہ زوال سے پہلے کچھ دیر آرام بھی کرلیں، پھر جب زوال کا وقت قریب آگئے اور آپ کو غسل کے لیے پانی مل سکے (اور اب بآسانی مل جاتا ہے) تو بہتر یہ ہے کہ غسل کرلیں، لیکن اس غسل میں جسم سے میل اتارنے کی کوشش نہ کریں، بس سارے جسم پر پانی بہالیں، زوال ہوتے ہی مسجد نمرہ میں ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ جماعت سے ہوگی۔ اگر وہاں پہنچ سکیں تو پھر

امام کے ساتھ آپ بھی دونوں نمازیں ساتھ پڑھیں، لیکن اگر کسی وجہ سے اس نماز میں شرکت نہ ہو سکے تو پھر ظہر کی نماز ظہر کے وقت پر اور عصر کی عصر کے وقت میں پڑھیں۔

عرفات کے یہ چند گھنٹے سارے حج کا نچوڑ ہیں، خدا کے لیے ان کا ایک لمحہ غفلت میں ضایع نہ کیجئے، یہاں کا خاص الخاص وظیفہ دُعا و استغفار ہے، لیکن ہم جیسے عوام کے لیے دیر تک دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ صرف دُعا میں مشغول رہنا اور اس میں توجہ الی اللہ کا قائم رہنا مشکل ہے، اس لیے اپنے ذوق کے مطابق ذکر و تسبیح تکبیر و تہلیل اور تلاوت کا بھی شغل رکھئے اور تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفہ سے تلبیہ بھی کہتے رہیئے، اور جب دُعا کرنی ہو تو اپنی بے بسی و حاجت مندی اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا قدرت اور شانِ کُن فیکون کا استحضار کر کے اور زیادہ سے زیادہ الحاح اور انابت کی کیفیت اپنے اندر پیدا کر کے اور عرفات میں حاضر ہونے والوں کے لیے مغفرت اور دُعاؤں کی قبولیت کے جو الٰہی وعدے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں اُن کو دل میں حاضر کر کے اور ان کی سچائی کا کامل یقین اپنے دل میں پیدا کر کے پہلے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور ہر طرح کے اور ہر منزل کے مواخذہ اور عذاب سے نجات مانگیئے، اور ہمت پڑ سکے تو مغفرت بلا حساب کا سوال کیجیئے، اپنی سیاہ کاریوں اور تباہ کاریوں کو یاد کر کر کے روئیے، خوب پھوٹ پھوٹ کے روئیے، اور آج رونے اور مانگنے میں کوئی کمی نہ کیجئے، دنیا اور آخرت کی اپنی سب ضرورتیں مانگیئے، اللہ و رسول کے بعد اس دنیا میں آپ کے ماں باپ آپ کے سب سے بڑے محسن ہیں ان کے لیے بھی خوب دُعائیں کیجئے۔

ان کے علاوہ اپنے اور محسنوں، محبوں مخلصوں اور اعزہ و متعلقین کے لیے مانگیے، سب ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے مانگیے ——— اور اس سب کے علاوہ دین کی پھر سے سرسبزی اور سربلندی اور اس کے ساتھ اپنی اور اپنی نسلوں کی اور سب مسلمانوں کی گہری اور دائمی وابستگی خوب الحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگیے۔ اس موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر بھر کی اُن محنتوں کو نہ بھولیے جو دین کے پھیلانے اور بندوں کا رشتہ اللہ سے جوڑنے کی راہ میں آپ نے فرمائیں ہمارا ایمان، ہماری نماز، ہمارا حج، اور ہمارا ہر دینی عمل اُس محنت و کاوش ہی کا پھل ہے، اس لیے خوب دل سے آپ کے لیے اور آپ کے آل و اصحاب اور ہر زمانہ کے دین کے خادموں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے رحمت اور رفع درجات کی دُعا کیجیے، بہتر ہے کہ یہی آپ کی دُعا کا خاتمہ ہو۔

عرفات میں اپنا ایک مشاہدہ

گذشتہ سال (۱۳۶۸ھ) جب یہ سیاہ کار وہاں حاضر ہوا تو عرفات کے اسی میدان میں ایک شخص کو دیکھا کہ ظہر کے بعد سے وہ ایک جھاڑی کی آڑ لے کر اور اپنے رفیقوں سے بھی الگ ہو کر ریت کے ایک ٹیلے پر پڑ گیا، ماثورہ دعاؤں کی کوئی کتاب بھی اُس کے ساتھ تھی (مُلّا علی قاری کی "الحزب الاعظم" ہوگی، یا مولانا تھانویؒ کی مناجاتِ مقبول) کبھی بلبلا بلبلا کر اس کتاب سے دُعائیں پڑھتا تھا، کبھی کتاب ہاتھ سے رکھ کے اپنی زبان میں اپنی دنیوی اور اُخروی حاجتیں اپنے ربِ کریم سے مانگنے لگتا تھا، کبھی سجدہ میں گر کے

آہ وزاری کرتا تھا، غالباً کئی گھنٹے اُس کا یہی حال اور یہی شغل رہا۔ اُس کا تڑپنا بلبلانا اور بے تحاشا آنسوؤں کے بہنے سے اُس کی داڑھی اور احرام کی چادر تک کا تربتر ہوجانا اور الحاح وابتہال کی ایک عجیب شان کے ساتھ اپنے کریم رب سے اُس کا مانگنا دیکھ کر یقین سا ہوتا تھا کہ جس رب کی صفت رحمٰن اور رحیم ہے، اور جو اپنی ذات سے جوّاد، وہاب اور کریم ہے، وہ اپنے در کے اس منگتا کو محروم واپس نہ کرے گا۔

بہرحال عرفات کے میدان میں آج کے دن جس کو الحاح اور ابتہال کی کیفیت میسر آجائے یا اس قسم کی کسی کیفیت کے پیدا نہ ہونے پر جس کا دل ہی ٹوٹ جائے انشاءاللہ اُس کی کامیابی اور فائز المرامی یقینی ہے ——— یہاں بے اختیار یہ کہہ دینے کو جی چاہتا ہے کہ ان کیفیات کے حاصل ہونے کا عام ذریعہ اس دنیا میں ان کیفیات والوں کی محبت اور صحبت ہے۔ اس لیے بہتر ہو کہ حج کو جانے سے پہلے کسی صاحبِ دل کی خدمت وصحبت میں کچھ وقت گذار کے آپ جائیں ؎

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی
با سوختگاں بہ نشیں شاید کہ تو ہم سوزی

اور الحمدللہ کہ ابھی اللہ کی یہ دنیا اللہ کے ایسے بندوں سے بالکل خالی نہیں ہوئی ہے۔

جبل رحمت کے قریب دُعا

جب دھوپ ہلکی پڑجائے تو لبیک لبیک پکارتے ہوئے "جبلِ رحمت" کی طرف

جایئے، (جبل رحمت عرفات ہی میں وہ جگہ ہے جہاں حجۃ الوداع میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قیام فرمایا تھا، اور خطبہ ارشاد فرمایا تھا) یہاں بھی خوب دل کھول کے اپنے رب سے دعائیں مانگیے۔

اپنی مغفرت کا یقین

عرفات میں جمع ہونے والوں، دعائیں مانگنے والوں، اور مغفرت چاہنے والوں کے لیے اللہ پاک کے بڑے بڑے کریمانہ وعدے ہیں، دل میں انکا استحضار کرکے اور اُن کو یاد کرکے اُن پر یقین کیجیے، اور اپنے نفس کی گندگی اور شرارت اور عمر بھر کے گناہوں کی کثرت کے ذاتی علم کے باوجود اللہ کی غفاری اور کریمی کے بھروسہ پر یقین کرلیجیے کہ اُس نے آج آپکے گناہوں کو معاف فرمادیا، اور آپ کے لیے مغفرت اور جنت کا فیصلہ کردیا ـــــــ یہ یقین اپنے دل میں پیدا کرکے اُس رب کریم کا شکر ادا کیجیے اور رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کے اہلبیت اور رفقاء پر درود وسلام پڑھیے کہ انھیں کی رہنمائی اور سعی وکوشش نے آپ کو اللہ سے آشنا کیا، اور ملتِ ابراہیمی سے آپ کا رشتہ جوڑا۔

لیجیے "وقوفِ عرفات" جو حج کا رکنِ اعظم ہے (اور اگر خدانخواستہ وہ فوت ہوجائے تو حج ہی فوت ہوجاتا ہے) الحمد للہ آپ کو نصیب ہوگیا۔

حج مبارک! آپ کے اخلاص ومحبت سے امید کرنے کا اس عاجز کو حق ہے کہ اپنی دُعاؤں میں اس نامہ سیاہ کو بھی آپ یاد رکھیں گے، تاہم مکرر گذارش ہے۔ ؎

"وقت پر بھول نہ جانا یہ ذرا یاد رہے"

عام ناظرین سے اس عاجز کی التجا

حج کو جانے والے اللہ کے جن بندوں کی نظر سے یہ اوراق گذریں اُن سب سے بھی اس عاجز کی عاجزانہ التجا ہے کہ اس سیاہ کار کے لیے بھی موت کے وقت تک دین و ایمان پر ثابت وقائم رہنے اور دین کی جد وجہد سے وابستہ رہنے کی اور مرنے کے بعد مغفرت وجنت کی دُعا فرمائیں، بڑا احسان ہوگا ——— یہ حقیر فقیر آپ سب کی دُعاؤں کا بڑا محتاج ہے، للہ صدقہ خیرات سمجھ کر ہی اس کو بھی اپنی دعا والتجا کا کوئی حصہ عطا فرما دیں، کیا عجب کہ آپ ہی کی دُعا سے اس سیاہ کار کا بیڑا پار لگ جائے۔

عرفات سے مزدلفہ

جب آفتاب غروب ہو جائے تو مغرب کی نماز پڑھے بغیر یہ تصور کرتے ہوئے کہ اب میرا مولا مجھے مزدلفہ میں بلا رہا ہے اور آج کی رات مزدلفہ ہی اس کی خاص تجلی گاہ ہے، تلبیہ پکارتے ہوئے اور اللہ کو یاد کرتے ہوئے عرفات سے مزدلفہ روانہ ہو جائیے یہاں سے مزدلفہ تین میل کے قریب ہے ——— مغرب بعد کے ٹھنڈے وقت میں یہ تھوڑی سی مسافت پیدل بھی آسانی سے طے ہو سکتی ہے، لیکن اگر اس وقت آپ اپنے میں سستی اور تھکن محسوس کریں تو پھر بہتر یہ ہے کہ لاری یا موٹر سے چلے جائیں تاکہ وہاں پہنچ کر نشاط اور جمعیت خاطر کے ساتھ ذکر وعبادت اور دُعا و استغفار میں مشغول رہ سکیں۔

آج کے دن مغرب کی نماز عشا کے وقت میں عشا کے ساتھ ملا کر یہیں مزدلفہ پہنچکر

پڑھی جاتی ہے۔

شبِ مزدلفہ کی فضیلت

مزدلفہ کی اسی رات کے متعلق قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے:۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۞

جب تم عرفات سے واپس ہو کر مزدلفہ آؤ تو یہاں مشعر حرام کے پاس اللہ کے ذکر میں مشغول رہو۔

تبلایا گیا ہے کہ مزدلفہ میں رات کو رہنے والے حجاج کے حق میں یہ رات شبِ قدر سے افضل اور زیادہ قابلِ قدر ہے۔

صحیح روایات میں یہ بھی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرفات میں اُمت کے حق میں اللہ تعالےٰ سے بہت کچھ مانگا تھا، اور سوا ایک چیز کے اور تمام چیزوں کے متعلق قبولیت کی خوشخبری سنا کر آپ کو مطمئن کر دیا گیا تھا لیکن مزدلفہ کی رات میں آپ نے اپنے رب سے پورے الحاح اور ابتہال کے ساتھ اس چیز کا پھر سوال کیا، تو یہاں اُس کی بھی قبولیت کی خوشخبری آپ کو سنا دی گئی، اور آپ نہایت مسرور اور اُمت کے انجام سے مطمئن ہوئے، اور شیطان کو آپ نے دیکھا کہ آپ کی اس دُعا کی قبولیت پر سخت واویلا کر رہا ہے اور اپنے سر پر خاک ڈال رہا ہے۔

بہرحال اس رات کی عظمت اور قدر و قیمت کو یاد رکھیے۔ بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ عرفات کے دن بھر کے تھکے ہارے یہاں پہنچ کر نیند سے مغلوب ہو کر پڑجاتے ہیں۔

اور یہ رات سوتے ہی میں کٹ جاتی ہے اس لیے آپ اس کا پورا اہتمام کیجئے کہ رحمت اور برکت والی یہ رات کہیں صرف نیند کی نذر ہو کے نہ رہ جائے ـــ اگر جسم پر تھکن کا اثر زیادہ ہو اور طبیعت سونے کے لیے مضطر ہو تو پھر یہ بہتر ہوگا کہ یہاں پہنچ کر پہلے مغرب و عشا کی نماز پڑھ کے اور تھوڑی سی دیر اللہ کی تسبیح و تقدیس اور تکبیر و تہلیل اور حمد و شکر کر کے اور اُس کے حضور میں دُعا اور توبہ و استغفار میں مشغول رہ کے کچھ وقت کے لیے شروع رات میں آپ سو جائیں اور پھر اُٹھ کر تہجد پڑھیں اور پھر فجر تک ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور پورے الحاح و ابتہال کے ساتھ یہاں بھی عرفات ہی کی طرح دُعا و استغفار کریں اور رب کریم سے خوب مانگیں، سر ہو کے اور رو رو کے مانگیں۔ ان مقامات پر جو بندہ جتنا سر ہو کے اور جتنا لیلیٹ بن کے مانگے، اُس پر اتنا ہی رب کریم کا پیار ہوگا ـــ قربان جایئے اس کرم کے کہ ان کو مانگنا اور سر ہو کے مانگنا پسند ہے اور جو اُن سے جتنا مانگے اتنا ہی ان کو اس پر پیار آتا ہے۔ انہ برٌ جوادٌ کریم۔

اور جیسا کہ دوسرے مقامات کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا ہے، عرفات اور مزدلفہ کے لیے بھی کوئی مخصوص دُعا تعلیم نہیں فرمائی گئی ہے اس لیے دنیا اور آخرت کی اپنی ہر ضرورت مانگیئے، اور ابھی ابھی عرفات کی دُعا کے سلسلہ میں جن چیزوں کی دُعا کا مشورہ عرض کیا گیا ہے اس کو اس جگہ بھی پیش نظر رکھیئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک خاص دُعا

جی چاہتا ہے کہ یہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک خاص دُعا بھی لکھ

دوں، یہ دُعا اس لائق ہے کہ دل دماغ میں اس کو اچھی طرح محفوظ کر لیا جائے اور ہر خاص
مقام اور موقع پر اللہ سے یہ دُعا مانگی جائے ——— اللہ اکبر! کیسی درد بھری دُعا
ہے اور اللہ کے حضور میں قلب کی شکستگی اور عبدیت کا کیسا مرقع ہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِیْ وَتَرٰی
مَكَانِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِيَتِیْ
وَلَا يَخْفٰی عَلَيْكَ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِیْ
وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ
الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُعْتَرِفُ
بِذَنْبِیْ اَسْاَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ
وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ
الذَّلِيْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ
الضَّرِيْرِ وَدُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ
لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ
وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ وَرَغِمَ لَكَ
اَنْفُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِكَ
شَقِيًّا وَكُنْ لِیْ رَءُوْفًا رَحِيْمًا۔ يَا
خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ۔

اے میرے اللہ! تو میری بات سنتا
ہے اور جس جگہ اور جس حال میں میں
ہوں وہ تیری نظر میں ہے، اور میرا
ظاہر و باطن سب تیرے علم میں ہے اور
میری کوئی چیز بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں
ہے، اور میں مصیبتوں اور دُکھوں کا مارا
ہوا ہوں، تیرے در کا فقیر ہوں، تیرے
ہی پاس فریاد لیکر آیا ہوں اور تجھ ہی سے
پناہ کا طالب ہوں، تیرا خوف اور ڈر مجھ پر
چھایا ہوا ہے، میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں،
میں تجھ سے بیکس اور بے وسیلہ مسکین کی طرح سوال
کرتا ہوں، اور ایک ذلیل گناہگار بندہ کی طرح تیرے حضور
میں گڑگڑاتا ہوں، اور خوف زدہ اور دُکھ درد
میں مبتلا کسی بندہ کی طرح تجھ سے دُعا کرتا ہوں۔

اُس بندہ کی سی دُعا جس کی گردن تیرے سامنے خم ہو، اور جس کے آنسو تیرے حضور میں بہہ رہے ہوں، اور جس کا جسم جھکا ہو، اور جو تیرے سامنے اپنی ناک رگڑ رہا ہو، اور زمین پر سر رکھے پڑا ہو۔ اے میرے اللہ! میری دُعا کو رد کر کے مجھے شقی نہ بنا، اور مجھ پر مہربانی اور رحم فرما، اے سب سے اچھے سب سے بڑے داتا، اے خیر المسؤلین۔

مختصر دعاؤں میں یہ دو دعائیں خاص طور سے اس لائق ہیں کہ یاد کر لی جائیں، اور ایسے موقعوں پر دل و زبان پر ان کو جاری رکھا جائے ——— ایک :-

"یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ"

یہ مع ترجمہ کے پہلے بھی لکھی جا چکی ہے ——— اور دوسری :-

اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتَکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ ؕ

اے میرے اللہ! تیری مغفرت میں میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسعت ہے اور مجھے اپنے اعمال سے بہت زیادہ تیری رحمت سے آس ہے۔

الغرض مزدلفہ کی اس رات میں بھی عرفات کے دن ہی کی طرح دُعا و استغفار کا اہتمام کیجئے، آج کل اکثر لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں اور بظاہر بڑے خسارہ میں رہتے ہیں۔

مزدلفہ سے منیٰ کو روانگی

فجر کی نماز مزدلفہ میں اوّل وقت پڑھ لیجئے اور اس کے بعد سورج نکلنے کے قریب

تک پھر اللہ کی تسبیح و تقدیس اور تکبیر و تہلیل اور حمد و ثنا میں اور دُعا و استغفار میں مشغول رہیئے، اور جب سورج نکلنے کا وقت بالکل قریب آجائے تو وہاں سے منیٰ کو روانہ ہو جائیے۔ منیٰ یہاں سے تین میل ہے، صبح کے ٹھنڈے وقت میں یہ راستہ آسانی سے پیدل طے ہو سکتا ہے۔ روانگی کے وقت یہ تصوّر کیجئے کہ اب میرا مولا مجھے منیٰ بُلا رہا ہے اور اس کا حکم ہے کہ میں وہاں پہنچ کر رمی اور قربانی کروں۔ بہرحال یہ تصوّر کر کے اور شوق و محبت اور ہیبت و عظمت کی کیفیت اپنے پر طاری کر کے تلبیہ پڑھتے ہوئے اب یہاں سے منیٰ کو روانہ ہو جائیے، اور اچھا یہ ہے کہ رمی کے لیے کنکریاں بھی یہاں سے ہی چُن لیجیے۔

راستہ میں "وادیٔ محسّر" ایک نشیبی جگہ آئے گی، یہ وہ مقام ہے جہاں ابرہہ کا لشکر اللہ کے حکم سے ہلاک ہوا تھا، یہاں سر جھکائے اور خوف و دہشت کی حالت اپنے اوپر طاری کیے دوڑ کے نکل جائیے۔

منیٰ میں جمرات کی رمی

روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) جب اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے ارادہ سے لے کر چلے اور منیٰ کی حدود میں پہنچے تو ایک جگہ شیطان سامنے آیا اور اُس نے اس ارادہ سے آپ کو باز رکھنے کی کوشش کی، حضرت ابراہیمؑ نے اس مردود کے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنس گیا، اور آپ آگے روانہ ہو گیے، کچھ دور چلے تھے کہ اللہ کا اور اللہ والوں کا وہ دشمن پھر سامنے آیا، اور اُس نے "ناصح مشفق" بن کر آپ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی سے روکنا چاہا، آپ نے پھر اس کو

سات کنکریاں ماریں جس سے وہ دفع ہو گیا۔ آپ آگے چل دیے۔ کچھ دور کے بعد تیسری دفعہ وہ پھر نمودار ہوا اور پھر اُس نے ورغلایا، آپ نے پھر اس کو کنکریاں ماریں جس سے وہ پھر زمین میں دھنس گیا ——— اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کی یہ عاشقانہ ادا ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لیے اس کی نقل بھی حج کا جز بنا دی گئی ہے ——— جن تین جگہوں میں شیطان پر حضرت ابراہیمؑ نے سنگباری کی تھی اُن جگہوں پر بطور نشان کے تین ستون بنے ہوئے ہیں، اور حجاج اب ان نشانوں پر کنکریاں مارتے ہیں۔ اُن ہی نشانوں کو جمرات کہتے ہیں، منیٰ سے مکہ جاتے ہوئے سب سے آخر میں جو جمرہ آتا ہے وہ "جمرۃ العقبیٰ" کہلاتا ہے، اس سے پہلے والا "جمرۃ الوسطیٰ" کہلاتا ہے، اور جو اس سے بھی پہلے مسجد خیف کے قریب واقع ہے اُس کو "جمرۃ الاولیٰ" کہا جاتا ہے۔

پہلے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو صرف "جمرۃ العقبیٰ" کی رمی کی جاتی ہے، اس کے بعد گیارہویں اور بارھویں اور تیرھویں کو تینوں جمروں کی رمی ہوتی ہے۔

رمیِ جمرات کے متعلق اس مجمل یادداشت کو ذہن میں رکھ لیجیے، اور اب مزدلفہ سے منیٰ پہنچکر آپ کو جو کچھ اور جس ترتیب سے کرنا ہو گا اُس کو سنیے:-

دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرۂ عقبیٰ کی رمی

اگر آپ پیدل بھی گیے تو قریباً سوا گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں آپ منیٰ پہنچ جائیں گے وہاں پہنچ کر آپ سب سے پہلے جمرۂ عقبیٰ کی رمی کیجیے، سات کنکریاں ہاتھ میں لے کر جائیے

اور اس ستون سے ڈھائی تین گز کے فاصلہ پر اس طرح کھڑے ہو کے کہ منیٰ آپکے داہنی جانب ہو اور مکہ بائیں جانب، انگوٹھے اور انگشتِ شہادت سے پکڑکے سات دفعہ میں سات کنکریاں اس پر ماریے اور ہر کنکری مارتے وقت کہیئے :۔

"بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ رَغْمًا لِلشَّیْطَانِ وَ رِضًی لِلرَّحْمٰنِ ؕ"

(میں اللہ کا نام لے کر مارتا ہوں، اللہ بہت بڑا ہے، سب سے بڑا ہے۔ میں یہ کنکری مارتا ہوں شیطان کو ذلیل کرنے اور جلانے کے لیے، اور نہایت رحمت والے اپنے پروردگار کو راضی کرنے کے لیے)

اگر یہ پورے کلمات یاد نہ ہوں تو صرف "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر ہی کنکریاں ماریے۔[۱]

تلبیہ ختم

تلبیہ جو آپ اب تک برابر پڑھ رہے تھے اس رمی پر اُس کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اب دوسرے اذکار (تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل وغیرہ) سے اپنی زبان تر رکھیئے! لبیک لبیک پکارنے کا اب آپ کو حکم نہیں رہا۔

آج کے دن بس اسی ایک جمرہ (جمرۃ العقبیٰ) کی رمی کا حکم ہے، اور زوال کے وقت سے پہلے اس کا کرلینا افضل ہے۔

قربانی

رمی سے فارغ ہو کر سیدھے منحر یعنی قربان گاہ جائیے۔ آپنے حج تمتع کیا ہے، اس

---

[۱] کنکری مارنے کی صحیح جگہ ستونوں کے نیچے کا حصہ ہے، اوپر جو حصہ ہے وہ تو در اصل نشان کے لیے اونچا کر دیا گیا ہے۔ ۱۲

کے شکر میں ایک قربانی آپ پر واجب ہے۔ (اسی طرح قران کرنے والوں پر بھی یہ قربانی واجب ہے البتہ حج افراد کرنے والے پر واجب نہیں ہے، اسکے حق میں صرف مستحب ہے) منحر میں لاکھوں (بلامبالغہ لاکھوں) دنبے، مینڈھے، بھیڑیں، بکریاں، گائیں اونٹ، اونٹنیاں آپ دیکھیں گے۔ اپنی پسند اور وسعت کے مطابق دیکھ کے خرید لیجیے اور قربانی کیجیے۔

حلق یا قصر

قربانی کے بعد سر منڈوایئے یا بال ترشوایئے (لیکن منڈوانا افضل ہے[۱]) لیجیے اب آپ کا احرام گویا ختم ہوگیا، اب آپ کو سلے کپڑے پہننے، نہانے دھونے اور خوشبو لگانے وغیرہ کی آزادی ہے۔ البتہ بیوی سے ہمبستر نہ ہونے کی پابندی ابھی آپکے لیے باقی ہے اور جب آپ طواف زیارت کرلیں گے تو یہ پابندی بھی ختم ہوجائیگی۔

طواف زیارت اور صفا مروہ کی سعی

حج کے دو ہی اہم رکن ہیں ایک "وقوف عرفہ" ——— دوسرے "طواف زیارت" ——— یہ طواف اگرچہ بارھویں تاریخ کی شام تک بھی کیا جا سکتا ہے لیکن افضل یہی ہے کہ آج ہی کرلیجیے!

جب آپ نے قربانی سے فارغ ہونے کے بعد بال منڈوایا ترشوالیے تو اب

---

[۱] عورتوں کے لیے بال منڈانا یا ترشوانا ناجائز ہے، اُن کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ چوٹی کا سرا پکڑ کے صرف ایک انگل بال ترشوادیں، یا خود تراش دیں — ۱۲

خواہ نہا دھو کے اور سلے کپڑے پہن کے، اور خواہ احرام ہی باندھے ہوئے (یہ خیال کر کے کہ اب میرا مولا مجھے اپنے گھر طواف کے لیے بلا رہا ہے، اور میرے لیے اس کا حکم اس وقت یہ ہے کہ مکہ پہنچ کے میں اس کے گھر کا طواف کروں، پورے ذوق شوق کے ساتھ) مکۂ معظمہ روانہ ہو جائیے، اور مسجد حرام میں داخلہ کا اور طواف کا جو طریقہ پہلے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے اُسی کے مطابق اور اُن ہی آداب و کیفیات کے ساتھ مسجد حرام میں پہنچکر طواف کیجیے، اور چوں کہ آپ کو اس طواف کے بعد صفا مروہ کی سعی بھی کرنی ہوگی اس لیے عمرہ والے پہلے طواف کی طرح اس طواف میں بھی اضطباع اور پہلے تین چکروں میں رمل بھی کیجیے! سلہ

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیمؑ کے پیچھے یا اس کے قریب میں حسب سابق دوگانہ طواف پڑھیے، ملتزم سے چمٹ کر دُعا کیجیے، زمزم شریف پر پہنچکر پانی پیجیے اور دُعا مانگیے، پھر حجر اسود کا استلام کر کے باب الصفا سے نکل کر صفا پر جائیے اور پہلے لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق صفا مروہ کے سات پھیرے کیجیے، اور ہر پھیرے میں جب صفا یا مروہ پر پہنچنا ہو تو قبلہ رو ہو کر اطمینان سے دُعا مانگیے بخصوصاً سعی شروع کرتے وقت پہلی دفعہ صفا پر اور آخری پھیرے میں مروہ پر پورے خشوع خضوع کے ساتھ اور دیر تک اللہ کی حمد و ثنا کیجیے اور

سلہ اگر حج افراد یا قران کرنے والا حاجی طواف قدوم کے بعد یا حج تمتع کرنے والا حاجی کسی نفلی طواف کے بعد اس سے پہلے سعی کر چکا ہو تو اب طواف زیارت کے بعد وہ سعی نہیں کرے گا اور طواف میں اضطباع اور رمل بھی نہیں کرے گا۔ ۱۲

خوب الحاح اور ابتہال کے ساتھ اُس سے دُعائیں مانگیے! ـــــ اور جیساکہ پہلے تبلایا جا چکا ہے سعی کے دوران میں بھی برابر ذکر و دعا میں مشغول رہیے :-

"رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ"

لیجیے اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے اب آپ طواف زیارت اور اس کے بعد والی سعی سے بھی فارغ ہو گیے، اب احرام کی کوئی بھی پابندی آپ کے لیے باقی نہیں رہی۔

پھر منیٰ کو روانگی

اس طواف و سعی سے فارغ ہو کر آپ اب پھر سیدھے منیٰ چلے جایئے، کل اور پرسوں یعنی گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو وہاں تینوں جمروں کی آپ کو رمی کرنی ہوگی، بلکہ افضل یہ ہے کہ تیرھویں کو بھی آپ وہاں رہیں، اور اُس روز بھی بعد زوال تینوں جمروں کی رمی کرکے مکۂ معظمہ واپس ہوں۔

۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام اور رمیِ جمار

کم از کم دو دن (گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو) منیٰ میں ٹھہر کے تینوں جمروں کی رمی کرنا تو آپ کے لیے ضروری ہے، اور افضل یہ ہے کہ تیرہ کو بھی ٹھہریں اور اس روز بھی رمی کرکے مکۂ معظمہ واپس آئیں۔ اِن تینوں دن تینوں جمروں کی رمی زوال کے بعد اور غروب آفتاب سے پہلے سنّت ہے۔ تینوں دن رمی کی ترتیب یہ رہے گی کہ منیٰ سے مکۂ معظمہ جاتے ہوئے جو پہلا جمرہ پڑتا ہے (جس کو جمرۃ الاولیٰ کہتے ہیں) پہلے اس کی رمی کی جائے گی، اس کے بعد اس سے بعد والے جمرہ (جمرۃ الوسطیٰ) کی، اور اس کے بعد آخری جمرہ (جمرۃ العقبیٰ)،

کی۔ رمی کا طریقہ بالکل وہی ہوگا جو پہلے دسویں تاریخ کی رمی کے سلسلہ میں لکھا جاچکا ہے، البتہ ایک ذرا سا فرق یہ ہوگا کہ دسویں تاریخ کو صرف "جمرۃ العقبیٰ" کی جو رمی آپ کریں گے اس کے بعد دُعا نہیں کریں گے، اور ان تینوں دنوں میں پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی کے بعد دُعا کرنی چاہیئے لیکن آخری جمرہ کی رمی کے بعد ان تین دنوں میں بھی دُعا نہیں کی جائے گی۔

رمی جمار کے بعد دُعا کی اہمیت

اپنی ناواقفی اور معلّموں کے نہ تبلانے کی وجہ سے جن چند چیزوں میں اکثر بیشتر حجاج کوتاہی کرتے ہیں، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رمی کے بعد دُعا بالکل نہیں کرتے، حالانکہ پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی کے بعد چند قدم آگے بڑھ کے قبلہ رو کھڑے ہو کر اطمینان سے اور دیر تک دُعا کرنی چاہیئے، یہ موقع بھی اُن مواقع میں سے ہے جہاں دُعا کی قبولیت کی خاص اُمید ہے۔

منیٰ کے ان دنوں میں آپ کے مشاغل

ان دنوں میں متعین کام تو صرف دو ہی ہیں، ایک منیٰ میں رہنا، خاص کر رات وہیں گذارنا ——— اور دوسرے مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق رمی کرنا —— باقی اوقات بھی آپ کے غفلت میں اور فضولیات میں ہرگز صرف نہ ہونے چاہئیں ——— یوں تو مومن کی ساری زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے اور قیامت میں ہم کو اپنی عمر کے ایک ایک منٹ کا حساب دینا ہے، لیکن خاصکر یہ سفر اور اس کے بھی یہ خاص ایام! اللہ تعالیٰ

اگر ایمانی فہم و فراست نصیب فرمائے اور بندہ ان دنوں کی قدر کرے تو بلا مبالغہ ان دوچار دنوں میں لاکھوں برس کی کمائی ہو سکتی ہے ــــــ نمازیں اہتمام سے پڑھیئے! ذکر و دعا اور توبہ و استغفار سے اپنے اوقات کو معمور رکھیئے ــــــ اور حقیقی ایمان اور عبدیت والی زندگی کی وہ متاع جو تمام دنیا کو اس ارض پاک ہی سے ملی تھی اور جس کو خود مسلمان اب گم کر چکے ہیں اس کا پیام اور اس کی دعوت لے کر حجاج کے خیموں خیموں پھریئے۔ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کی زبان نہ جاننے کی وجہ سے اگر آپ اُن تک یہ پیام نہ پہنچا سکیں تو بھی ہندوستان و پاکستان ہی کے جو بیسوں ہزار مسلمان ان دنوں میں منیٰ ہی کے اس محدود میدان میں مقیم ہوں گے اُن تک تو انشاء اللہ آپ یہ دعوت پہنچا ہی سکیں گے، اگر آپ کی اس سعی و کوشش سے دو چار سینوں میں بھی یہ چراغ روشن ہو گیا تو یقین کیجئے کہ آپنے بہت بڑی کمائی کر لی، اور اگر بالفرض کسی ایک کو بھی آپ متاثر نہ کر سکے تو بھی اپنی سعی و کوشش کے آپ پورے اجر کے مستحق ہو گیے۔

منیٰ میں دینی دعوت کی سنّت کا احیاء

منیٰ میں دین کی دعوت کی یہ سنّت معلوم نہیں کب سے مردہ تھی، اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے اور اپنی بے انتہا نعمتوں سے نوازے تبلیغی کام کرنے والے اپنے ان بندوں کو جنھوں نے گذشتہ دو تین سال سے اس طرف خاص توجہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ملک کے مسلمانوں میں اس کام کی عظمت و اہمیت اور ضرورت کا احساس پیدا کرے اور جلدی وہ دن آئے کہ ہر ملک کے مسلمان تبلیغی وفود اور جماعتوں کی شکل میں منیٰ میں خیمہ خیمہ پھرا کریں اور راتوں کو اس مقصد کیلئے اللہ کے سامنے

دُعا کریں ۔۔۔ یہ کام جس طرح ہونا چاہیئے اگر اس طرح ہونے لگے تو صرف منیٰ کے ان تین دنوں کی محنت سے سارے عالم اسلامی میں ایک نئی زندگی اور نئی رُوح انشاءاللہ پیدا ہو سکتی ہے۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز۔

بہر حال اس عاجز کا جناب کو یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس کام کو نفلی اذکار و عبادات سے افضل یقین کر کے ضرور اس میں پورا حصّہ لیں۔ اس کام کے ساتھ اور اس کے ضمن میں اللہ کا جو ذکر ہوگا انشاءاللہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس ذکر سے بہت زیادہ ہوگا جو اس کام سے بے تعلق رہ کر ہو۔

بے تکلف عرض کرتا ہوں کہ گزشتہ سال جب اس عاجز کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تھی، تو اپنی ایک مخصوص حالت کی وجہ سے میں اس کام میں بہت کم حصّہ لے سکا تھا لیکن اب مجھے اس پر افسوس ہے، اور اس تجربے کے بعد اور اس کی تلافی ہی کی نیّت سے میں اس قوت کے ساتھ آپ کو یہ مخلصانہ مشورہ دے رہا ہوں۔

حجِ قِران اور اِفراد

ایک ضروری بات عرض کرنے سے رہ گئی، خیر اُس کو اب عرض کرتا ہوں، میں نے اس خط کے ابتدائی صفحات میں لکھا تھا کہ حج کی تین صورتیں ہیں۔ تمتّع ۔۔۔ قِرَان ۔۔۔ اِفراد میں نے جو صورت گذشتہ صفحات میں لکھی ہے یہ حج تمتّع کی صورت ہے، چونکہ آپ کے لیے میں نے اسی کو مناسب سمجھا، اور (اکثر لوگوں کے لیے وہی آسان اور بہتر ہے) اس لیے تفصیل سے میں نے اُسی کو لکھ دیا ہے۔ اس میں، اور باقی دونوں صورتوں (قِرَان اور اِفراد) میں معمولی سا فرق ہے۔

قران اور تمتع میں تو یہ فرق ہے کہ تمتع میں میقات پر صرف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے اور مکہ معظمہ پہنچ کے عمرہ کرکے احرام کھول دیا جاتا ہے، اور حج کے لیے پھر دہیں سے دوسرا احرام باندھ لیا جاتا ہے —— اور قران میں میقات پر عمرہ اور حج دونوں کا احرام ساتھ باندھا جاتا ہے، اور اسی ایک احرام سے دونوں کو ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے، چنانچہ قارن مکہ معظمہ پہنچ کے عمرہ کرتا ہے لیکن عمرہ کا طواف اور سعی کر لینے کے بعد وہ بال نہیں منڈواتا بلکہ اسی طرح احرام کی حالت میں رہتا ہے، یہاں تک کہ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے منیٰ جاتا ہے اور آگے اس کا سارا پروگرام بھی وہی ہوتا ہے جو تمتع کرنے والے حاجی کا ہوتا ہے۔

اور افراد کی صورت یہ ہوتی ہے کہ میقات پر صرف حج کا احرام باندھا جاتا ہے اور اس احرام سے بس حج ہی کیا جاتا ہے۔ حج سے پہلے عمرہ نہیں کیا جاتا۔ افراد کرنے والا حاجی بھی جو احرام میقات پر باندھتا ہے وہ حج سے پہلے نہیں کھلتا، اور دسویں تاریخ کو جمرۂ عقبیٰ کی رمی کرنے تک احرام کی ساری پابندیاں اس پر عائد رہتی ہیں[1]۔

ان تینوں صورتوں کے حج کے اعمال اور پروگرام میں کوئی خاص فرق نہیں ہے —— یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ افراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں ہے، ہاں اگر کرے تو مستحب اور مستحسن ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو اس سے زیادہ تفصیل مناسک کی کسی کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

---

[1] حج بدل والوں کو ہمیشہ افراد ہی کرنا چاہیے، اور اگر قران کرنا ہو تو بھیجنے والے سے صراحۃً اجازت لے لی جائے۔ ۱۲

منیٰ سے مکہ معظمہ واپسی اور چند روز قیام

جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں ۱۲ ذی الحجہ کو زوال کے بعد رمی کر کے اگر آپ چاہیں تو مکۂ مکرمہ واپس ہو سکتے ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ ۱۳ کو بھی رمی کریں، اور اس کے بعد مکہ معظمہ واپس آئیں ———— لیجیے اللہ کا شکر ادا کیجیے، اُس نے آپ کا حج بالکل پورا کرا دیا، اب حج کے سلسلہ کا کوئی خاص کام آپکے ذمہ باقی نہیں رہا ہے، اور ہے تو بس اتنا کہ جب آپ مکہ معظمہ سے رخصت ہونے لگیں تو ایک رخصتی طواف کر کے جائیں، اس کے سوا اب آپسے شریعت کا کوئی خاص مطالبہ نہیں ہے، اس لیے آپ چاہیں تو آج ہی مکہ معظمہ سے روانہ ہو سکتے ہیں، لیکن نہ آپ اتنی عجلت کریں گے اور نہ اتنی جلدی آپ کی روانگی کا کوئی انتظام ہی ہو سکے گا، اس لیے لامحالہ آپ کو ابھی مکۂ مکرمہ میں ٹھہرنا ہو گا———— ٹھہریے اور پوری خوشدلی سے ایک ایک دن کو غنیمت اور اللہ کی نعمت سمجھ کے ٹھہریے ———— بعض لوگوں کو دیکھا کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد جانے کے لیے اتنے بیتاب اور بیقرار ہوتے ہیں کہ انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے جتنے دنوں مجبوراً ان کو ٹھہرنا پڑتا ہے اُس زمانہ کے ایک ایک دن کو وہ مصیبت سمجھتے ہیں اور سخت بددلی اور شکووں شکایتوں کے ساتھ وہ یہ ایام گذارتے ہیں، اللہ تعالےٰ رحم فرمائے، یہ بڑی بُری علامت ہے) ———— اگر بالفرض روانگی کا انتظام ہو جائے تو جلدی جانے میں کوئی حرج نہیں، اور اپنے احوال و مصالح کے مطابق جلد روانگی کی کوشش میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اللہ کے مقدس اور محترم شہر سے دل کا اُچاٹ ہونا اور معاذ اللہ بددلی کی کیفیت

کا پیدا ہو جانا بہت بُری حالت کی نشانی ہے ـــــــ مومن کا حال تو یہ ہونا چاہیے
کہ برسوں رہ کے بھی جی نہ بھرے، اور دل سے یہی آواز آتی رہے۔ ؎

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جانِ مضطر
کہ مبادا بارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنّا

مکہ معظمہ میں اب آپکے مشاغل

بہرحال اب جتنے دنوں آپ کو مکہ معظمہ ٹھہرنا ہو پوری خوشدلی سے رہیئے، اور اللہ تعالےٰ
کا بیحد شکر ادا کیجئے کہ اُس نے آپ کو یہ موقع نصیب فرما رکھا ہے۔ ؎

مصلحت نیست مرا سیری ازاں آبحیات
ضاعف اللہ بہ کُل زَمان عطشی

دن میں اور رات میں جتنے ہو سکیں روز نفلی طواف کیجئے، تنعیم یا جعرّانہ جا جا کر
اور وہاں سے احرام باندھ کے نفلی عمرے کیجئے، اپنی طرف سے، اپنے والدین کی طرف
سے اپنے خاص محسنوں اور محبوبوں کی طرف سے، غرض جس کی طرف سے دل چاہے کیجئے۔
مسجد حرام میں نفل نمازیں پڑھیئے! عمر بھر ہزاروں میل کے فاصلہ سے جس کعبہ کی طرف
منھ کر کے غائبانہ نمازیں ابتک پڑھتے رہے ہیں، اور آئندہ بھی اگر زندگی رہی تو یونہی
انشاء اللہ پڑھتے رہیں گے، اب اللہ نے موقع دیا ہے کہ اُس کے بالکل سامنے اور اس
کی دیوار کے نیچے کھڑے ہو کے نمازیں پڑھیں، اس لیے عمر بھر کی حسرت نکال لیجیے۔ جس کعبہ
کے گرد حضرت ابراہیمؑ سے لیکر خاتم النبیین سیدنا حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ

معلوم کتنے سَو یا کتنے ہزار انبیاء (علیہم السلام) نے اور اُن کے بعد سے اب تک نہ معلوم کتنے لاکھ اور کتنے کروڑ اولیاء اللہ نے طواف کیے، اور ان طوافوں میں جنت سے آئے ہوئے جس پتھر (حجر اسود) کو بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ بوسے دیے، اور جہاں جہاں انھوں نے نمازیں پڑھیں، (اور یقیناً کعبۃ اللہ کے ارد گرد کی بالشت بھر زمین بھی ایسی نہیں جس پر انبیاء علیہم السّلام اُن کے اصحاب کرام یا اولیاء عظام میں سے کسی کی پیشانی نہ ٹکی ہو)۔ اب اللہ نے آپ کو موقع دیا ہے کہ چاہیں تو دن رات اللہ کے اس مقدس بیت کا طواف کریں، حجر اسود جو اس دنیا میں "یمین اللہ" (اللہ کے مقدس ہاتھ) کے گویا قائم مقام ہے، اور رسُول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) جس کو رو رو کر چوما کرتے تھے اللہ نے آپ کو موقع نصیب فرمایا ہے کہ آپ بھی اس کو چومیں، اور اس پر آنسو بہائیں۔ اور جس ملتزم سے (یعنی کعبہ کے جس حصّہ سے) چمٹ کر، اور اپنے رخسار مبارک کو اس پر رکھ رکھ کے رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دُعائیں کیا کرتے تھے اب آپ کے لیے بھی موقع ہے کہ چاہیں تو دن میں کئی کئی دفعہ اُس سے چمٹ چمٹ کر روئیں اور دُعائیں کریں ——
اسی طرح حطیم میں (جو دراصل کعبۃ اللہ ہی کا ایک حصّہ ہے) اور مطاف میں جہاں کھڑے ہو کر چاہیں نمازیں پڑھیں، یا مسجد حرام میں بیٹھے بیٹھے کسی وقت اللہ کے گھر کو عظمت اور محبت کی نظروں سے دیکھا ہی کریں —— غرض یہ ساری چیزیں وہ ہیں جو مکہ معظمہ سے چلے جانے کے بعد آپ کو کبھی نصیب نہ ہو سکیں گی، اس لیے موقع کو غنیمت جانئے اور اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کو جس قدر لوٹ سکیں لوٹیئے ○

مزے لوٹو کلیم اب بن پڑی ہے
بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے

ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ اسی زمانۂ قیام میں دینی دعوت و تبلیغ کے کام میں بھی حصہ لیتے رہیے، اور اس کام کے کرنے والوں کے ساتھ پورا تعلق اور تعاون رکھیے! آپ کی ذاتی عبادات سے دعوت کے کام میں طاقت و برکت اور نورانیت پیدا ہوگی اور دعوت اور دین کی جد وجہد چوں کہ انبیاء علیہم السّلام کی خاص میراث ہے، اور اللہ کے یہاں بہت ہی محبوب اور مقبول عمل ہے، اس لیے امید ہے کہ دعوت کے کام میں آپ کی شرکت کی برکت سے آپ کی یہ ذاتی عبادات انشاء اللہ زیادہ محبوب اور زیادہ مقبول ہو جائیں گی۔

بیت اللہ کا داخلہ

ایامِ حج میں کسی کسی دن گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے بیت اللہ شریف کا دروازہ بھی مشاقانِ زیارت کے لیے کھولا جاتا ہے، اور اگرچہ یہ داخلہ زیادہ سے زیادہ مستحب درجہ کا عمل ہے، اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ اس کی وجہ سے کسی معصیت اور منکر کا ارتکاب نہ ہو، لیکن عام حجاج اپنی ناواقفی اور دینی ناتربیتی کی وجہ سے اسکے انتہائی درجہ میں شائق ہوتے ہیں، اور خدا کی پناہ کہ شریعت کے احکام اور اللہ کی رضامندی اور ناراضی سے گویا بالکل بے پروا ہو کر اپنا یہ شوق پورا کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ پر بھی اس شوق کا غلبہ ہو، اس لیے عرض کیے دیتا ہوں کہ لے دے کے داخل ہونا قطعاً درست

نہیں ہے، علیٰ ہٰذا عام طور سے لوگ جیسی کشمکش اور دھینگا مشتی سے داخل ہوتے ہیں وہ بھی سخت بے ادبی ہے، اس لیے ان برائیوں کے ساتھ داخل ہونے کی تو ہرگز کوشش نہ کیجیئے گا ـــــ البتہ اگر اللہ تعالےٰ ایسی کوئی صورت پیدا فرمادیں کہ ان برائیوں سے محفوظ رہتے ہوئے آپ اندر جا سکیں تو نعمت اور سعادت سمجھ کر جائیں، اور ان چند باتوں کا خیال رکھیں ـــــ بہت خشوع خضوع کے ساتھ اور اللہ کی عظمت و ہیبت دل میں لیے ہوئے داخل ہوں "بسم اللہ" کہہ کر پہلے داہنا پاؤں اندر رکھیں اور عرض کریں "اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک" نظر نیچی رکھیں، اوپر کی جانب اور اِدھر اُدھر نہ دیکھیں کہ یہ ادب کے خلاف ہے ـــــ دروازہ سے داخل ہو کر سیدھے آگے کی طرف چلیں اور سامنے والی دیوار جب قریباً دو ڈیڑھ گز رہ جائے تو وہاں کھڑے ہو کے دو رکعت یا چار رکعت نفل نماز پڑھیں اور دُعا مانگیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی جگہ نماز ادا فرمائی تھی۔ اور اگر معصیات و منکرات سے بچ کر داخلہ کی صورت نہ ہو تو پھر داخل نہ ہونے میں اللہ کی رضا سمجھیں، اور دل کی چاہت کے باوجود اندر نہ جائیں۔ عبدیت اور سچی محبت کا یہی تقاضا ہے ؎

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق
ترک کارِ خود گرفتم تا برآید کارِ او

صحیح روایات کی بناء پر حطیم کعبہ ہی کا جز ہے، اس میں نماز پڑھنا اور دُعا کرنا گویا کعبہ

ہی میں نماز پڑھنا اور دعا کرنا ہے، لہٰذا اسی پر قناعت کریں۔

خاص مقامات میں دُعا کے متعلق ایک آخری مشورہ

حج کے سلسلہ میں جو کچھ آپ کے لیے لکھنے کا ارادہ کیا تھا اُس سے بہت زیادہ لکھا گیا جی چاہتا ہے کہ خاص مقامات میں دُعا کے متعلق ایک آخری مشورہ اور عرض کر دوں اور حج کا بیان اسی پر ختم کر دوں۔

اس عریضہ سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مکہ معظمہ میں مطاف، مقام ابراہیم ملتزم، رکن یمانی، حطیم، زمزم شریف، خود بیت اللہ شریف، صفا، مروہ، اور ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان کی مسافت (جسمیں سعی کیجاتی ہے، یعنی مسعیٰ) اور پھر عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کے قریب کی جگہ، یہ سب دُعاؤں کی مقبولیت کے خاص مقامات ہیں جہاں سیدنا حضرت ابراہیمؑ اور خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) اور اُن کے علاوہ بس اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنے سو یا کتنے ہزار پیغمبروں نے اور کتنے لاکھ یا کتنے کرور اُسکے ولیوں نے اپنے اپنے ذوق اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق کیسے کیسے الحاح اور ابتہال کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے دُعائیں مانگی ہیں اور کیسے تڑپتے ہوئے دل سے اُس کو یاد کیا۔

آپ بھی انشاء اللہ ان مقامات پر پہنچیں گے اور اللہ تعالےٰ سے دُعائیں کرینگے تو ان مقامات کی دُعاؤں کے متعلق میرا آخری مشورہ یہ ہے کہ ان جگہوں پر آپ جو اور

دُعائیں کریں، انکے ساتھ ایک دُعا یہ بھی کریں:۔

"اے اللہ تیرے برگزیدہ اور مقبول بندوں نے اس مقام پر تجھ سے جو جو دُعائیں کبھی کی ہیں اور جن جن چیزوں کا تجھ سے سوال کیا، اے میرے نہایت رحیم وکریم پروردگار! میں اپنی نااہلیت اور نالائقی اور سیاہ کاری کے اقرار کے ساتھ صرف تیری شانِ کرم کے بھروسہ پر اُن سب چیزوں کا اسی جگہ تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور جن جن چیزوں سے انھوں نے اس مقام پر تجھ سے پناہ مانگی، میں اسی جگہ اُن سب چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں ——— اے اللہ اس خاص مقام کے جو خاص انوار و برکات ہیں مجھے اُن سے محروم نہ رکھ، اور یہاں حاضر ہونے والے اپنے اچھے بندوں کو تو نے جو کچھ کبھی عطا فرمایا ہو، یا جو کچھ تو ان کو عطا فرمانے والا ہو مجھے بھی اس میں شریک فرمادے، اور اس کا کوئی ذرہ مجھے بھی نصیب فرمادے، تیرے خزانہ میں کوئی کمی نہیں۔"

اور اگر یاد رہے تو اس سیاہ کار کو بھی اس دُعا میں شریک فرمالیں۔

مکۂ معظمہ سے روانگی اور طوافِ رخصت

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ مکۂ معظمہ سے روانگی کے وقت ایک رخصتی طواف کیا جاتا ہے، آفاقی یعنی بیرونی حجاج کیلئے یہ طواف واجب ہے، لیکن اگر طوافِ زیارت کے بعد کسی نے کوئی نفل طواف کرلیا اور رخصتی طواف کیے بغیر ہی وہ مکۂ معظمہ سے روانہ ہوگیا تو یہ نفلی طواف ہی طوافِ رخصت کے قائمقام ہوجاتا ہے لیکن اصل یہی ہے

کہ روانگی کے دن بلکہ اچھا ہے کہ خاص روانگی کے وقت وداع اور رخصت کی نیت سے یہ آخری طواف کیا جائے، اسکا طریقہ بھی وہی ہے جو پہلے لکھا جاچکا ہے ——— البتہ اسکی خصوصیت کا تقاضا ہے کہ بیت اللہ شریف جو اس دنیا میں اللہ تعالے کی خاص الخاص تجلی گاہ ہے، اور عمر بھر کی تمناؤں کے بعد جس تک پہنچنا نصیب ہوا تھا، اُس کے فراق اور جُدائی کا خیال کر کے اور یہ سوچ کے کہ نہ معلوم یہ سعادت اور دولت پھر کبھی میسر آئے گی یا نہیں، اس طواف کے وقت زیادہ سے زیادہ حزن وملال کی کیفیت اپنے دل میں پیدا کیجائے، اور اللہ نصیب فرمادے تو روتے ہوئے دل اور بہتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ طواف کیا جائے. طواف ختم کر کے حسب معمول مقام ابراہیمؑ پر دوگانہ طواف پڑھا جائے، دُعا کی جائے اور دُعا کے وقت بھی دل میں یہ فکر ہو کہ معلوم نہیں اسکے بعد بھی اس مقدس اور محترم مقام میں سجدہ کرنے اور اللہ کے حضور میں ہاتھ پھیلانے کی سعادت کبھی میسر آئے گی یا نہیں ——— پھر زمزم شریف پہ جاکر "بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ" پڑھ کر تین سانس میں خوب سیر ہو کر پانی پیجیے، اور دعا کیجیے. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ " اس کے بعد اور جو جی چاہے دُعائیں کیجیے ——— پھر ملتزم پر آیئے اور آج وداع ورخصت ہی کی نیت سے اُس سے لپٹ لپٹ کے خوب رویئے اور پورے الحاح وابتہال سے دُعا کیجیے. حج کی مقبولیت مانگیے، مغفرت مانگیے، دنیا اور آخرت کی عافیت مانگیے،

عذاب سے نجات اور جنت مانگیے، اللہ کی رضا مانگیے، اور اپنے علاوہ اُن سب کے لیے بھی مانگیے جن کیلئے آپ کو مانگنا چاہیئے۔ اور ہاں اس موقع پر خوب رو رو کے اور بلک بلک کے یہ دُعا بھی مانگیے، کہ:۔ "خداوندا! میری یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو اسکے بعد بھی بار بار مجھے اس در کی حاضری کی توفیق بخشی جائے۔"

ملتزم سے ہٹ کر اب حجر اسود پر گیئے اور آخری دفعہ وداع کی نیت سے اس کو بوسہ دیجیئے، اگر اس موقع پر آپ کی آنکھیں چند قطرے گرادیں تو بڑی مبارک ہیں یہ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حجر اسود کا بوسہ لیتے ہوئے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا:۔

هٰهُنَا تُسْكَبُ الْعَبَرَاتُ — یہی آنسوؤں کے بہنے کی جگہ اور موقع

بس حجر اسود کو یہ آخری بوسہ دے کے حسرت سے بیت اللہ کو دیکھتے ہوئے، آنکھوں سے روتے ہوئے، اور دل و زبان سے ربِ کعبہ کو یاد کرتے اور اس سے دُعا کرتے ہوئے، اور مسجد حرام اور بیت اللہ کے آداب اور حقوق کے بارے میں جو کوتاہیاں اس عرصہ میں ہوئیں اُن کی معافی مانگتے ہوئے مسجد حرام سے نکلیے۔ حسبِ قاعدہ بایاں پاؤں پہلے نکالیے اور دُعا کیجئے:۔ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ"

اب آپ کو بیت اللہ کی جدائی پر دلی رنج ہونا چاہیئے، اور آپکے قلبِ محزون کا یہ احساس ہونا چاہیئے کہ

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

زیارتِ مدینہ[1]

مدینہ مدینہ ، مدینہ مدینہ　　مدینہ مدینہ ، مدینہ مدینہ
محبت محبت ، محبت محبت　　محبت محبت ، محبت محبت

دلا خاک رہِ کوئے محمدؐ شو محمدؐ شو
زہر سوئے بیا سوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

مدینۂ طیبہ کو روانگی

مکۂ معظمہ کی جدائی اور فراق کے رنجیدہ اور غم انگیز خیال کو اب مدینۂ طیبہ اور مسجد نبویؐ کی حاضری اور روضۂ مطہرہ کی زیارت اور بارگاہِ نبوت کی حضوری کے مسرت بخش اور نہایت لذیذ تصور سے بدل دیجیے اور مست ہو کر آپ پر درود و سلام پڑھیے۔

(اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی)

مدینۂ طیبہ کے راستہ میں محبت نبویؐ کو بیدار اور مشتعل کرنے کے لیے اگر آپ کو ذوق ہو تو نعتیہ اشعار پڑھیے (اس کام کے لیے زائر حرم حمید صدیقی صاحب کا مجموعہ کلام "گلبانگِ حرم" خاص چیز ہے) نیز گزشتہ سال کے حج نمبر میں، اور اس نمبر میں بھی حُبِ نبویؐ کو برانگیختہ کرنے کا نثر اور نظم دونوں میں بحمداللہ کافی سامان جمع ہو گیا ہے۔[2]

مدینۂ طیبہ میں داخلہ اور مسجد نبویؐ میں حاضری

مدینۂ طیبہ کے راستہ کی آخری منزل ذو الحلیفہ (بیر علی) ہے جہاں سے مدینۂ طیبہ غالباً صرف ۵، ۶ میل رہ جاتا ہے، زائرین کو لیجانے والی اکثر لاریاں یہاں ٹھہرتی ہیں اگر آپ کو بھی ٹھہرنے کا موقع ملے تو بہتر ہے کہ آپ یہیں غسل کر لیں، اور اگر غسل نہ کر سکیں تو وضو ہی کر لیں، اور جو اچھا لباس آپ کو میسر ہو وہ پہن لیں، خوشبو لگا لیں، اور ذوق و شوق کی بیتابی کے ساتھ درود و سلام پڑھتے ہوئے آگے بڑھیں۔

---

[1] زیارت کے سلسلے میں آگے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ قریب قریب سب ہی ادب و آداب محبت کے قبیل سے ہے کو اس کو شریعت نہ سمجھا جائے۔
[2] اب وہ سب چیزیں اس مجموعہ میں جمع کر دی گئی ہیں اس لیے اب صرف یہی ایک کتاب اپنے پاس رکھنا اس مقصد کیلئے بالکل کافی ہے۔ (ناشر)

گنبدِ خضرا پر پہلی نظر

تورا گنبد گول کلس من بھاون دُور سے پیارے دیکھ جو لوں

دھیں سیس نوا دوں، جان گنوا دوں، من بیچ یہی سمایت ہے

ذوالحلیفہ سے موٹر روانہ ہونے کے بعد چند ہی منٹ میں مدینۂ طیبہ کی آبادی نظر آنے لگے گی، اور ہر مومن کی آنکھ کا نور، اور دل کا سُرور "گنبدِ خضرا" سبز نگینہ کی طرح آبادی کے بالکل وسط میں آپ کی خوش نصیب آنکھوں کے سامنے ہوگا، اس وقت پوری محبت اور رقّت کے ساتھ درود و سلام پڑھیئے، اور اللہ سے دُعا کیجیئے کہ:۔

"اے اللہ! یہ تیرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا محبوب شہر ہے اور تیرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرے حکم سے اس کو حرم قرار دیا ہے، اس میں میرے داخلہ اور میری حاضری کو تو ہر قسم کے عذاب سے امان کا ذریعہ بنا!"

"میں جاؤں سر کے بل شہرِ نگریا آرزو دارم"

ڈرائیور اگر راضی ہو جائے اور وادیٔ عقیق میں (بیر عروہ کے پاس) اتارنے پر تیار ہو جائے تو یہاں سے پیدل چلیئے، اور اللہ کے محبوب کے محبوب شہر میں عشق و نیاز کی مرکب کیفیات کے ساتھ داخل ہو جیئے!۔

جائے سرست ایں کہ تو پا مے نہی

پائے نہ بینی کہ کجا مے نہی

مدینۂ طیبہ کے جس دروازہ سے آپ کا داخلہ ہوگا، اس کا نام "باب العنبریہ" ہے

اس میں داخل ہوتے ہوئے اللہ تعالے کی طرف متوجہ ہو کر پورے خشوع خضوع کے ساتھ عرض کیجئے :۔

"بِسْمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ، لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"

پھر چلتے ہی چلتے دُعا کیجئے :۔

"اے اللہ! اپنے جس کرم سے تو نے مجھے یہ مُبارک دن دکھایا ہے کہ میں تیرے حبیبؐ کے محبوب شہر میں داخل ہو رہا ہوں، اسی کرم سے تو مجھے یہاں کی خاص برکتیں عطا فرما، اور اُن تمام باتوں سے میری حفاظت فرما جو یہاں کی برکات سے محرومی کا باعث ہوتی ہیں۔"

شہر میں داخل ہونے کے بعد اسباب کی حفاظت کا کوئی بند و بست کر کے (اور اگر داخلہ سے پہلے غسل یا وضو کر کے کپڑے بدلنے کا موقع نہ ملا ہو تو اب غسل یا وضو ہی کر کے اور کپڑے بدل کے خوشبو لگا کے) سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی طرف آئیے، اور۔ "بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ" کہہ کے ظاہر و باطن کے پورے اَدب کے ساتھ داہنا پاؤں پہلے اندر رکھیے، اور عرض کیجئے :۔

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ"

سب سے پہلے مسجد شریف کے اس حصہ میں جائیے جو روضۂ مطہرہ اور منبر شریف کے درمیان ہے، اور جس کے متعلق خود حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ" ارشاد فرمایا ہے (یعنی یہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے) یہاں

پہنچ کر سب سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی اس عظیم و جلیل نعمت کے شکریہ میں کہ اُس نے اس دربارِ عالی کی حاضری کی سعادت بخشی، مستقل سجدۂ شکر کیجئے اور دُعا کیجئے کہ "اے اللہ جس طرح تو نے محض اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا، اسی طرح اپنے کرم سے میرے لیئے اپنی رحمت و رضا کے دروازے کھول دیجئے اور اپنے محبوب رسُول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو شفقت و عنایت کے ساتھ میری طرف متوجہ فرما دیجئے ان کا قلبِ مُبارک بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے"۔

مواجہ شریف میں حاضری اور پہلا سلام

اس کے بعد پورے ادب اور ہوش کے ساتھ (اگر ہوش باقی رہے) مواجہ شریف میں آیئے، یعنی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روبرو حاضر ہو جایئے، اور یہ تصوّر کرتے ہوئے کہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں اور حضوؐر میری گذارش بنفسِ نفیس سُن رہے ہیں، پورے ادب کے ساتھ ہلکی آواز سے سلام عرض کیجئے۔

سلام کے بارے میں ذوق مختلف ہیں، بعض لوگ مختصر سلام پسند کرتے ہیں، ان کے لیے یہی اچھا ہے کہ بس مختصر سلام عرض کریں، سلف کا عام مذاق بھی یہی تھا۔

اور بیچارے عوام جو عربی بالکل نہیں جانتے، اور سلام کی لمبی چوڑی عبارتیں نہ اُن کو یاد ہوتی ہیں نہ وہ ان کے معنی مطلب سمجھتے ہیں، ان سب کے لیے تو گویا یہ ضروری ہے کہ وہ مختصر ہی سلام عرض کریں ــــــــ مثلاً صرف اتنا عرض کریں:۔

لہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بعض صحابہ کو حکم دیا تھا کہ مسجد شریف میں داخل ہو کر پہلے تحیۃ المسجد پڑھا کریں اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ اب بھی یہی حکم ہے ــ ۱۲

السّلام علیك یا رسولَ اللّٰہ	اے اللہ کے رسول آپ پر سلام
السّلام علیك یا حبیبَ اللّٰہ	اے اللہ کے محبوب آپ پر سلام
السّلام علیك یا خیرَ خلقِ اللّٰہ	اے بہترین خلق اللہ آپ پر سلام
السّلام علیك اَیّھا النّبیُّ	اے اللہ کے نبی آپ پر سلام، اور اللہ
ورحمۃ اللّٰہ وبرکتہ	کی رحمت اور اسکی برکتیں

اور جو عربی داں حضرات طویل سلام عرض کرنے میں زیادہ لذّت اور کیفیت محسوس کریں[1]، وہ اگر چاہیں تو رفیقِ محترم مولانا سید ابوالحسن علی کے مضمون "اپنے گھر سے بیت اللہ تک" میں دیکھ لیں، اس عاجز کو بھی وہ ہی سلام بہت زیادہ محبوب ہے[2]۔

یہاں ایک سلام اور لکھتا ہوں، اپنی دریانی حیثیت کی وجہ سے شاید آپکے لیے اور آپ جلیسوں کے لیے وہ زیادہ مرغوب ہوگا، یہ سلام بھی اس عاجز کو بہت پسند ہے:-

السّلامُ علیك اَیُّھا النّبیُّ وَ	اے اللہ کے پیغمبر آپ پر سلام، اور
رَحمۃُ اللّٰہ وَبَرَکَاتہ یا رسولَ اللّٰہ	برکتیں! یا رسول اللہ میں آپکے

---

[1] افراد کی انفرادی دعاؤں میں، اور اسی طرح صلوٰۃ وسلام میں اختصار پسندی اور طوالت پسندی یہ بالکل ذوقی چیزیں ہیں، شارع نے کسی نص کے ذریعہ اس قسم کے امور میں نہ ہمیں خاص الفاظ کا پابند کیا ہے نہ خاص مقدار کا اسلئے ان چیزوں میں کسی ایک ہی پہلو کو صحیح سمجھنا اور دوسرے پہلو کو غلط قرار دینا صحیح نہیں۔ اصل قابل توجہ چیز یہ ہے کہ حقیقت ہو، بے روح رسم نہ ہو۔ [2] یہ سلام اس مجموعہ کے صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ پر درج ہے۔

اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ وَجَاھَدْتَ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ فَجَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَیْرَ مَا جَزٰی نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَرَسُوْلًا عَنْ خَلْقِہٖ۔

سامنے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہو (کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے) اور اس کا کوئی شریک ساجھی بھی نہیں ہو اور بلا شبہ آپ اس کے بندے اور رسول ہیں ——— اور میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں (اور ان شاء اللہ قیامت میں اللہ کے سامنے بھی یہ شہادت دونگا) کہ آپ نے اس کا پیغام پہونچا دیا اور امانت کا حق ادا کر دیا، اور امت کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہ رکھی اور گمراہی اور تاریکی کو بالکل دور کر دیا، اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ پس آپکو آپکا مولا اس پوری امت کی طرف سے وہ بہترین جزاء دے جو کسی نبی کو اسکی امت کی طرف سے اور کسی رسول کو اپنی مخلوق کی طرف سے اللہ نے دی ہو یا دینے والا ہو۔

اس کے بعد حضورؐ سے شفاعت کی درخواست کیجئے اور عرض کیجئے کہ: حضور والا! گناہوں کے بوجھ نے میری کمر توڑ دی ہے، میں آج آپ کے سامنے اپنے سب گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، اور اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔ حضورؐ بھی میرے لیے استغفار فرمائیں، اور قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں، اگر حضورؐ نے عنایت نہ فرمائی تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ برباد ہو جاؤں گا۔"

بہ سلام آمدم جوابم دہ   مرہمے بر دل خرابم نہ

اس کے بعد اپنے اُن بزرگوں دوستوں، عزیزوں کا سلام حضورؐ کو پہنچائیے جنھوں نے آپ سے فرمائش کی ہو اور آپ نے اُن سے وعدہ کر لیا ہو۔ اگر سب کا نام لینا مشکل ہو تو

اتنا ہی عرض دیجیے کہ: "حضورؐ آپ پر ایمان رکھنے والے اور آپ کا نام لینے والے میرے چند اور بزرگوں اور عزیزوں دوستوں نے بھی سلام عرض کیا ہے، حضورؐ ان کا سلام قبول فرمائیں، اور ان کے لیے بھی اپنے رب سے مغفرت مانگیں، وہ بھی حضور کی شفاعت کے طلبگار اور اُمیدوار ہیں۔"

اِس سیاہ کار کی التجا

یہاں میں آپ سے بڑی ہی عاجزی سے اور ایمانی اخوت کا واسطہ دے کر عرض کرونگا کہ خواہ اس پہلی حاضری میں اور خواہ اس کے بعد کسی حاضری میں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس سیاہ کار امتی کی طرف سے بھی عرض کریں کہ "اے رب العالمین کے حبیب بلکہ رحمتِ عالم! آپ کے ایک سیاہ کار اور نابکار اُمتی محمد منظورؔ نے بھی سلام عرض کیا ہے۔ وہ اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے، اور حضورؐ پر ایمان لانے والے اپنے محسنوں اور محبوں کے لیے حضورؐ سے مغفرت کی دُعا اور شفاعت کا طلبگار اور امیدوار ہے، اسے یقین ہے کہ آپ کی شفاعت وعنایت سے اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔ حضورؐ سے اس کی یہ بھی التجا ہے کہ اُس نے جو عہد آستانہ مقدسہ پر کیا تھا حضور والا اپنے رب سے دُعا فرمائیں کہ مرتے دم تک اس پر قائم رہنے کی اس کو توفیق ملے۔"

تو کہ کیمیا فروشی نظرے بقلب ما کن   کہ بضاعتے نداریم و افگندہ ایم دامے

پھر حضورِ اقدسؐ کے حضور میں سلام اور اپنی معروضات عرض کرنے کے بعد تقریباً ایک ہاتھ داہنی جانب ہٹ کے آپ کے یارِ غار اور سب سے بڑے جاں نثار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں سلام عرض کیجئے "السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ السلام علیک یا وزیر رسول اللہ السّلام علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار ورحمۃ اللہ وبرکتہ۔" اس کے بعد تقریباً ایک ہاتھ اور داہنی ہی جانب ہٹ کے سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے روبرو حاضر ہو کے سلام عرض کیجیے۔

السّلام علیک یا امیر المومنین۔ السّلام علیک یا عزّ الاسلام والمسلمین ورحمۃ اللہ وبرکتہ

مدینۂ طیبہ میں آپ کا قیام اور اس عرصہ کے مشاغل

خدا نے چاہا تو آپ کو مدینۂ طیبہ میں قیام کا کافی موقع ملے گا، ان دنوں کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت سمجھیے، جہاں تک ہو سکے زیادہ وقت مسجد نبویؐ میں گزاریے، لاکھوں کروڑوں میل کی اللہ کی زمین میں یہی وہ خوش نصیب قطعہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور میں سب سے زیادہ سجدے کیے، نمازیں پڑھیں، خطبے دیے، دعائیں کیں، اعتکاف کیے۔ اگرچہ اب مسجد نبویؐ عہد نبوت کی وہ پرانی مسجد نہیں ہے، لیکن اس میں کیا شک کہ زمین وہی ہے اور فضا وہی ہے، اور انوار و برکات وہی ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ایک حصہ میں آج بھی آرام فرما ہیں ۔۔۔ یقیناً ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است ۔۔۔ ہمین است و ہمین است و ہمین است

بہرحال اپنا زیادہ وقت مسجد شریف ہی میں گزاریے، نفل نمازیں پڑھیے، قرآن مجید کی تلاوت کیجیے، اور سب سے زیادہ شغل درود شریف کا رکھیے۔ اور جب موقع مناسب سلام عرض کرنے کیلئے مواجہ شریف میں حاضر ہو جایئے۔

مواجہ شریف میں اطمینانی حاضری کے اوقات

اس عاجز کے تجربہ میں چار وقت ایسے ہیں جبکہ مواجہ شریف میں اطمینان سے حاضری اور عرض معروض کا موقع اکثر مل جاتا ہے، ایک تہجد کے وقت جبکہ مسجد شریف کے دروازے کھلتے ہیں، اس وقت داخل ہونے والے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ وہ "روضۃ الجنۃ" میں جگہ قبضانے کی فکر میں یا "محراب النبیؐ" پر نفل پڑھنے کی کوشش میں اس طرف سبقت کرتے ہیں، آپ اگر اس وقت "باب جبریلؑ" سے داخل ہو کے اور تحیۃ المسجد مختصر پڑھ کے سیدھے مواجہ شریف پر پہونچیں تو وہاں کوئی اژدہام اور مجمع انشاء اللہ اس وقت نہ پائیں گے ۔۔۔ دوسرے ہندوستانی گھڑیوں کے حساب سے دن کو ۱۰ بجے اور ۱۱ بجے کے درمیان ۔۔۔ تیسرے غروب آفتاب سے تقریباً پون گھنٹہ آدھا گھنٹہ پہلے ۔۔۔ اور چوتھے رات کو جب مسجد شریف کے دروازے بند کیے جاتے ہیں۔ اگر آپ اس امید میں بالکل آخری وقت تک وہاں ہیں تو انشاء اللہ کبھی کبھی چند منٹ کے لیے ایسا موقع بھی اس وقت آپ کو نصیب ہو جائے گا جبکہ آپ کے سوا وہاں کوئی نہ ہوگا۔

چونکہ اصحاب ذوق ومحبت کو کسی ایسے وقت کی بڑی تمنا ہوتی ہے جب کہ ع

"ہم ہی ہم ہوں تری محفل میں کوئی اور نہو"

اس لیے اپنا یہ تجربہ بے تکلف آپکے لیے عرض کر دیا ہے۔ خدا کرے کام آئے تو کیا میں آپ سے امید رکھوں کہ آپ ایسے کسی وقت میں بھی اس سیاہ کار کو یاد رکھ سکیں گے۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی　　بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را

ایک اور تجربہ اور مشورہ

انکسار کے طور پر نہیں، بلکہ پوری دیانتداری اور صفائی سے حقیقت حال عرض کرتا ہوں کہ خاص اصطلاح کے مطابق میں "اہل ادراک" میں سے نہیں ہوں بلکہ ان امور میں ایک عامی آدمی ہوں تاہم گزشتہ سال جب اللہ تعالیٰ نے وہاں کی حاضری کی نعمت سے نوازا، تو جب کبھی کسی قدر اطمینان کیساتھ مواجہہ شریف میں حاضری نصیب ہوئی تو قریب قریب ہر دفعہ بڑی قوت کے ساتھ دل پر اس احساس کا غلبہ ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکو سب سے زیادہ خیال اور فکر امت کی دین سے لاپرواہی اور دوری کا ہے۔ اور مسلمانوں کی بگڑی ہوئی زندگی سے آپ سخت محزون اور متفکر ہیں اور گویا اسکے منتظر ہیں کہ آپ سے تعلق اور نسبت رکھنے والے آپ کی امت میں ایمانی روح اور اسلامی زندگی عام کرنے کے لیے کمربستہ ہوں۔ ممکن ہے یہ میرے خاص خیالات کا ہی عکس ہو، لیکن بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی دل میں اسکا یقین پوری قوت سے بھر رہا ہے۔ آپ سے بے تکلف عرض کیے دیتا ہوں کہ آخر ایک وقت اس سیاہ کار نے ضرورتی مجھ کر عرض کیا کہ حضور توفیق اور استقامت کی دعا فرمائیں انشاء یہ غلام بھی جہانتک بن پڑے گا یہ کام کریگا۔ پھر ایسا محسوس ہوا گویا حضور کو اس عدہ اور ارادے سے ایک خاص مسرت اور فرحت ہوئی۔ والعلم عند اللہ میں مکرر عرض کرتا ہوں کہ اسکا بڑا امکان ہے، بلکہ اپنی حالت دیکھتے ہوئے اغلب یہی ہے کہ یہ سب اپنے ہی اندر کے خیالات ہوں لیکن بہرحال اس احساس یا ادراک نے مجھے تو فائدہ ہی پہنچایا اک ایک قطعی منصوص دینی کام کی اہمیت کا احساس پہلے سے کچھ زیادہ ہو گیا۔

آپ کو بھی اس عاجز کا مخلصانہ مشورہ ہے کہ مواجہ شریف میں جہاں حضورؐ سے آپ اور اپنی باتیں عرض کریں وہاں کبھی دین کی خدمت و نصرت کا عہد بھی آپ کیجیے! انشاء اللہ اس کی برکتیں آپ خود دیکھ لیں گے۔

جنت البقیع

مدینہ طیبہ میں مسجد شریف اور روضہ مقدسہ کے بعد سب سے اہم مقام وہاں کا قدیمی قبرستان "جنت البقیع" ہے جو حرم نبوی سے بہت تھوڑے سے فاصلہ پر ہے، زیادہ سے زیادہ ... منٹ کی مسافت ہے۔ کیسا خوش نصیب زمین کا یہ قطعہ ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے مرنے والوں کو اپنے ہاتھ سے اسمیں دفن فرمایا۔ آپ کی اکثر ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور اہل بیت نبوت کے بہت سے ممتاز افراد اور کتنے جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور پھر شمار میں نہ آسکنے والے ان کے تابعین اور تبع تابعین اور قرون مابعد میں پیدا ہونے والے بے گنتی و بے شمار آئمہ عظام اور اولیاء کرام اس میں آسودہ خواب ہیں۔ سچ کہا کہنے والے نے۔ ع "دفن ہو گا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز"

مدینہ طیبہ کے قیام کے زمانہ میں یہاں بھی ضرور حاضری دیتے رہیے، یہاں کے سونے والوں کو پہلے مسنون طریقہ پر سلام عرض کیجیے اور اُن کے لیے اُن کے رب سے مغفرت، رحمت اور رفع درجات کی دعا کیجیے، اسی کے ساتھ اپنے لیے بھی دعا کیجیے کہ اے اللہ یہاں تیرے جو یہ وفادار اور صالح بندے سوئے ہیں۔ ان کی جن باتوں سے تو راضی ہوا ان کا کوئی ذرہ مجھے بھی نصیب فرما، اے اللہ! اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں لیکن تیرے ان سب صالح بندوں سے مجھے محبت ہے بس اس محبت ہی کی برکت سے تو مجھے ان کے ساتھ شامل فرما دے (والحقنی بالصّٰلحین)

بقیع کا دروازہ دن بھر کھلا رہتا ہے، آپ ہر وقت حاضر ہو سکتے ہیں، لیکن اپنا تجربہ یہ ہے کہ سب سے اچھا وقت یہاں کے لیے صبح اشراق کے بعد کا ہے۔

مسجد قبا

مسجد قبا جس کے متعلق "لمسجدٌ اُسّسَ علی التّقوٰی"[1] فرما کر خود قرآن پاک نے اسکو خاص عزت و عظمت بخشی ہے اور "احقّ اَن تقومَ فیہ"[2] کے الفاظ سے جس میں نماز پڑھنے کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترغیب

---

[1] وہ مسجد جس کی بنیاد اخلاص اور تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ [2] اس مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا آپ کے لیے بہتر ہے۔

دی گئی ہو، اور جس میں دو رکعت کا ثواب حضورؐ نے رمضان کے عمرہ کے برابر بتلایا ہے۔ کم از کم ایک دو دفعہ وہاں بھی جائیے اور اس میں نماز ادا کیجئے، اور وہاں کے خاص انوار و برکات کے حصول کی اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔

جبل اُحد

اُحد۔ وہ پہاڑ ہے جس کے متعلق حضورؐ نے فرمایا "یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ" (ہم کو اس سے محبت ہے اور اس کو ہم سے محبت ہے) اسی پہاڑ ہی کے دامن میں گویا جنگ اُحد ہوئی تھی جس میں خود آنحضرتؐ بھی سخت زخمی ہوئے اور قریباً ستر جان نثار صحابۂ کرام شہید ہوئے تھے جن میں آپ کے محبوب اور شفیق چچا اسد اللہ و اسد رسولہ حضرت حمزہؓ بھی تھے، یہ سب شہدائے کرام وہیں مدفون ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاص اہتمام سے اس گنج شہیداں پر تشریف لیجاتے تھے اور وہاں ان کو سلام و دعا سے نوازتے تھے۔

کم از کم ایک دفعہ وہاں بھی آپ ضرور حاضری دیجیے اور مسنون طریقہ پر شہدائے کرام کو پہلے سلام عرض کرکے ان کے واسطے اور ان کے ساتھ اپنے بھی واسطے اللہ تعالیٰ سے مغفرت و رحمت کی اور فلاح و رضا کی دعا کیجئے۔ اور اللہ و رسول کے ساتھ سچی وفاداری اور دین پر استقامت اللہ تعالیٰ سے یہاں خاص طور پر مانگیے۔

مدینۂ طیبہ کے فقراء و مساکین

غربت و افلاس مدینہ شریف میں حد سے زیادہ ہے جن بیچاروں نے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو روزی حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے وہ تو غالباً لوگوں سے کچھ امداد و اعانت حاصل کر ہی لیتے ہوں گے لیکن باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ مدینہ کی آبادی میں کافی تعداد ایسے شریف گھرانوں کی ہے جو فاقوں پر فاقے ہونے کے باوجود سوال اور اظہارِ حاجت کی ذلت سے اپنے کو بچاتے ہیں۔

بلاشبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایسے پڑوسیوں کی خدمت بڑی سعادت ہے، اور انشاء اللہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفقت و عنایت حاصل ہونے کا خاص ذریعہ ہے۔

لیکن ہم آپ جیسے لوگ اپنے چند روزہ قیام میں ان کا پتہ بھی نہیں چلا سکتے البتہ ایسے معتمد ذریعے مل سکتے ہیں جن کی وساطت سے اپنے ہدایا ایسے گھرانوں تک پہونچائے جاسکیں۔

مدینۂ طیبہ سے واپسی:۔ مدینۂ طیبہ میں جتنا قیام اللہ تعالیٰ نے آپکے لیے مقدر فرمایا ہے

اس کو ختم کر کے آپ آخر کار واپس ہوں گے، اور مدینہ طیبہ سے جدا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رخصت ہونا قدرتی طور پر آپ کے لیے بڑا سانحہ ہوگا۔۔۔ بہرحال جب وہ دن آئے تو اس روز خصوصیت اور خاص اہتمام سے آپ رخصتی ہی کے لیے مسجد شریف میں حاضر ہوں، پہلے دو رکعت نماز (اگر ہو سکے تو محراب نبوی میں، ورنہ اس کے آس پاس روضۃ الجنۃ میں) کہیں پڑھیں اور اپنی دعاؤں کے ساتھ خاص طور سے یہ دعا بھی کریں کہ۔

"اے اللہ! تیرے محبوب رسول اور ان کی اس مسجد اور ان کے اس شہر اور شہر والوں کے حقوق و آداب کی ادائیگی میں جو کوتاہیاں مجھ سے ہوئیں ان کو اپنے خاص کرم سے معاف فرما، اور میرے حج و زیارت کو قبول فرما، اور مجھے یہاں سے محروم واپس نہ فرما، اور میری یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو، بلکہ اے میرے کریم مولا! اس کے بعد بھی مجھے تو یہاں حاضری کی توفیق عطا فرما اور قیامت میں اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت اور آپ کا قرب مجھے نصیب فرما۔"

اس کے بعد آپ مواجہ شریف میں آئیں اور سلام عرض کریں۔ اور استغفار اور شفاعت کی پھر درخواست کریں اور یہاں کے ادب اور مقام کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے اور بھی جو کچھ عرض کرنا ہو عرض کریں! اور استدعا کریں کہ حضور والا میرے حج و زیارت کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں اور یہ بھی دعا فرمائیں کہ میری یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو، بلکہ اس کے بعد بھی مجھے بلایا جائے۔

اس وقت جس قدر آپ کا دل غمگین اور شکستہ ہوگا اور آنکھیں جتنی اشکبار ہوں گی ان شاء اللہ اسی قدر رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رحمت و شفقت آپ کی طرف متوجہ ہوگی۔

اس کے بعد یہ تصور کرتے ہوئے کہ جس ملک میں میں رہتا ہوں گویا اسی میں شہادت حق اور دین کی خدمت و نصرت پر میں مامور ہوں وطن روانہ ہو جائیے، اور دل غمگین کو تسکین دیجئے کہ اگرچہ جسم میرا مدینہ طیبہ سے دور رہے گا لیکن میری روح ان شاء اللہ کبھی دور نہ ہوگی اور ہزاروں میل دور سے بھی میرا درود و سلام، اور میرا پیام اللہ کے فرشتوں کے ذریعہ ان شاء اللہ حضور کو پہونچا کرے گا۔

(اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ)

اپنے گھر سے

بیت اللہ تک

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ کر کے روانگی کی تاریخ آئی۔ ع

"دن گنے جاتے تھے جس دن کے لیے"

جس دن کی آرزو لے کر اللہ کے لاکھوں نیک اور مقبول بندے دنیا سے چلے گئے۔ ہزاروں اولیاء اللہ عمر بھر اسی حسرت و اشتیاق میں رہے، وہ ایک ظلوم و جہول بندہ کو نصیب ہو رہا ہے۔ ع

"بدیں مژدہ گر جاں فشانم رواست"

بہت چاہا کہ سوائے چند مخصوص دوستوں کے کسی کو خبر نہ ہو، ایسے موقع پر ریا و عجب (خود پسندی) سے حفاظت اور اخلاص کامل بڑا اونچا مقام اور اللہ کے مخلص بندوں کا کام ہے۔ اگر سفر کی بسم اللہ ہی غلط ہوئی اور اخلاص میں فرق آیا تو بڑا خطرہ ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

لیکن ایک سے دوسرے کو اور دوسرے سے تیسرے کو خبر ہو ہی گئی، اے اللہ دل کا نگہبان تو ہی ہے، اپنی ناکارگی، گناہوں اور شامتِ نفس کا پورا استحضار اور تیرے بے استحقاق احسان کا مراقبہ رہے، ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی اہلیت و مقبولیت کا وسوسہ اور ریا کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے۔

اللّٰھُمَّ اِنَّ قلوبنا و نواصینا و جوارحنا بیدك لم تملكنا منها شیئاً فاذا فعلت ذلك بنا فکن انت ولینا واھدنا الی سواء السّبیل

اے اللہ ہمارے دل، ہماری پیشانی کے بال ہمارے اعضاء و جوارح سب تیرے ہاتھ میں ہیں تو نے انہیں سے کوئی چیز بھی ہمارے اختیار میں نہیں دی، جب واقعہ یہ ہے تو پھر تو ہی ہمارا کارساز رہ اور ہم کو سیدھے راستے پر لگا۔

تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ سفر میں سامان کم سے کم اور بس ضروری چیزیں لیجیے، زیادہ سامان کی وجہ سے بہت سی نعمتوں سے محروم ہونا پڑتا ہے، آزادی نہیں رہتی اور بعض اوقات غلط کام کرنے پڑتے ہیں، جن کا ہمیشہ افسوس رہتا ہے۔

لیجیے دیکھتے دیکھتے چلنے کا وقت آگیا، مگر وہ وقت نہیں ہے، ہر سفر کا آغاز دو رکعت نفل اور دعاء سفر سے مسنون ہے، نہ کہ اتنا طویل، مبارک اور نازک سفر جس میں ہر آن خطرہ پونجی کے ڈوب جانے اور قلب و نیت کے خزانوں کی

رہزنی کا ہے، ساری عمر کا خشوع اگر اس ایک نماز میں اور زندگی بھر کا تضرع اگر آج کی دعا میں آجائے تو بڑی بات نہیں، جسم و جان، قلب و ایمان، بر و بحر کے خطرے اس ایک سفر میں جمع ہیں، ہار جیت کا سفر ہے، ہار بھی ایسی کہ اس کے برابر کوئی ہار نہیں، اللہ کے گھر جائے اور اپنی شامتِ اعمال سے خالی ہاتھ آئے بلکہ گناہوں کی گٹھری اُلٹی پیٹھ پر لاد کر لائے۔

تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے
کس لیے آئے تھے اور کیا کر چلے

اور جیت بھی ایسی کہ کوئی فتح اور کامرانی اس کے برابر نہیں، گناہوں سے پاک دھویا دھلایا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ۔ (بخاری و مسلم)	جس شخص نے محض اللہ کی خوشنودی کے لیے حج کیا اور بے حجابی اور گناہ سے محفوظ رہا تو وہ پاک ہو کر ایسا لوٹتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے روز تھا۔

وہ سفر جس کا انعام جنت ہے۔

الحج المبرور لیس لہ الجزاء الا الجنۃ (بخاری و مسلم)	حج مقبول کی جزا جنت ہی ہے

اس سفر کے لیے جو کچھ بھی مانگا جائے اور جس طرح دل کھول کر مانگا جائے کم

ہے۔ مگر ناتجربہ کار عقل، پریشاں دماغ، مضطرب دل، تھکا ہوا جسم، وقت تھوڑا کہنا بہت، کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر ضروری باتیں زبان پر آجائیں اور ضروری باتیں رہ جائیں، لیکن قربان رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہ جیسے ہر دینی و دنیاوی ضرورت کے لیے جچی تلی دعائیں اور ہر شعبۂ زندگی کے لیے منتخب دعائیہ الفاظ امت کو عطا کر گئے۔ سفر کی بھی ایسی مکمل دعا تعلیم کر گئے جس میں نہ کسی اضافہ کی ضرورت ہے نہ کسی ترمیم کی۔ اور صدہا احسانات کے ساتھ اس احسان کا بھی استحضار کر کے محبت و عظمت کے ساتھ درود پڑھ کر یہ مسنون و ماثور الفاظ کہے:۔

اللّٰھم انا نسالك فی سفرنا ھٰذا البر والتقوٰی ومن العمل ما ترضی اللّٰھم ھوّن علینا سفرنا ھٰذا واطوِ عنّا بعدہ اللّٰھُمّ انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل اللّٰھم انی اعوذ بك من وعثاء السفر وکابۃ المنظر وسوء المنقلب فی المال والاھل والولد (مسلم)	اے اللہ ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور احتیاط کے طالب ہیں اور ایسے اعمال کے جو تجھے پسند ہوں اے اللہ ہمارے سفر کو ہمارے لیے آسان اور ہلکا بنا دے اور اس کی مسافت کو لپیٹ دے، اے اللہ تو سفر میں بھی ہمارے ساتھ ساتھ ہے اور گھر میں بھی ہمارے پیچھے نگراں اور خیال رکھنے والا ہے، اے اللہ میں تجھ سے سفر کی کلفت اور ایسی چیز سے پناہ چاہتا ہوں جس کے دیکھنے سے کوفت ہو اور مال اور اہل و عیال کی طرف بری واپسی سے۔

گھر سے رخصت ہوئے سب کو اللہ کے حوالے کیا، اور اللہ کے حفظ و امان میں دیا رخصت کرنے والوں نے بھی مسنون الفاظ میں اللہ کے گھر کے مسافر کو اللہ کی ودیعت حفاظت میں دیا اور کہا:-

استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم اعمالک — میں اللہ کی امانت میں دیتا ہوں تمہارا دین اور تمہاری امانت اور تمہارے اعمال کا انجام۔

جس وقت گھر سے نکلے، سفر شروع ہوگیا اور زبان پر یہ مسنون الفاظ آگئے جو بالکل مناسب حال ہیں۔

اللّٰھم بک انتشرت والیک توجھت وبک اعتصمت وعلیک توکلت انت ثقتی وانت رجائی اکفنی ما اھمنی ومالا اھتم بہ وما انت اعلم بہ منی عز جارک وجل ثنائک ولا الٰہ غیرک زودنی التقوٰی واغفرلی ذنوبی ووجھنی للخیر اینما توجھت

اے اللہ میں تیرے سہارے چل کھڑا ہوا ہوں اور تیری طرف رُخ کر دیا ہے اور تجھے مضبوط پکڑ لیا ہے اور تجھ پر بھروسہ کیا ہے، تو ہی میرا سہارا ہے تو ہی میرا آسرا ہے، جس چیز کی مجھے فکر ہے اور جسکی مجھے فکر نہیں اور جسکو تو زیادہ جانتا ہے سب کا تو خود ہی انتظام فرما دے، تیرے جوار میں آنے والا غالب و محفوظ ہے، تیری مدح و توصیف بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تقویٰ کو میرا زادِ راہ بنا میرے گناہوں کو معاف فرما، اور جس طرف رُخ کروں خیر ہی کی طرف میرا رُخ کر۔

گاڑی آگئی، مسافروں کو ایذا دیے بغیر سوار ہوئے، سامان کو قرینہ سے رکھا، بقدر ضرورت جگہ گھیری، وضو اور نماز کا انتظام کر لیا، سفر کے اس ہنگامہ اور شور وغل میں بھی اپنے سفر کی عظمت، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف توجہ اور اپنی بے بسی کا احساس قائم ہے، لوگوں سے محبت کے ساتھ رخصت ہوئے اور سفر کی کامیابی اور مقبولیت کے لیے خود ان سے دعا کی درخواست کی، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ کے ان سادہ دل بندوں میں کتنے مقبول بارگاہ ہوں گے، اور کتنوں کے جسم یہاں اور دل وہاں ہوں گے، اور کتنے بہت سے حجاج سے افضل ہوں گے۔

گاڑی روانہ ہوئی، اپنے ہم سفروں سے تعارف حاصل ہوا، ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ سفر کی سنت اور حکم ہے کہ ساتھیوں میں سے ایک کو سفر کا امیر بنایا جائے، سب نے اتفاق کیا اور ایک صاحب علم اور منتظم رفیق کو امیر بنایا، انھوں نے سب کی خدمت وراحت کا عزم کیا، حج کے رفیقوں کو مخاطب کر کے اس سفر کی عظمت اور اس کے آداب وحقوق مختصر طریقے پر بیان کیے، نماز کا وقت آیا، ساتھیوں کو نماز کی طرف متوجہ کیا اور اعلان کیا کہ انشاء اللہ نماز جماعت کے ساتھ ہوگی گاڑی جنکشن پر پہونچنے والی ہے، گاڑی ٹھہری، اپنی جگہ کے محفوظ رہنے کا انتظام کیا، سب نے وضو کیا، پلیٹ فارم پر اذان ہوئی، امام نے وقت کا خیال کرتے ہوئے مختصر نماز پڑھائی، لوگ اپنی اپنی جگہ آ گئے، موقع ہوا تو سنتیں اور نوافل کھڑے بیٹھے پڑھ لیے، اگلی نماز کے وقت اتر کر پڑھنے کی مہلت نہ تھی، گاڑی کے اندر ہی جماعت کا

اہتمام ہوا مسافروں سے کہہ سن کر جگہ کی، اور فرض کھڑے ہو کر ادا کیے، بعض نمازوں میں سب نے ایک ہی جماعت سے نماز پڑھی، بعض اوقات دو دو تین تین نے مل کر ایک ایک جماعت کرلی، رات کو سونے میں، اُترنے اور چڑھنے میں کسی چیز میں بھی کشمکش کی نوبت نہیں پیش آئی۔ لا جدال فی الحج (حج میں لڑائی جھگڑا نہیں) کی مشق یہیں سے شروع ہوگئی، الحمد للہ رفیقوں کو اعتماد اور مسافروں کو انس ہوگیا اس سے خود کو بھی راحت ملی اور دوسروں کو بھی عافیت ہوئی۔ اور زیادہ خرچ کرنے سے بھی جو آرام نہ ملتا وہ ایثار وخدمت سے ملا۔ کم خرچ بالانشیں اسی کو کہتے ہیں۔

راستہ میں دین ہی کا تذکرہ اور دین ہی کا مشغلہ رہا۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی "فضائل حج"۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کی "زیارۃ الحرمین"۔ مفتی صاحب مظاہر العلوم کی "معلم الحجاج"۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کا "سفرنامہ حجاز" شیخ عبدالحق دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی "جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب" ساتھ ہو، راستہ میں خواہ مخواہ کی وقت گزاری اور لا یعنی گفتگو کی نوبت ہی نہیں آئی، مولوی احتشام الحسن کاندھلوی کی "رفیق حج" کے متعدد نسخے ساتھ ہیں، ساتھیوں کو دے دیے کہ ایک دوسرے کو پڑھ کر سنائیں۔

بات کرتے کرتے آخری اسٹیشن آگیا، مسافر اترے، سامان اُترا، سب کو اتار کر اور سب کچھ دیکھ بھال کر امیر صاحب اُترے، قافلہ مسافرخانے پہونچا، سب اپنی اپنی

جگہ مقیم ہوئے مستورات کے پردے کا پورا انتظام کیا۔ ابھی جہاز کی روانگی میں ایک ہفتہ باقی ہے، اکثر ضروریات سفر ہمراہ ہیں، پاسپورٹ بن چکا ہے، اگر نہیں بنا تو آسانی سے بن جائے گا، ٹکٹ کا مرحلہ بھی مشکل نہیں، سب کی صلاح ہوئی کہ یہ ہفتہ اپنی تیاری اور حجاج کی خدمت گزاری میں صرف ہو، سُنا ہے کہ جس نوع کی خدمت مسلمانوں کی کی جائے اسی نوع کی مدد اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، جو مسلمان کو روٹی کھلائے گا اللہ اس کی روٹی کا انتظام فرمائے گا، جس کو مسلمانوں کی نماز کی فکر ہوگی اللہ اس کی نماز کی حفاظت اور اس کی ترقی کا انتظام فرمائے گا، اس لیے اگر حجاج کے حج کی صحت اور اس کی روح کی فکر کی جائے گی تو ہمیں بھی اپنے حج کی مقبولیت اور اس کی روحانیت کی امید کرنی چاہیے اللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ (جب تک ایک شخص اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں رہتا ہے) قرار یہ پایا کہ حجاج کا دائرہ بہت وسیع ہے کسی ایک کے بس کی بات نہیں، اس لیے جماعتیں بنائی جائیں اور اجتماعی طور پر نظم و انتظام سے کام شروع کیا جائے۔ خوش قسمتی سے تبلیغی جماعت کے افراد موجود ہیں جو حجاج کی دینی ضروریات کی تکمیل اور حج کے مسائل و فضائل لوگوں تک پہونچانے کی سعی کرتے ہیں، ان کی جماعت کو تلاش کر کے ان میں شرکت کی جو معلومات کتابوں کے مطالعہ سے مشکل سے حاصل ہوتے ہیں وہ ان کے ذریعہ ان کے تجربوں سے آسانی سے حاصل ہو گئے۔ مسافر خانہ اور حاجی کیمپ میں حجاج کی حالت

دیکھ کر سخت قلق ہوتا ہے، حج کا سا عظیم الشان اور مقدس سفر جو سراسر عشق و محبت کی تکمیل اور ایمان و تقویٰ کی تصویر ہے اور حالت یہ کہ فرض نمازوں تک کا اہتمام نہیں، بیچ مسافر خانہ میں مسجد بنی ہوئی ہے، جہاں پانچ وقت بآواز بلند اذانیں ہوتی ہیں وضو وغسل کا انتظام ہو، مگر ذرا ذرا سی حقیقی و خیالی ضرورتوں کی وجہ سے بے تکلف جماعت چھوڑی جاتی ہے، اس سے زیادہ تکلیف دہ منظر یہ ہے کہ بغیر کسی مشغولیت کے بھی بیسوں آدمی نمازیں قضا کرتے ہیں، وقت مقرر ہوا، جماعتیں بنیں، حجاج کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا، سامان کی تیاری میں سخت انہماک ہے مگر اصل تیاری سے پوری غفلت، ضرورت کی کوئی چیز (جس کی ممکن ہے پورے سفر میں ضرورت نہ ہو) رہ نہ جائے، مگر دین کے مبادی اور ارکان کی طرف بھی توجہ نہیں، سب سے اہم مسئلہ زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اور حج کی بنیاد، مگر خدا معاف کرے ہمارے دوستوں کو بات سننے کی بھی فرصت نہیں، بہر حال خوشامد درآمد سے متوجہ ہوئے، دیکھ کر عقل حیران ہوگئی کہ کتنے صاحبوں کا کلمہ تک درست نہیں، اور مفہوم سے تو بہت کم آشنا، جماعتوں کی حاضری کی طرف توجہ دلائی، اور عرض کیا کہ مسافر خانہ کی مسجد میں فلاں وقت حج کے متعلق روزانہ کچھ عرض کیا جاتا رہے گا، آپ ضرور تشریف لائیں۔ یہ تیاری ہر تیاری پر مقدم ہے۔ ہمارے امیر صاحب نے اور دو ایک اور عالموں نے صبح اور عشاء کے بعد کچھ بیان کرنا بھی شروع کیا، اور معلوم ہوا کہ حجاج میں احساس و توجہ کی ایک لہر پیدا ہوئی اور بہت سے لوگ گویا سوتے سوتے چونک پڑے "الفرقان"

میں کام کا جو نقشہ دیا گیا ہے اس کے مطابق تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا گیا، اور الحمد للہ بہت موثر و مفید ثابت ہوا۔

لیجیے جہاز کی روانگی کا دن آپہونچا، آج بڑے ہنگامہ کا دن ہے، میدان حشر کا ایک نمونہ ہے، نفسی نفسی کا عالم ہے، ہر ایک کو اس کی فکر ہو کہ اس کو اچھی سے اچھی جگہ مل جائے اور سامان محفوظ رہے، قانونی مراحل سب طے ہوئے، سامان جہاز پر پہونچا، اب سوائے اللہ پر بھروسہ کے کوئی چارہ نہیں، جہاز پر داخلہ شروع ہو گیا اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے یہ دن دکھایا، خدا وہ دن بھی دکھائے کہ سرزمین مقدس پر اُترنا ہو، سفر عشق میں سامان راحت کا کیا سوال، پھر بھی اللہ کے احسان کے صدقے کہ ہم ضعیفوں کو امتحان میں نہیں ڈالا اور راحت و عافیت کی جگہ عطا فرمائی لیجیے وہ سیٹی ہوئی، وہ لنگر اُٹھا، وہ ہاتھ سلام کے لیے اُٹھے، وہ رومال وداع کے لیے ملے، ان سب کو سب نے دیکھا، مگر بہتے ہوئے آنسوؤں کو کس نے دیکھا، اور گلوگیر آواز کو کس نے سنا۔ جانے والو! حج و زیارت تم کو مبارک، مومن کی معراج تم کو مبارک، ہم مہجوروں کو نہ بھولنا۔ ع۔

"ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر جب دربار میں آئے"

جہاز روانہ ہوا، سامان قاعدے سے لگ گیا، نئی جگہ کا جائزہ لیا، اب بڑی فکر اس کی ہے کہ نمازوں کا انتظام کیا ہوگا، یہ بارہ چودہ دن جن سے زیادہ فرصت کے اوقات برسوں میں نصیب نہ ہوئے ہوں گے کس طرح گزریں گے، تیاری کی ایک

مہلت اور عمر بھر کی غفلتوں کی تلافی کا ایک موقع ملا ہے شامت اعمال سے یہ بھی کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ مشورہ کیا، چل پھر کر دیکھا معلوم ہوا کہ جہاز کی بالائی منزل پر نماز کے لیے ایک وسیع جگہ ہے، سمت قبلہ تبلانے کے لیے (جو جہاز پر ایک مشکل مسئلہ ہے) جہاز کی طرف سے انتظام ہے، چنانچہ لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا گیا کہ اذانیں انشاء اللہ وقت پر ہوں گی، حاجی صاحبان نماز کے لیے اذان کا انتظار کریں۔ ورنہ اس کا خطرہ ہے کہ بے وقت نماز پڑھ لی جائے۔ بالائی منزل پر نماز باجماعت ہوگی، قبلہ تبلانے کے لیے جہاز کی طرف سے انتظام ہوگا، بغیر تحقیق کے نماز نہ پڑھی جائے، الحمدللہ جماعت شروع ہوگئی، امام و مؤذن کا تعین ہو گیا۔

خیال ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر سے فائدہ اٹھایا جائے اور حجاج کو ان کی قیام گاہوں پر مفید اور ضروری باتیں پہونچائی جائیں، چنانچہ ایسے اوقات میں جو کھانے اور ناشتہ اور سونے سے فراغت کے ہیں، تقاریر کا انتظام کیا گیا، کوشش یہ کی گئی کہ دین کے عام احساس اور حج کی عظمت اور اس کے لیے تیاری کا خصوصی خیال پیدا کرنے والی اور دینی جذبات اور احساس ذمہ داری کو بیدار کرنے والی تقریریں کی جائیں، چنانچہ یہ سلسلہ شروع ہوا اور ہر مسافر نے بیٹھے بیٹھے، لیٹے لیٹے اپنی اپنی جگہ اس سے فائدہ اٹھایا، مستورات بھی مستفید ہوئیں۔

جہاز کے دن کامل فراغت و فرصت کے ہیں، زندگی کی سب سے بڑی مصروفیت نقل و حرکت تھی، مکان، دکان، کارخانہ، دفتر، سڑک، باغ، محلہ، شہر،

یہاں کچھ نہیں، نیچے نیلا سمندر، اوپر نیلا آسمان، ان دونوں کے درمیان لکڑی کے ایک تختہ پر انسانوں کی یہ بستی، کوئی کہیں آنا جانا چاہے بھی تو کہاں جائے، گھوم پھر کر وہی ایک محلہ، وہی لکڑی اور لوہے کا چھوٹا سا تیرتا ہوا گاؤں، نقل و حرکت کی جو کچھ عمر بھر کی عادت اور ہوس تھی چکر اور دردسر نے اس کو بھی پابند کر دیا، گویا سارے شوقین و بدشوق طالب علم امتحان سے پہلے مطالعہ کے ایک کمرے میں بند کر دیے گئے، حیف ہے اگر اب بھی امتحان کی تیاری نہ کریں! خیال ہوا کہ جماعتوں کے گشت، انفرادی تبلیغ اور تعلیم و تلقین کا اس سے بہتر وقت اور مقام نہیں ہو سکتا، ناشتہ اور چائے کے بعد مسجد میں تعلیم کا اعلان ہوا، اور عصر کے بعد گشت کا نظام بنا، یہاں بھی وہی انکشاف جو پہلے ہوا تھا، دین کے مبادی و ارکان سے ناواقفیت، حج کے حقوق و آداب سے غفلت، آخر مسلمانوں کی یہ آبادی سمندر کے کسی جزیرہ سے تو نہیں آئی، اسی ہندستان سے تو آئی ہے، جہاں جہالت و غفلت عام ہے حجاج مسلمانوں کی عام آبادی ہی کا جز ہیں، ان سے کسی چیز میں ممتاز اور عام حالات سے مستثنیٰ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ ان کا بڑا حصہ علمی و دماغی حیثیت سے پسماندہ اور غیر تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔[۱]

---

[۱] اگر خوش قسمتی سے تبلیغی جماعت موجود ہو تو فبہا، اور اگر کسی جہاز پر نہ ہو تو مولانا محمد منظور صاحب نے حج کے سفر کے سلسلہ میں کام کا جو نقشہ شائع کیا ہو اسی تشکیل کے مطابق جماعت بنالی جائے اور کام شروع کر دیا جائے۔ ۱۲

حج کو جہاد کی ایک قسم کہا گیا ہے اور افضل قسم "افضل الجہاد حج مبرور" حضرت عمرؓ نے فرمایا شدوا الرحال فی الحج فانہ احد الجہادین" حج میں اپنے کجاوے مضبوط کسو، اس لیے کہ وہ بھی ایک جہاد ہے۔" جہاز کا سفر اس سفر جہاد کا ایک مستقل شعبہ ہے۔ درد سر، چکر، امتلائی کیفیت اور اس میں نمازوں کی ادائی اچھا خاصا جہاد ہے، اس جہاد میں کامیابی بغیر دینی تربیت اور پختہ عزیمت کے ممکن نہیں، جو لوگ بغیر کسی عذر کے بھی نماز کے پابند نہیں ان سے ایسی آزمائشوں کے ساتھ نماز و جماعت کا اہتمام بہت مشکل ہے، اس کے لیے بڑی ایمانی قوت کی ضرورت ہے اور اس ایمانی قوت کے پیدا کرنے کا ہمارے موجودہ نظام سفر میں کوئی اہتمام نہیں، الحمدللہ وعظ و تبلیغ سے کسی حد تک نفع ہوا اور بہت سے لوگوں نے نمازوں کا اہتمام رکھا، جو لوگ درد سر و امتلائی کیفیت میں مبتلا تھے اور نقل و حرکت سے معذور تھے، وہ اپنی اپنی جگہ پڑے پڑے بھی اللہ کا ذکر زبان اور دل سے کرتے رہے۔

حج کے دو بڑے مستقل شعبے ہیں، ایک ضوابط و قوانین کا جس میں مومن کی اطاعت و انقیاد کا امتحان اور مظاہرہ ہے ایک محبت و عشق کا جس میں اس کی عاشقانہ کیفیت اور والہانہ محبت کا ظہور مطلوب ہے اور سچ پوچھیے تو حج کی روح اور حضرت ابراہیمؑ کی میراث یہی عشق و محبت ہے، حج میں انھیں دبی ہوئی چنگاریوں کا ابھارنا اور اسی محبت کی تربیت اور ترقی مقصود ہے، بعض طبیعتوں کے خمیر میں

عشق و محبت داخل ہوتی ہے اُن کو حج سے فطری مناسبت ہوتی ہے اس کے سب مشکلات ان کے لیے آسان اور اس کے سب مناسک وارکان ان کی روح کی غذا اور ان کے درد کی دوا ہوتے ہیں اگر یہ محبت وعشق فطری نہیں اور طبیعت خشک اور قانونی محض واقع ہوئی ہے تو مناسب ہو کہ اکتسابی طریقہ سے کسی نہ کسی درجہ میں محبت کی حرارت پیدا کی جائے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر بعض اوقات حج ایک قالب بے روح ہو کر رہ جاتا ہے۔ محبت میں اکتساب کو اچھا خاصا دخل ہے اسکے دو آزمودہ طریقے ہیں، ایک محبوب کے جمال و کمال اور اس کے احسانات و کمالات کا مطالعہ و مراقبہ دوسرے اہلِ محبت کی صحبت، اور اگر وہ میسر نہ ہو تو ان کے عاشقانہ واقعات، حج سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے یہ دونوں راستے ممکن ہیں، پہلے کا ذریعہ تلاوت اور ذکر و تفکر ہے دوسرے کا ذریعہ عشاق و محبین اور شہیدان محبت کے پراثر واقعات ہیں جس میں صدیاں گذر جانے کے بعد بھی تازگی اور گرمی باقی ہے اور اب بھی وہ دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرما دیتے اور بجھے ہوئے دلوں کو تڑپا دیتے ہیں، شیخ دہلوی کی "جذب القلوب" اور شیخ الحدیث سہارنپوری کی "فضائل حج" نیز حضرت جامی و خسرو کی عاشقانہ غزلیں اور نعتیہ کلام اس مقصد کے لیے بہت مفید ہے۔

اگر محبت کی یہ گرمی اور سوز، فطری یا کسبی طور پر موجود ہے تو روز بروز منزل کی کشش بڑھے گی، جب اس سرزمین مقدس کی جلی پہاڑیاں اور تپتی ہوئی ریت دور سے

کہیں کہیں دکھائی دے گی جس میں کوئی مادّی کشش اور کوئی ظاہری حسن نہیں، تو سو جان سے اس پر قربان ہو جانے کا جی چاہے گا اور اس کے ذرہ ذرہ میں لاؤیزی اور محبوبیت معلوم ہوگی.

لیجیے اعلان ہو رہا ہو کہ فلاں وقت ہمارا جہاز ہندستانیوں کے میقات یلملم کے محاذات میں پہونچے گا. حجاج احرام باندھنے کے لیے تیار رہیں، آج کئی دن سے تلبیہ کی مشق اور لبیک لبیک کی صدا گونج رہی ہو، دیکھتے دیکھتے وہ وقت آگیا، لوگ پہلے سے غسل کیے ہوئے نماز پڑھ کر احرام کی دو بے سلی چادریں، ایک اوپر ایک نیچے باندھے تیار تھے، بعض کے سر پہلے سے کھلے اور بعض کے ڈھکے تھے کہ ایک دم سے سیٹی بجی، سر کھل گئے اور ہر طرف سے صدا بلند ہوئی

لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك و الملك لا شریك لك۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے پہلے مدینۂ طیبہ کا عزم کیا ہو انھوں نے ابھی احرام نہیں باندھا، وہ مدینۂ طیبہ سے چل کر "ذوالحلیفہ" سے جس کو آج کل "بیر علی" کہتے ہیں، احرام باندھیں گے جو اہل مدینہ کا میقات ہو اور جہاں سے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے احرام باندھا تھا.

وقت گذرتے دیر نہیں لگتی، اب جدہ پہونچنے کی باتیں ہونے لگیں، تیر کی طرح ایک کشتی آئی، ارکانی عرب جہاز پر چڑھا اور حجاج یورپین کپتان کی

ناخدائی سے نکل کر ایک باخدا جہاز راں کی رہنمائی میں آئے، بات کرتے کرتے جہاز لنگر انداز ہوا، ملاحوں کا لشکر غریب حجاج پر ٹوٹ پڑا، حجاج بادبانی کشتیوں اور موٹر لانچ کے ذریعہ جدّہ کے پلیٹ فارم یعنی عرب کی سرزمین پر پہونچ گئے ؎

هذا الذی کانت الایام تنتظر

فلیوف للہ اقوام بما نذروا

دل سینے سے نکلا جاتا ہے، کیا واقعی ہم عرب کی سرزمین پر ہیں، کیا ہم اب دیارِ محبوبؐ میں ہیں، کیا ہم مکۂ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہیں؟ ؎

آنچہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

سامان کا انتظام کیا اور اپنا پاسپورٹ دکھاتے اور معلم کا نام بتاتے پلیٹ فارم سے باہر آئے۔ اللہ اللہ در و دیوار سے عاشقیت ٹپکتی ہے، مکۂ معظمہ ابھی دور ہے، اور مدینۂ طیبہ اس سے بھی دور، جدّہ کوئی مقدس مقام نہیں، نہ یہاں بیت اللہ نہ یہاں مسجدِ نبویؐ، نہ یہ حرم ابراہیمؑ نہ یہ حرم رسولؐ، لیکن محبت کا آئین نرالا ہے، اس کو کیا کیجیے کہ جدّہ کی گلیوں سے بھی اُنس اور محبت معلوم ہوتی ہے، غریب الدیار مسافر کو یہاں پہونچکر بوئے انس آئی، برسوں کی محبت نے اپنی پیاس بجھائی محبت فلسفہ اور قانون سے آزاد ہے، یہاں کے قلی اور مزدور، سیاہ فام سوڈانی اور پیراہن دریدہ بدو بھی دل کو اچھے لگتے ہیں، یہاں کے دُکانداروں،

خوانچہ فروشوں کی صدائیں، معصوم بچیوں اور بچوں کی گیتیں جن میں وہ حجاج سے سوال کرتے ہیں، دل میں اُتری چلی جاتی ہیں، محبت عقل کو تنقید کی فرصت ہی نہیں دیتی، اور اچھا ہو کہ کچھ دن اس کو فرصت نہ دے ؎

اچھا ہو دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

قافلہ کو پہلے مدینۂ طیبہ جانا ہے، دو تین دن حکومت کے مطالبات ادا کرنے میں اور موٹر کے انتظار میں گزرے، لیجیے انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئیں موٹر آگئی، موٹر پر سوار ہوئے، سامان بار کیا، اچھا ہو کہ ایک عربی داں سمجھدار ساتھی ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ جائے تاکہ نماز پڑھنے اور ضروریات کے لیے رکنے میں آسانی ہو، بہتر ہے کہ ڈرائیور کے ساتھ کچھ سلوک کر دیا جائے راستہ میں بڑی راحت ملے گی، موٹر روانہ ہوئی، راستہ میں درود شریف سے بہتر کیا وظیفہ اور مشغلہ ہے، نمازوں کے اوقات میں موٹر روکی گئی، اذان و جماعت کے ساتھ نماز ہوئی، منزلیں آئیں اور گزر گئیں، غربت کے مارے نیم برہنہ عرب بچے اور بچیاں جن کے جسم پر کپڑوں کے تار اور دھجیاں تھیں، موٹر کا دور تک تعاقب کریں اور آخر تھک کر رہ جائیں، ان کی غربت کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا، اللہ ہی بہتر جانتا ہو کہ ان میں کتنے صحابۂ کرامؓ کی اولاد اور عراق و شام کے فاتحین کی نسل میں سے ہیں، ایمانی اور مادی حیثیت سے اگر کوئی شہزادہ کہلانے کا مستحق

ہے تو ساری دُنیا کے یہ شاہزادے اور دُنیائے اسلام بلکہ عالم انسانیت کے محسنوں اور مخدوموں کی یادگار ہیں، بے حقیقت سکّوں کے ساتھ جو آپ اپنی حقیر خواہشات میں بے دریغ خرچ کرتے رہتے ہیں، اگر آنسو کے چند قطرے بھی آپ بہادیں تو شاید گناہوں کا کچھ کفارہ ہو جائے۔

نظر اٹھا کر دیکھیے یہ دونوں پہاڑوں کی قطاریں ہیں، کیا عجب ہو کہ ناقۂ نبویؐ اسی راستہ سے گذری ہو، یہ فضا کی دلکشی یہ ہوا کی دلآویزی اسی وجہ سے ہو ؎

الا ان وادی الجزع اضحٰی ترابہ   من المسك كافوراً واعوادہ رندا
وماذاك الا ان هند أعشية   تمشت وجرت فی جوانبہ بردا

لیجئے مسیجد[1] آگئی، اب بیر علی (ذو الحلیفہ) کی باری ہو ؎

منزلِ دوست چوں شود نزدیک
آتشِ شوق تیز تر گردد!

درود شریف زبان پر جاری ہے، دل وفورِ شوق سے اُمنڈ رہا ہے، عرب ڈرائیور حیران ہے کہ یہ عجمی کیا پڑھتا ہے اور کیوں روتا ہے، کبھی عربی میں گنگناتا ہے، کبھی دوسری زبانوں میں شعر پڑھتا ہے۔

بھینی بھینی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی، جس قدر طیبہ قریب ہوتا جا رہا ہو ہوا کی خنکی، پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک، لیکن دل کی گرمی بڑھتی جا رہی ہے سُنیے کوئی کہہ رہا ہے ؎

---

[1] مدینہ کے راستہ میں ایک منزل کا نام ہو۔

بادِ صبا جو آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

وہ ایک بار ادھر سے گئے، مگر اب تک
ہوائے رحمتِ پروردگار آتی ہے

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں
کہ بر فتراکِ صاحب دولتے بستم سرِ خود را
وہ دانائے سُبل ختم الرسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

داغِ غلامیت کرد رتبۂ خسرو بلند　　میرِ ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

محمدِ عربی کابروئے ہر دو سرا است　　کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

لیجیے ذوالحلیفہ آگیا، رات کا بقیہ حصہ یہاں گذارنا ہے، غسل کیا خوشبو لگائی، کچھ دیر دم لے لیجیے اور کمر سیدھی کر لیجیے، صبح ہوئی، نماز پڑھی، موٹر روانہ ہوئی کیا جہاں سر کے بل آنا چاہیے تھا وہاں موٹر پر سوار ہو کر جائیں گے؟ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنا کام آیا، "وادی عقیق" میں "بیر عروہ" کے پاس اتار دے گا، سامان، مستورات اور ضعفا سوار رہیں گے، بات کرتے کرتے بیر عروہ آگیا، بسم اللہ اُترئیے، وہ دیکھیے جبلِ اُحد نظر آرہا ہے، ذلك جبل يحبنا ونحبه، وہ سواد مدینہ کے درخت نظر آئے، کیا یہ وہی درخت ہیں جن کے متعلق شہیدی مرحوم نے کہا تھا ؎

تمنا ہو درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

وہ گنبدِ خضرا نظر آیا، دل کو سنبھالیے اور قدم اٹھائیے، یہ لیجئے مدینہ میں داخل ہوئے، مسجد نبویؐ کی دیوار کے نیچے نیچے بابِ مجیدی سے گذرتے ہوئے بابِ جبریل پر جا کر رُکے، حاضری کے شکرانہ میں کچھ صدقہ کیا اور اندر داخل ہوئے پہلے محرابِ نبویؐ میں جا کر دوگانہ ادا کیا، گنہگار آنکھوں کو جگر کے پانی سے غسل دیا، وضو کرایا پھر بارگاہِ نبویؐ پر حاضر ہوئے۔

الصّلوٰۃ والسّلام علیك یا	آپ پر صلوٰۃ وسلام اے اللہ کے رسول،
رسول اللہ الصّلوٰۃ والسّلام	آپ پر صلوٰۃ وسلام اے اللہ کے نبی،
علیك یا نبی اللہ الصّلوٰۃ والسّلام	آپ پر صلوٰۃ وسلام اے اللہ کے حبیب

عليك ياحبيب الله الصّلوٰة و
السلام عليك يا صاحب الخلق
العظيم، الصّلوٰة والسلام عليك
يارافع لواء الحمد يوم القيٰمة
الصلوٰة والسلام عليك يا صاحب
المقام المحمود الصلوٰة
والسلام عليك يا مخرج
الناس باذن الله من
الظلمت الى النور، الصلوٰة
والسلام عليك يا مخرج
الناس من عبادة العباد
الى عبادة الله وحده
الصلوٰة والسلام عليك
يا مخرج الناس من جور
الاديان الى عدل الاسلام
ومن ضيق الدنيا الى سعة
الدنيا والأخرة۔ الصلوٰة

آپ پر صلوٰۃ وسلام اے صاحب خلق عظیم
آپ پر صلوٰۃ وسلام اے قیامت
کے دن لواء الحمد بلند کرنے والے، آپ
پر صلوٰۃ وسلام اے صاحب مقام
محمود، آپ پر صلوٰۃ وسلام اے اللہ کے
حکم سے لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں
نکال کر لانے والے، آپ پر صلوٰۃ وسلام
اے لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال
کر اللہ کی بندگی میں داخل کرنے والے،
آپ پر صلوٰۃ وسلام اے لوگوں کو
مذاہب کی ناانصافی سے نکال کر اسلام
کے عدل وانصاف میں داخل کرنے
والے اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا
اور آخرت کی وسعت میں پہونچانے
والے، آپ پر صلوٰۃ والسلام اے
انسانیت کے سب سے بڑے محسن، اے
انسانوں پر سب سے بڑھ کر شفیق، اے

والسلام عليك يا صاحب
النعمة الجسيمة الصلوٰة والسلام
عليك يا صاحب المنة العظيمة
الصلوٰة والسلام عليك يا امن
خلق الله على خلق الله اشهد
ان لا اله الا الله وحده وانك
عبده ورسوله قد بلغت
الرسالة واديت الامانة
ونصحت الامة وجاهدت
فى الله حق جهاده وعبدت
الله حتى اتاك اليقين فجزاك
الله عن هذه الامة خير
ما جزى نبيا عن امته ورسولا
عن خلقه اللهم ات محمد
الوسيلة والفضيلة وابعثه
مقاما محمود الذى وعدته
انك لا تخلف الميعاد اللهم صل

وہ جس کا اللہ کی مخلوق پر اللہ کے بعد
سب سے بڑا احسان ہے، میں گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے
لائق نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے بندے
اور اس کے پیغمبر ہیں، آپ نے اللہ کا پیغام
پوری طرح پہونچا دیا، امانت کا حق ادا
کر دیا، امت کی خیر خواہی میں کسر نہیں
رکھی، اللہ کے راستے میں پوری پوری
کوشش کی، اور وفات تک اللہ کی
عبادت میں مشغول رہے، اللہ آپ کو
اس امت اور اپنی مخلوق کی طرف سے وہ
بہترین جزا دے جو کسی نبی اور رسول کو
اس کی امت اور اللہ کی مخلوق کی طرف سے
ملی ہو اور اے اللہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کو قرب و بلندی اور وہ مقام محمود عطا
فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہو
تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، اے

علی محمد وعلی آل محمد کما صلّیت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید اللّٰھم بارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انك حمید مجید۔

اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر اپنی رحمتیں نازل فرما جیسی تونے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر نازل فرمائیں، تو حمید و مجید ہے، اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر برکتیں نازل فرما جیسی تونے ابراہیم و آل ابراہیم پر نازل فرمائیں، بیشک تو حمید و مجید ہے۔

اس کے بعد دونوں رفیقوں اور وزیروں کو محبت کا خراج اور عقیدت کا نذرانہ سلام و دعا کی شکل میں ادا کیا، اور قیام گاہ پر آئیے۔

اب آپ ہیں اور مسجد نبویؐ، دل کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے، درود شریف پڑھنے کا اس سے بہتر زمانہ اور اس سے بہتر مقام کون سا ہو سکتا ہے، اب بھی شہود و حضور نہ ہو تو کب ہوگا، جنت کی کیاری "روضۃ من ریاض الجنۃ" میں نمازیں پڑھیے، مگر دیکھیے کسی کو تکلیف نہ دیجیے، مزاحمتؔ جگہ کو اپنے لیے محفوظ کرنا، مسجد میں دوڑنا سب جگہ بُرا ہے، مگر جہاں سے یہ احکام نکلے اور دنیا میں پھیلے وہاں ان کی خلاف ورزی بہت ہی مکروہ ہے، یہاں آواز بلند نہ ہو" ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون" یہاں دنیا کی

باتیں نہ ہوں، مسجد کو گزرگاہ نہ بنایا جائے، بے وضو داخل ہونے سے حتی الامکان احتراز کیا جائے، خرید و فروخت سے اجتناب کیا جائے۔

دن میں جتنے مرتبہ جی چاہے حاضری دیجیے اور سلام عرض کیجیے، آپ کے نصیب کھل گئے، اب کیوں کمی کیجیے، مگر ہر بار عظمت و ادب اور اشتیاق و محبت کے ساتھ دل کی ایک حالت نہیں رہتی، وہ بھی سوتا اور جاگتا ہو جاگے تو سمجھیے کہ نصیب جاگے۔ حاضری دیجیے اور عرض کیجیے، ؎

زچشم آتیں بردار و گوہر را تماشا کن

کبھی اس کا جی چاہے گا کہ غلاموں کے وفود کے ساتھ ملا جلا حاضر ہو، عشاق کی آنکھوں سے جنھوں نے مہجوری کے دن کاٹے اور فراق کی راتیں بسر کیں جب آنسوؤں کا مینھ برسے گا تو شاید کوئی چھینٹا اس کو بھی تر کر جائے، رحمت کی ہوا جب چلے گی تو شاید کوئی جھونکا اس کو بھی لگ جائے، کبھی دبے پاؤں لوگوں کی نظر بچا کر تنہائی میں حاضر ہونے کا جی چاہے گا۔ اس باب میں دل کی فرمائشیں سب پوری کیجیے، کوئی حسرت باقی نہ رہے، کبھی صرف آنسوؤں سے زبان کا کام لیجیے، کبھی ذوق و شوق کی زبان میں عرض کیجیے، درود شریف طویل بھی ہیں اور مختصر بھی جس میں جی لگے اور ذوق پیدا ہو اس کو اختیار کیجیے مگر اتنا خیال رکھئے کہ توحید کے حدود سے قدم باہر نہ جائے، آپ اس کے سامنے کھڑے ہیں جس کو ماشاء اللہ وشئت اور من یعصھما سننا گوارا

نہ ہو سکا۔[۱] سجدہ کا کیا ذکر[۲] خدا کی صفات میں اس کی قدرت و تصرف میں اس کی مشیئت و اختیار میں شرکت کا شائبہ بھی نہ آنے پائے، چاہے جامی کا کلام پڑھیے چاہے حالی کی دُعا سنائیے۔ بس اتنا خیال رکھیے کہ آپ توحید کے سب سے بڑے اور آخری پیغمبر کے سامنے کھڑے ہیں جن کو شرک کا واہمہ بھی گوارا نہ تھا۔

اب ہم مدینہ منورہ میں مقیم ہیں جہاں کی خاکروبی کو اولیاء و سلاطین سعادت سمجھتے تھے وہاں آپ ہر وقت حاضر ہیں، ایک ایک دن اور ایک ایک

---

[۱] حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا ماشاء اللہ وشئت (جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں)، آپ نے ارشاد فرمایا اجعلتنی للہ ندا (کیا تم نے مجھے اللہ کے برابر کر دیا)، ماشاء اللہ وحدہٗ جو اللہ ہی چاہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما فقد غوی (جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے راہ راست پر ہوا اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہوا) حضورؐ نے اس کو ناپسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کا اور آپؐ کا ذکر اس طرح ایک لفظ میں کیا جائے جس سے دونوں کی برابری محسوس ہو آپؐ نے فرمایا بئس خطیب القوم انت تم بہت بُرے مقرر ہو۔

[۲] حضورؐ نے حضرت قیس بن سعد صحابی سے فرمایا، بھلا تم اگر میری قبر کے پاس سے گزرو تو سجدہ کروگے؟ قیس نے کہا نہیں، فرمایا تو پھر مجھے (زندگی میں) بھی نہ کرو (ابوداؤد کتاب النکاح)

گھڑی کو غنیمت سمجھئے، پانچوں نمازیں مسجد نبویؐ میں جماعت کے ساتھ پڑھیے اگر کہیں باہر جائیے بھی تو ایسے وقت کہ کوئی جماعت فوت نہ ہو۔ تہجد میں حاضر ہوئیے یہ وقت سکون کا ہوتا ہے، لوگ روضۂ جنت کی طرف دوڑتے ہیں، وہاں تو بغیر دوڑے اور بغیر کشمکش جگہ پانی مشکل ہو، آپ پہلے مواجہہ میں آئیے اس وقت شاید آپ کو صرف پہرہ دار (عسکری) ہی ملے، اطمینان سے سلام عرض کیجیے، پھر جہاں جگہ ملے نوافل پڑھیئے اور صبح کی نماز پڑھ کر اشراق سے فارغ ہو کر باہر آئیے۔

آئیے آج بقیع چلیں جو انبیاء علیہم السلام کے مقابر کے بعد صدق و اخلاص کا سب سے بڑا مدفن ہے۔

"دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز"

اگر آپ کی سیرت نبویؐ، صحابۂ کرامؓ کے احوال و مراتب پر نظر ہے تو آپ کو وہاں صحیح احساس ہوگا، آپ ہر قدم پر رکیں گے اور ایک ایک خاک کے ڈھیر کو اپنے آنسوؤں سے سیراب کرنا چاہیں گے۔ یہاں چپہ چپہ پر ایمان و جہاد اور عشق و محبت کی تاریخ کندہ ہو، ایک ایک ڈھیر میں اسلام کا خزانہ دفن ہے، اب بقیع میں داخل ہو گئے، امزور آپ کو سیدھا اہلبیت اطہار کے مقابر پرلے جائے گا۔ یہاں عم رسولؐ سیدنا عباس بن عبد المطلب، سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمہ بنت الرسولؐ، سیدنا حسن بن علیؓ، سیدنا علی بن الحسین زین العابدین، سیدنا محمد الباقر

سیدنا جعفر الصادق آرام فرما ہیں، وہاں سے چلیے تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت خدیجہ و میمونہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات، پھر بنات طاہرات کے مقابر ملیں گے، پھر دار عقیل بن ابی طالب جہاں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب و عبداللہ بن جعفر وغیرہ مدفون ہیں، پھر آپ کو ایک ٹکڑہ ملے گا جس میں امام دارالہجرۃ سیدنا مالک بن انس صاحب المذہب اور ان کے استاذ نافع آرام فرما ہیں، وہاں سے بڑھیے تو ایک بقعۂ انوار ملے گا، یہ ایک مہاجر کا پہلا مدفن ہے، یہاں وہ عثمان بن مظعون دفن ہیں جن کی پیشانی کو حضورؐ نے بوسہ دیا تھا، یہی فرزند رسول سیدنا ابراہیم بن محمدؐ کی خواب گاہ ہے، یہیں فقیہ صحابہ سیدنا عبداللہ بن مسعود، فاتح عراق سعد بن ابی وقاص، سیدنا سعد بن معاذ جن کی وفات پر عرش الٰہی جنبش میں آگیا تھا، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور دوسرے اکابر صحابہ مدفون ہیں، وہاں سے آگے چلئے تو شمالی مغربی جانب دیوار سے متصل وہ ستر شہداء صحابہ و اہل مدینہ جن کو واقعہ حرہ میں یزید کے دور حکومت میں ۶۳ھ میں شہید کیا گیا تھا مدفون ہیں، اسکے بعد بقیع کے بالکل کونہ پر شرقی شمالی جانب امام مظلوم شہید الدار سیدنا عثمان بن عفانؓ آرام فرما رہے ہیں، یہاں پر کچھ دیر ٹھہریئے اور محبت و عظمت کے جو آنسو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ کے مرقد پر بہنے سے بچ رہے تھے ان کو ان کے تیسرے ساتھی کی خاک پر بہائیے۔

آسماں اسکی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اس کے آگے سیدنا ابو سعید خدری، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنت الاسد کے مقابر ہیں سب کو سلام عرض کیجئے اور فاتحہ پڑھیے۔

پھر ایک لمحہ ٹھہر کر پورے بقیع پر عبرت و تفکر کی نظر ڈالیے، اللہ اکبر کتنے سچے تھے یہ اللہ کے بندے، جو کچھ کہتے تھے کر دکھایا رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُ اللہ عَلَیه مکہ میں جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا، مدینہ میں اسی کے قدموں میں پڑے ہیں ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

گنبد خضرا پر ایک نظر ڈالیے پھر مدینہ کے اس شہر خموشاں کو دیکھیے، صدق و اخلاص، استقامت و وفا کی اس سے زیادہ روشن مثال کیا ملے گی، آئیے بقیع میں اسلام کی خدمت کا عہد کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اسلام ہی کے راستہ پر زندہ رکھے اور اسی کے ساتھ وفاداری میں موت آئے، جنت البقیع کا یہی پیغام اور یہاں کا یہی سبق ہے۔

مدینۂ طیبہ کی زندگی کا ایک شعبہ اور ہے اور وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمسایوں کی خدمت ہو، اصل خدمت تو یہ تھی کہ ان کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا، ان کو فارغ البال بنانے کی تدبیریں کی جائیں، لیکن اس تھوڑے سے

وقت میں یہ بھی بڑی سعادت ہے کہ جن لوگوں کو زمانہ کے انقلاب اور زندگی کی گرانی نے مفلوک الحال بنا دیا ہے اپنا شرف سمجھ کر ان کی خدمت کی جائے، لیکن اس طرح کہ اصل محسن ان کو سمجھا جائے کہ وہ ہم کو اس سعادت کا موقع دیتے ہیں، یہ انصار و مہاجرین کی اولاد ہیں، آستانۂ نبوی پر پڑے ہوئے ہیں، کوشش کی جائے کہ واقفین حال اور قدیم باشندوں کے ذریعہ ان لوگوں تک پہونچا جائے جنکی صفت قرآن مجید میں بیان کی گئی —— "الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا"

قبا میں بھی حاضری دیجیے، یہ وہ بقعۂ نور ہے جو حضور اکرم صلعم کے قدوم سے مدینہ سے بھی پہلے مشرف ہوا، وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی جس کو لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ کا خطاب ملا، محبت و عظمت کے ساتھ حاضر ہوئیے، اس زمین پر نماز پڑھئے، پیشانی اس خاک پر رکھئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا کے قدموں سے پامال ہوئی ہو، اس فضا میں سانس لیجیے جس میں وہ انفاس قدسی اب بھی بسے ہوئے ہیں ؎

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود سالہا سجدۂ اربابِ نظر خواہد بود

آج جبل احد اور اس کے مشہد میں (جس کو یہاں عرف عام میں سیدنا حمزہ کہتے ہیں) حاضری کی باری ہے، دو تین میل کی مسافت کیا بات کرتے کرتے پہونچ

گئے، یہ وہ زمین ہے جو اسلام کے سب سے قیمتی خون سے سیراب ہوئی، سب سے سچے، سب سے اچھے، سب سے اونچے عشق و محبت اور وفا کے واقعات جو دنیا کی پوری تاریخ میں نہیں ملتے اسی سرزمین پر پیش آئے، سید الشہداء حمزہؓ کے رسول اللہ کی محبت اور اسلام کی وفاداری میں یہیں اعضاء کاٹے گئے اور جگر کھایا گیا، عمارۃ بن زیاد نے قدموں پر آنکھیں مل مل کر یہیں جان دی، انس بن النضر کو جنّت کی خوشبو اسی پہاڑ کے درے سے آئی، اور اسی سے اوپر زخم کھا کر یہیں سے رخصت ہوئے، دندانِ مبارک یہیں شہید ہوئے، سر پر زخم یہیں آئے، عشاق نے اپنے ہاتھوں اور پیٹھ کو محبوب کے لیے سپر یہیں بنایا، مکہ کا ناز پروردہ مصعب بن عمیرؓ یہیں ایک کمل میں شہید اور ایک کمل میں دفن ہوا، یہاں اسلام کے شیر سوتے ہیں، یہ پوری زمین شمع نبوت کے پروانوں کی خاک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کے عشاق اور اسلام کے جاں نثاروں کی بستی ہے ؎

یہ بُلبلوں کا صبا مشہدِ مقدس ہے!
قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں!

یہاں کی فضا اور یہاں کے پہاڑ سے اب بھی موتوا علیٰ ما مات علیہ رسول اللہ (اسی پر جان دے دو جس پر رسول اللہؐ دنیا سے گئے)[۱] کی صدائے بازگشت آتی ہے۔ آئیے اسلام پر جینے اور جان دے دینے کا عہد پھر تازہ کریں۔

---

[۱] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجیے۔

مدینۂ طیبہ کے ذرہ ذرہ کو محبت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھیے تنقید کی نگاہ اور اعتراض کی زبان کے لیے دنیا پڑی ہوئی ہے، زندگی کے چند دن کانٹوں سے الگ پھولوں میں گزر جائیں تو کیا حرج ہے، پھر بھی اگر آپ کی نگاہ کہیں رُکتی اور اٹکتی ہے تو غور سے کام لیجیے وہ ہماری کوتاہی کے سوا اور کیا ہو، ہم نے دین و دنیا کی خیرات یہیں سے پائی، آدمیت یہیں سے سیکھی، یہاں کی دستگیری نہ ہوتی تو ہم میں سے کتنے (معاذ اللہ) بُت خانہ، آتش کدہ اور کلیسا میں ہوتے لیکن ہم نے اس کا کیا حق ادا کیا، یہاں کے بچوں کی تعلیم و تربیت، یہاں کے لوگوں میں دین کی رُوح اور مقصد کا احساس پیدا کرنے کی کیا کوشش کی، فاصلہ کا عذر صحیح نہیں، ان کے بزرگوں نے سمندر اور صحرا عبور کر کے اور پہاڑوں کو طے کر کے دین کا پیغام ہم تک پہونچایا، ہم نے بھی اپنے فرض کا احساس کبھی کیا؟ کیا ہم سمجھتے ہیں کہ دین کے احسان کا بدلہ ہم چند سکوں سے ادا کر دیں گے جو ہمارے حجاج اپنی کم نگاہی سے احسان سمجھ کر مدینہ کی گلیوں میں بانٹتے پھرتے ہیں

لہ (حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ مقولہ حضرت انس بن النضر کا ہو انھوں نے بعض صحابہ کو میدان احد میں بیٹھا ہوا دیکھا پوچھا کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے اب لڑ کر کیا کریں گے؟ کہا تو پھر اسی پر تم بھی جان دے دو جس پر، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جان دی۔

ہم صدیوں غافل رہے اور اب بھی ہمارے اہلِ استطاعت غافل ہیں، اس عرصہ میں جہالت، بے تربیتی، اور یورپ کی تہذیب و تمدن اور اس کی جاہلیت جس کا جال ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے یہاں بھی اپنا کام کرتی رہی، ان کے نوجوانوں کو متاثر کرتی رہی، بجائے خوبیوں اور محاسن کے تمام عالم اسلام کے حجاج و زائرین اپنی اپنی مقامی کمزوریاں اپنے ساتھ لاتے رہے اور یہاں چھوڑ کر جاتے رہے، دینی دعوت و تذکیر جو ایمانی زندگی کے لیے ہوا اور پانی کی حیثیت رکھتی ہو عرصہ سے مفقود، صحیح تعلیم و تربیت معدوم، ایسا ادب جو ایمان کو غذا اور دماغ کو روشنی عطا کرے، نایاب، تزکیۂ نفس، تہذیب اخلاق اور روحانیت پیدا کرنے والے مرکز غیر موجود، مختلف راستوں سے مریض و مدقوق ادب، فاسد و خام افکار و مضامین، اخبار و رسائل، ادب و اجتماع کے نام سے گھر گھر پھیلے ہوئے، زہر موجود، تریاق مفقود، اگر اب بھی اہلِ مدینہ میں دین کی اتنی عظمت و محبت، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تعلق، مدینہ سے انس، اخلاق میں لینت و تواضع، فرائض کی پابندی، شعائر اسلامی کا رواج ہے تو یہ محض جوارِ رسول ؐ کی برکت، اس خاکِ پاک کی تاثیر اور اہلِ مدینہ کی فطری خوبی کی دلیل ہے۔

اب بھی اغنیاءِ اُمّت اور عالم اسلام کے اہلِ ثروت اس ضرورت کی طرف متوجہ نہیں، کہ اہل حجاز کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان میں دعوت و تذکیر کا انتظام کریں جو ان میں دینی روح، مقصدیت، بلند نظری، اور اسلام کے داعی بننے کا

جذبہ اور ولولہ پیدا کر دے اور "معمارِ حرم" کو "تعمیرِ جہاں" کے لیے دوبارہ آمادہ کرے
اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔

اگر آپ مدینۂ طیبہ کے مضافات اور بدؤں کی ان عارضی نو آبادیوں میں چل پھر کر دیکھیں گے جو کھجوروں کی فصل میں اپنے پہاڑی مقامات سے اُتر کر چشموں اور باغات میں اپنے خیمے ڈال کر مقیم ہو جاتے ہیں، تو آپ کو ان کی دینی حالت کا احساس ہوگا، اور اگر ہمارا ضمیر ابھی مردہ نہیں ہوا ہو تو ہم اپنی اس غفلت و کوتاہی پر شرم محسوس کریں گے جو ہم نے اپنے "مرشد زادوں" کے حق میں صدیوں سے اختیار کر رکھی ہو اگر آپ کا تھوڑا وقت نظم و انضباط کے ساتھ مدینہ کی آبادی اور اس کے اطراف میں دینی دعوت و اصلاح میں گذر جائے گا تو وہ مدینۂ طیبہ کی فضاے انتفاع کی بڑی موثر صورت ہوگی، مگر ان کی عظمت اور ان کے مرتبہ کی رعایت ضروری ہو ان کو تحقیر کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں۔

مدینہ دعوت اسلامی کا معدن ہو اس دعوت کو اس معدن سے اخذ کیجیے اور اپنے اپنے ملک کے لیے یہ سوغات لے کر آئیے، کھجوریں، گلاب و پودینہ، خاک شفا محبت کی نگاہ میں سب کچھ ہیں مگر اس سرزمین کا اصلی تحفہ اور یہاں کی سب سے بڑی سوغات دعوت اور اسلام کے لیے جد و جہد اور جان دے دینے کا عزم ہو، مدینہ مسجد نبویؐ کے چپہ چپہ، البقیع شریف کے ذرّہ ذرّہ، احد کی ہر ہر کنکری سے یہی پیغام دیتا ہو، مدینہ آکر کوئی یہ کیسے بھول سکتا ہو کہ اس شہر کی بنیاد ہی دعوت د

جہاد پر پڑی تھی۔ یہاں وہی لوگ مکہ سے آکر آباد ہوئے تھے جن کے لیے مکہ میں سب کچھ تھا، مگر دعوت و جہاد کے مواقع نہ تھے، یہاں کی آبادی دو ہی حصوں پر منقسم تھی ایک وہ جس نے اپنا عہد پورا کر دیا اور اسلام کے راستہ میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی، کوئی خوف، کوئی ترغیب اس کو اپنے مقصد سے باز نہ رکھ سکی، دوسرا وہ جس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی لیکن اللہ کو ابھی ان سے اور کام لینا منظور تھا، ان کا جو وقت گذرتا حالتِ انتظار میں گذرتا، شہادت کے اشتیاق میں گذرتا، "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا" یہی عالمِ اسلام کا حال ہونا چاہیے، یہاں بھی یا تو وہ ہونے چاہئیں جو اپنا کام پورا کر چکے، یا وہ جو وقت کے منتظر ہیں، تیسری قسم ان لوگوں کی ہو جو زندگی کے حریص اور دنیا پر راضی، موت سے خائف اور خدمت سے گریزاں ہوں، معاش میں سر تا پا منہمک اور عارضی مشاغل میں ہمہ تن غرق ہوں ان کی گنجائش نہ مدینہ میں تھی نہ عالمِ اسلام میں ہونی چاہیے۔

مدینۂ طیبہ کے قیام میں درود شریف، تلاوت قرآن اور اذکار سے جو وقت بچے اگر حدیث اور سیرت و شمائل کے مطالعہ میں گذرے تو بہت پُر تاثیر اور بابرکت ہوگا، اسی پاک زمین پر یہ سب واقعات پیش آئے، یہاں ان واقعات کا مطالعہ اور کتب شمائل میں مشغولیت بہت کیف آور اور موجب ترقی ہوگی، اردو خواں حضرات قاضی سلیمان صاحب منصور پوریؒ کی "رحمۃ للعالمین" اور شیخ الحدیث سہارنپوری

کی "خصائل نبوی" (ترجمہ شمائل ترمذی) کو حرز جان بنائیں۔ اہل عربیت حافظ ابن قیمؒ کی "زاد المعاد" اور "شمائل ترمذی" سے اشتغال رکھیں، جن کو آثار مدینہ منورہ کی زیارت و تحقیق کا ذوق ہو ان کے لیے سمہودیؒ کی "وفاالوفا باخبار دار المصطفیٰ" اور "آثار المدینۃ المنورہ" کا مطالعہ مفید ہوگا۔

لیجئے قیام کی مدت ختم ہونے کو آئی، کل کہتے ہیں کہ قافلہ کا کوچ ہو۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

اب رہ رہ کر اس قیام کے سلسلہ کی کوتاہیاں اور یہاں کے حقوق کی ادائی میں اپنی تقصیر دل میں چٹکیاں لیتی ہے، اب استغفار و ندامت کے سوا کیا چارہ ہے۔

آج کی رات مدینہ کی آخری رات ہے، ذرا سویرے مسجد میں آجائیے۔

تمتع من شمیم عرار نجد
فما بعد العشیۃ من عرار

لیکن دل کو ایک طرح کا سکون بھی حاصل ہے، آخر جا کہاں رہے ہیں؟ اللہ کے رسول کے شہر سے اللہ کے شہر کی طرف، اللہ کے اس گھر سے جسکو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکے ساتھیوں نے اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا اللہ کے اس گھر کی طرف جسکو انکے جد امجد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکے فرزند نے اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا اور جا کیوں رہے ہیں؟ اللہ کے حکم سے اور اللہ کے رسولؐ کی مرضی اور ہدایت سے یہ دوری دوری کب ہوئی۔

نہ دوری دلیل صبوری بود
کہ بسیار دوری ضروری بود

آخری سلام عرض کیا، مسجد نبوی پر حسرت کی نگاہ ڈالی، اور باہر نکلے غسل کر کے احرام کی تیاری کر لی تھی، ذوالحلیفہ میں جانے موقع ملے نہ ملے، موٹر پر بیٹھے، محبوب شہر پر محبت کی نگاہ ڈالتے چلے، احد کو ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا اب مدینہ سے باہر ہو گئے، جو لمحہ گذرتا ہو مدینہ دور اور مکہ قریب ہوتا جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ ہم حرمین کے درمیان ہی ہیں۔ ؎

"صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم"

ذوالحلیفہ آگیا، مسجد میں دو رکعت نماز احرام کی نیت سے پڑھی سلام پھیرتے ہی سر کھول دیا اور ہر طرف سے آواز آئی۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں، سب تعریف، سارا احسان تیرا ہی ہو، سلطنت تیری ہی ہو تیرا کوئی شریک نہیں۔

مستورات نے تمتع کی نیت کی، ہم نے قران کی نیت کی، مستورات کے لیے چہرہ نہ ڈھکنے کی پابندی سخت ہو اس لیے وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں گی پھر آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھیں گی، ہم مردوں کے لیے کچھ زیادہ دشواری نہیں،

اس لیے ہم نے عمرہ اور حج کا احرام ساتھ باندھا، ہم دس ذی الحجہ کو حج سے فارغ ہو کر ہی احرام کھولیں گے۔

ہمارے امیر حج صاحب نے حج کی ذمہ داری اور اس کے حقوق و آداب کے متعلق مختصر تقریر کی، تلبیہ (لبیک لبیک) کی کثرت، حج کی عظمت، حسنِ رفاقت باہمی الفت، ایثار و خدمت کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا، اور لبیک لبیک کی صدا کے ساتھ قافلہ روانہ ہوا۔

راستہ میں الحمدللہ نماز و جماعت کا پورا اہتمام رہا، تلبیہ زبانوں پر جاری رہا، لڑائی جھگڑے کی نوبت ہی نہ آنے پائی، منزلوں پر ٹھہرتے، نمازیں پڑھتے، کھاتے پیتے نہایت لطف و مسرت اور محبت و الفت کے ساتھ چلتے رہے۔

جدہ آیا اور گذر گیا، اب شہنشاہ ذو الجلال کا شہر اور اس کا گھر قریب ہے، با ادب و ہوشیار! مدینہ اگر مرکز جمال تھا تو یہ مرکز جلال ہے، مدینہ کے در و دیوار سے اگر محبوبیت ٹپکتی ہے تو یہاں کے در و دیوار سے عاشقی نمایاں ہے، یہاں عاشقانہ آنے کی ضرورت ہے۔ برہنہ سر، کفن بر دوش، پریشاں بال، یہی یہاں کے آداب میں سے ہے۔

نظر اٹھائیے مکہ سامنے نظر آ رہا ہے۔

اللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِی بِھَا قَرَارًا وَّ ارْزُقْنِی فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا ؕ	اے اللہ مجھے اپنے شہر میں ٹھکانا عطا فرما، اور مجھے اس میں رزق حلال نصیب فرما۔

لیجیے اب ہم اللہ کے شہر بلد اللہ الحرام، البلد الامین میں داخل ہو گئے جس شہر کا نام تسبیح کی طرح بچپن سے ہر مسلمان کی زبان پر جاری رہتا ہو، جس کا اشتیاق جنت کی طرح ہر مومن کے دل میں رہتا ہو جو ہر مسلمان کا ایمانی اور دینی وطن ہو جس کی کشش ہر زمانے میں ہزاروں میل کی مسافت، پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں کی گہرائیوں سے مشتاقانِ زیارت کو کھینچتی رہی ہے لیجیے مسجد حرام پر پہونچ گئے، بابُ السّلام سے داخل ہوئے، یہ سیاہ غلاف میں ملبوس مسجد حرام کے بیچوں بیچ بیت اللہ نظر آرہا ہو۔

اللّٰھم زد ھذا البیت تشریفا و تعظیما و تکریما و مھابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا وتکریما وتعظیما وبرًا اللّٰھم انت السّلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسّلام ؕ	اے اللہ اس گھر کی عزت و عظمت و شرافت و ہیبت میں ترقی فرما اور حج و عمرہ کرنیوالوں میں بھی جو اسکی تعظیم و تکریم کرے اسکو بھی شرافت و عظمت اور نیکی عطا فرما، اے اللہ تیرا ہی نام سلام ہو اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہو ہم پر سلامتی بھیج۔

یہی بیت اللہ ہو جس کی طرف ہزاروں میل کے فاصلہ سے ساری عمر نمازیں پڑھتے رہے، جس کی طرف نماز میں منھ کرنا فرض تھا، آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہو۔ ہمارے اور اس کے درمیان چند گز سے زیادہ فاصلہ نہیں، ہم اپنے گنہگار ہاتھوں سے اس کے غلاف کو چھو سکتے ہیں، اس کو آنکھوں سے لگا سکتے

ہیں۔ اس کی دیواروں سے چمٹ سکتے ہیں، عمر میں بڑی بڑی حسین وجمیل عمارتیں اور فن تعمیر کے بڑے بڑے نمونے دیکھے، لیکن اس سادا سے چوکور گھر میں خدا جانے کیا حسن وجمال اور کیا دلکشی ومحبوبیت ہو کہ آنکھوں میں کھپا جاتا ہو، اور دل میں سمایا جاتا ہو، کسی طرح نظر ہی نہیں بھرتی، تجلیات الٰہی اور انوار کا ادراک تو اہلِ نظر کر سکتے ہیں، لیکن جلال وجمال کا ایک پیکر ہم جیسے بے حسوں اور کم نظروں کو بھی نظر آتا ہو۔ اور یہ صاف محسوس ہوتا ہو کہ اس کو دیکھنے سے آنکھوں کو سیری اور دل کو آسودگی نہیں ہوتی۔ جی چاہتا ہو کہ دیکھتے ہی رہیے اس کی مرکزیت معمورو و زینت اس کی زیبائی و رعنائی، جلال وجمال کی آمیزش الفاظ سے بالاتر ہو ؎

محاسنہ ھیولے کل حسن ومغناطیس افئدۃ الرجال

اس کا دیکھتے رہنا دل کا سرور، آنکھوں کا نور، روح کی غذا اور نظر کی عبادت ہو، دل کی کلفت اس سے کافور، دماغ کا تکان اس سے دور ہوتا ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے عجیب نعمت عطا فرمائی ہو سارے عالم کی دلکشی اور دل آویزی اس میں سمٹ کر آ گئی ہو۔

ذی الحج کا مہینہ شروع ہو چکا ہو، حجاج کا ہجوم ہو، بیت اللہ کے گرد طواف کرنے والوں کا چکر چل رہا ہو، سیاہ غلاف کے چاروں طرف سفید احرام میں ملبوس انسانوں کی گردش، ایسا معلوم ہوتا ہو کہ سیاہ کعبہ کے گرد دودھ کی ایک نہر بہہ رہی ہو، ہم بھی آدمیوں کے اس بہتے ہوئے دریا میں داخل ہوئے

ہمارے معلم ہمارے ساتھ تھے انھوں نے ہمیں طواف کرایا، وہ طواف کی دعائیں پڑھتے جاتے تھے ہم اس کو دہراتے تھے۔ پھر ہم کو محسوس ہوا کہ اس طرح نہ تو طواف کا لطف آرہا ہو نہ دعاؤں کا اس لیے جو مسنون دعائیں یاد تھیں ہم نے وہ پڑھنی شروع کر دیں۔ چونکہ ہم کو اس طواف کے بعد سعی بھی کرنی تھی اس لیے ہم نے رمل و اضطباع بھی کیا، ہجوم کی وجہ سے استلام (حجر اسود کو بوسہ دینے) کی نوبت نہیں آتی تھی، حجر اسود کے سامنے پہونچ کر ہاتھ کا اشارہ کر دیتے تھے۔ طواف کے بعد ہم مقام ابراہیم پر آئے اور دو رکعت واجب الطواف پڑھی، پھر ملتزم پر آئے، یہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کا حصہ ہو، یہاں اللہ کے بندے بیت اللہ کی دیوار اور اس کے غلاف سے چمٹے ہوئےاس طرح بلک بلک کر رو رہے تھے اور اللہ کے گھر کا

---

[1] عبدالرحمن بن صفوان رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کو بیت اللہ سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے بیت اللہ کو ملتزم کی جگہ پر بوسہ دیا، ان کے رخسارے کعبہ پر تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے درمیان میں تھے۔ (ابوداؤد باب الملتزم)

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عبداللہ بن عمرو کو دیکھا کہ انھوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور ملتزم پر ٹھہرے اور اپنا سینہ اور چہرہ اور اپنی دونوں باہیں اور ہتھیلیاں اس پر رکھ دیں اور ان کو اچھی طرح پھیلا دیا یعنی چمٹ گئے، پھر فرمایا کہ میں نے اسی طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کرتے دیکھا ہو۔ (ابوداؤد باب الملتزم)

واسطہ دے کر اس کی چوکھٹ سے لپٹ کر اللہ سے مانگ رہے تھے، جس طرح ستائے
ہوئے بچے اپنی ماں سے چمٹ کر روتے اور بلبلاتے ہیں، جس وقت وہ
یارب البیت، یارب البیت   اے گھر والے، اے گھر کے مالک
کہتے تو ایک کہرام مچ جاتا، سخت سے سخت دل بھی بھر آتا، آنکھیں اشکبار ہو جاتیں
اور دعاؤں کی قبولیت کا ایک اطمینان سا ہونے لگتا۔ خدا کی طرف رجوع و انابت
کا یہ ایک ایسا منظر تھا کہ دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی، اس سے
صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس امت کو اس گئی گذری حالت میں بھی اپنے مالک سے
جو تعلق ہے اس کا عشر عشیر بھی کہیں نظر نہیں آتا، معلوم ہوتا تھا کہ دل سینے سے
نکل جائیں گے، قلب و جگر آنسو بن کر بہہ جائیں گے، لوگ غش کھا کر گر جائینگے
ان دعاؤں میں سب سے بڑا حصہ مغفرت و عفو، رضاء الٰہی، حسن خاتمہ اور
جنت کی دعاؤں کا تھا، اللہ سے کسی مادی سے مادی چیز کا مانگنا بھی مادیت
نہیں، سراسر روحانیت و عبادت ہے، لیکن ان دعاؤں میں آخرت اور روحانیت
کا حصہ اس عالم مادی کی چیزوں سے بہر حال زیادہ تھا، افکار و پریشانیوں کے اس
دور میں اللہ کے بہت سے بندے صرف اللہ کی محبت، توفیقِ اطاعت، شان
عبودیت، اخلاص، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، عشق کامل، اتباع
سنت، دین کی خدمت اور اسلام پر جینے اور مرنے کی دعا کر رہے تھے، بہت سے
اللہ کے بندے اپنی دنیاوی ضروریات کو بے تکلف مانگ رہے تھے کہ وہ کریم ہے،

اس کے دروازے اور اس کے آستانہ پر نہ مانگی جائیں تو کس سے اور کہاں مانگی جائیں گی۔ بہت سے اللہ کے بندے کعبہ کے پردے میں منھ ڈالے ہوئے گریہ بکا اور مناجات و دعا میں مشغول تھے، غرض یہاں سائلوں کا ہجوم اور فقراء کا جمگھٹا تھا، رب کریم کا دروازہ کھلا تھا اور بے صبر و مضطر سائل سوال و طلب میں بالکل کھوئے ہوئے تھے،

ملتزم سے ہم زمزم پر آئے، پہلی مرتبہ آسودہ ہو کر زمزم شریف پیا، اس کے اصل مقام پر پیا، پھر باب الصفا سے نکل کر ہم سعی کے لیے مسعیٰ آئے، ہمیشہ سے یہ تصور تھا کہ صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں ان کے درمیان ایک غیر آباد سا راستہ ہوگا طول طویل، اس پر لوگ دوڑتے ہوں گے، یہاں کچھ اور ہی نظر آیا، پہاڑ کھد کر اس سے بڑی بڑی عمارتیں بن گئی تھیں، پختہ سڑک کے کنارے ایک ذرا سی بلندی تھی چند سیڑھیوں کا ایک زینہ تھا اس پر چڑھ کر سعی کی نیت کی اور کہا أبدأ بما بدأ الله به ان الصفا والمروة من شعائر الله (جس چیز کو اللہ نے مقدم رکھا ہو اس کو میں بھی مقدم رکھتا ہوں)، ان الصفا والمروة من شعائر الله (بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں)، بیت اللہ کی طرف منھ کر کے ہاتھ اٹھا کر حمد و ثنا و تکبیر و تہلیل کی، دعا کی، پھر اترے اور مروہ کی طرف چلے میل کے سبز نشانوں کے درمیان (جہاں حضرت ہاجرہ اسمٰعیل علیہ السلام کے اوجھل ہو جانے کی وجہ سے بیقرار ہو کر دوڑتی تھیں) ذرا دوڑ کر چلے پھر معمولی چال سے

چلنے لگے۔ ادھر مروہ کی طرف جانے والوں اور مروہ سے صفا کی طرف آنے والوں
کے قافلے قطار اندر قطار ملتے رہے، کبھی جاوی پاس سے گذر جاتے کبھی مصری
پھسلتے ہوئے نکل جاتے، کبھی مراکشی وجزائری سامنے سے آتے نظر آتے، کبھی
ترکی و بخاری راستہ میں ساتھ ہو جاتے، کبھی تکرونی وسوڈانی قدم بڑھا کے آگے
ہو جاتے، ہر ایک احرام میں ملبوس، ننگے سر، ننگے پاؤں، عاشقانہ حال، مستانہ
چال، دنیا سے بے خبر، اپنی دھن میں مست " رب اغفر وارحم انك انت
الاعز الاکرم " کی صداؤں سے فضا گونجتی ہوئی، دونوں طرف پر رونق
دوکانیں، مسعیٰ کا بازار اپنے پورے شباب پر اور بہار پر، موٹریں اور کاریں ہارن
بجاتی ہوئی اور آدمیوں کو بچاتی ہوئی نکلتی رہتی ہیں، دُکانوں پر سودے بک رہے ہیں،
شربت کے گلاس کے دور چل رہے ہیں، صرّافوں کی دوکانوں پر روپیہ گننے اور
سکوں کے گرنے کی آواز کانوں میں آرہی ہے، لیکن عشاق کا مجمع سر جھکائے
نظر بچائے اپنی دُھن میں چلا جارہا ہے، عشق کی پوری تصویر، دنیا میں مومن کے
رہنے کی مکمل تفسیر، خلوت در انجمن کا پورا منظر، دنیا کے بازار میں چلتی پھرتی
مسجدیں اور گونجتی ہوئی اذانیں، سعی کیا ہے، مومن کی پوری زندگی، بھرے بازار
پھولوں سے لدے گلزار میں رہنا اور دل نہ لگانا، مقصد کو پیش نظر رکھنا، مبدا و
منتہیٰ کو نہ بھولنا، اپنے کام سے کام رکھنا، صفا سے چل کر نہ مروہ کو فراموش کرنا نہ
مروہ سے چل کر صفا کو بھول جانا، کہیں نہ اٹکنا، کہیں نہ الجھنا، پیہم گردش مسلسل

عمل السعی میں دونوں طرف دکانوں کے ہونے اور سعی کے اس محل وقوع نے سعی میں ایک خاص معنویت اور لطف پیدا کر دیا ہو۔

آپ کو اس راستہ پر عالم اسلام کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ کے مسلمان ایک لباس میں ملبوس، ایک ترانہ بلند کرتے ہوئے، ایک عشق و سرمستی کی کیفیت میں آتے جاتے نظر آئیں گے، تیز قدم بڑھاتے ہوئے، نگاہ سر اللہ کے سامنے جھکائے ہوئے چلے جا رہے ہیں، ان میں امیر بھی ہیں، غریب بھی، سرخ و سفید شامی و مغربی بھی اور سیاہ فام حبشی و تکرونی بھی، مرد بھی اور عورت بھی، لیکن کسی کو کسی کے دیکھنے اور توجہ کرنے کی فرصت نہیں، بعض اوقات اس مجمع عشاق کو دیکھ کر قلب پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہو اور بے اختیار ان عشاق کے پاؤں پڑنے اور ان کی بلائیں لینے کا جی چاہتا ہو، اسلام کی محبت جوش مارتی ہو، وطن و قوم کی حد بندیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور دینی وحدت کا احساس ابھرنے لگتا ہو۔

لیجئے مروہ پر سعی ختم ہوئی، ساتواں پھیرا تمام ہوا، دعا کیجئے، حجام کے پاس جا کر بال بنوائیے اور اب اگر آپ متمتع ہیں تو احرام کھول دیجئے، اور اگر قارن یا مفرد ہیں تو نہ حجامت بنوائیے نہ احرام کھولیے۔

اب روزانہ کا معمول یہ ہو کہ صبح صادق سے پہلے حرم میں آ گئے، کبھی رکن یمانی کے سامنے مصلی مالکی کے پاس، کبھی حطیم کے سامنے مصلی حنفی کے نزدیک کبھی مصلی حنبلی سے ملے ہوئے اور کبھی قسمت سے مقام ابراہیم کے پاس یا مصلی شافعی

کے دائیں بائیں نوافل پڑھے، کبھی ہر دو رکعت کے بعد ایک طواف کیا، کبھی نوافل کے بعد اکٹھا کئی طواف کر لیے، غرض جس طرح موقع ملا نوافل و طواف میں وقت گذارا، صبح کی اذان ہوئی، نماز پڑھی، اس وقت طواف کرنے والوں کا ہجوم ہوتا ہو خدا جانے کتنے اولیا، اللہ اور مقبولین بارگاہ ہوتے ہیں۔ عائشہ مومنین بھی کیا کم ہیں، طلوع آفتاب تک طواف کیے، پھر اکٹھا طواف کی رکعتیں پڑھیں، اشراق پڑھی اور قیام گاہ پر آ گئے۔

مکۂ معظمہ میں طواف سے بہتر مشغلہ اور وظیفہ کیا۔ سارے دن آدمی طواف کر سکتا ہو۔ بعض اہل ہمت بیس بیس، تیس تیس طواف دن بھر میں کر لیتے ہیں۔ فضائل حج میں ہو کہ کرز بن دبرہ کا معمول تھا کہ ستر طواف دن میں اور ستر طواف رات میں کرتے اور دو قرآن روزانہ پڑھ لیتے (بحوالہ احیار) آخر شب میں اور گرمیوں میں ٹھیک دوپہر کو مجمع کم ہوتا ہو۔ بعض اہل ذوق ان اوقات کا انتظار کرتے ہیں، بعض ہر نماز کے بعد کرتے ہیں، بعض مجمع ہی کو پسند کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کس کی برکت سے ہمارا طواف اور ہماری دعائیں بھی قبول ہو جائیں، رحمت الٰہی کسی کی طرف متوجہ ہو اور ہم کو بھی نہال کر جائے۔

"وللناس فی ما یعشقون مذاهب"

لیکن کسی وقت آئیے، دن ہو یا رات پہلا پہر ہو یا ٹھیک دوپہر، شمع پر پروانوں کا وہی ہجوم ہو، مطاف کسی وقت خالی نہیں، اگر اس کے انتظار میں رہیے گا کہ

دو چار آدمی ہوں اور پورے سکون و طمانیت کے ساتھ طواف کریں تو یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوگی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مثابة للناس (لوگوں کے لوٹ لوٹ کر آنے کی جگہ) بنایا اور جس کو سب سے بڑی محبوبیت و مرکزیت عطا فرمائی اور دل کشی کوٹ کوٹ کر بھر دی، وہ عشاق سے خالی کب رہ سکتا ہو، رات کو عشا کے بعد سے صبح صادق تک ہر ہر گھڑی میں آکر دیکھا دربار بھرا ہی ہوا پایا۔

ادھر ملتزم کا حال یہ ہو کہ وہ دعا کرنے والوں اور مچل مچل کر مانگنے والوں اور لپٹ لپٹ کر فریاد کرنے والوں سے کسی وقت خالی نہیں، کوئی عربی میں کوئی فارسی میں، کوئی ترکی میں، کوئی سوڈانی میں، کوئی جاوی میں، کوئی اردو میں، کوئی بنگالی میں، کوئی نثر میں، کوئی نظم میں، کوئی زبان بے زبانی میں عرض حال کر رہا ہو۔ دل کھول کھول کر مانگ رہا ہو، پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہو کوئی پردے میں منھ ڈالے بڑے درد سے پڑھ رہا ہو ؎

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود بعصیاں ریختہ

یارب البیت، یارب البیت کی صدا بلند ہے۔

حرم میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہو اس لیے اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا، کہ کوئی فرض نماز حرم میں نہ ہو۔ حرم کے باہر اور آدمی کہیں جائے بھی تو کہاں جائے؟ بس ہم ہیں اور حرم ہو، نمازیں بھی یہیں، نوافل بھی یہیں،

طواف بھی ہیں، تلاوت و اذکار بھی ہیں۔

بات کرتے کرتے ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخیں ختم ہوگئیں، لیجیے آج ۷ ذی الحجہ ہوگئی، رات بیچ میں ہے کل منیٰ جانا ہے، سواریوں کے انتظامات ہو رہے ہیں، احرام کی تیاریاں ہیں۔ کوئی موٹر طے کر رہا ہے، کوئی کار اور ٹیکسی کی بات چیت کر رہا ہے کوئی اونٹ کا انتظام سوچ رہا ہے۔ کوئی پیدل جانے ہی کی ٹھان رہا ہے، رات گذری صبح ہوئی، حج کی اصل مشغولیت شروع ہوگئی، کوئی دن چڑھے سواری آگئی، سوار ہوئے، لبیک لبیک کی صداؤں کے ساتھ منیٰ کا رُخ کیا، جو پاس سے گذرتا لبیک ہی سے سلام کرتا، تین میل کا فاصلہ ہی کیا، بات کرتے پہونچ گئے، یہ ڈیروں اور خیموں کا ایک عظیم الشان شہر، جہاں تک نظر کام کرتی رنگ برنگ کے خیمے اور چھولداریاں ہی نظر آتیں، سارا عالم اسلام یہاں سمٹا ہوا نظر آتا ہے، وہ بھی حدود کی تقسیم کے بغیر، یہاں ہندی ہیں وہاں حجازی یہ مصری ہیں وہ شامی، ذرا آدمی بھٹک جائے پھر قیام گاہ کا پتہ لگانا مشکل، اپنے معلم کے جھنڈے کے نیچے اپنے خیمے میں مقیم ہوئے، آج کا سارا دن اور پوری رات یہاں بسر کرنی ہے، کل ۹ کو عرفات کی طرف کوچ ہے، یہاں اللہ کا نام لینے نمازیں پڑھنے، ذکر و دعا میں مشغول رہنے کے سوا کام ہی کیا ہے، لیکن انسان کی ضروریات اور اس کی دل چسپیوں نے یہاں بھی بازار لگا رکھا ہے۔ دُکانیں کھلی ہوئی ہیں، ضرورت کی چیزیں ڈیرے ڈیرے خیمے خیمے بک رہی ہیں، پانی

والے دروازے دروازے پانی لیے پھر رہے ہیں۔ ظہر کی نماز کے لیے منیٰ کی مشہور تاریخی مسجد "مسجد خیف" گئے نہایت وسیع اور پُرفضا میدان، بیچوں بیچ ایک قبہ جس کے متعلق اہلِ خبر کہتے ہیں کہ بیسیوں پیغمبروں نے یہاں نمازیں پڑھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کا خیمہ یہاں نصب ہوا، نہایت بابرکت اور پرانوار جگہ ہے، زیادہ وقت یہیں گذرے تو بہتر ہے، مگر ساتھیوں کو تکلیف اور کسی قسم کی کلفت نہ ہو۔

عشا پڑھ کر تبلیغی جماعت کے علمار نے ذوق وشوق اور حج کی عظمت پیدا کرنے والی تقریریں کیں جن میں عرفات ومزدلفہ اور باقی ایام منیٰ کے آداب ذمہ داریاں یاد دلائیں، کچھ دیر بعد سو گئے کہ کل حج کے نچوڑ کا دن ہے، آج رات کی مکمل شب بیداری کل کے دن پر اور صحت پر اثر انداز نہ ہو، پچھلے پہر اللہ نے توفیق دی، آنکھ کھل گئی، منیٰ کا عجیب منظر تھا، سارا شہر بقعۂ انوار بنا ہوا تھا۔ عالم اسلام کچھ سوتا تھا کچھ جاگتا تھا، ہر طرف تجلیات وانوار کا ہجوم معلوم ہوتا تھا، اپنی جگہ پر رہا نہ گیا، مسجد خیف کی طرف چلے ــــ، حضرت ابراہیمؑ کی قربانی اور حضرت اسمٰعیلؑ کے صبر واستقامت کی یاد بڑی شدت سے پیدا ہوئی خداوندا عشق ابراہیمؑ کا ایک ذرہ عطا ہو، الٰہی مردہ دل کو اپنے عشق ومحبت سے زندہ کر دے، محبت کا سوز عطا ہو جو ماسویٰ کو جلا دے۔ عالم اسلام اس وقت ابراہیمؑ کی آواز پر جمع ہے اس میں محبت کی حرارت پیدا کر دے کہ پھر زندہ ہو جائے

پھر تیرے لیے اپنی جان و مال کی قربانی کرنے پر آمادہ ہو جائے، عجب سرور و حضور کا عالم تھا، عجب ذوق و شوق کا وقت تھا، مسجد خیف میں تھوڑے لوگ جاگ رہے تھے، اطمینان سے نمازیں پڑھیں، بڑی سکینت معلوم ہوتی تھی، صبح کی اذان ہوئی، نماز ہوئی اور اپنی قیام گاہ پر آئے۔ اب منیٰ سے چل چلاؤ ہے، سب کا رُخ عرفات کی طرف ہے، دن چڑھے یہاں سے چلنا ہے، ہر ایک جانے کے اہتمام میں ہے سواریوں کی بھی کشمکش ہے، یہی حج کے امتحان کے مواقع ہیں۔

لبیک لبیک کی صداؤں کے ساتھ عرفات کی طرف روانہ ہوئے، چھ میل کا فاصلہ ہو، تین میل پر مزدلفہ ملا: جہاں رات واپس آنا ہے، اور شب گذاری کرنی ہے، مگر ابھی ٹھہرنا نہیں، گذرتے چلے گئے، لیجیے عرفات آگیا، اللہ غنی انسانوں کا ایک جنگل، جنگل میں منگل، کئی لاکھ انسان دو بے سلی چادروں میں شاہ و گدا ایک لباس میں، جہاں تک نظر کام کرتی ہے خیمے اور شامیانے ہی نظر آتے ہیں۔ جو نظر آتا ہے وہ سفید چادروں میں، معلوم ہوتا ہے آج فرشتوں نے اللہ کی یہ زمین بسائی ہے، سفید براق لباس، نورانی صورتیں، ذکر سے تر زبانیں، لبیک لبیک کی صدا گونجتی ہوئی اور پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی، انسانوں کا اتنا بڑا مجمع، لیکن نہ چپقلش نہ کشاکش، روحانیت و انابت کی فضا چھائی ہوئی، اپنے خیمے میں اترے، جو لوگ مسجد النمرہ گئے انھوں نے امام کے ساتھ ظہر اپنے وقت میں اور عصر ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھی، اور ذکر و دعا میں

مشغول ہو گئے۔

"الحج عرفہ" حج عرفہ کا نام ہے۔ عرفہ حج کا نچوڑ ہے۔ یہی حج کی قبولیت کے فیصلہ کا دن ہے، یہی دعاؤں کے مقبول ہونے کا وقت ہے، یہی دل کھول کر مانگنے کی جگہ اور زمانہ ہے، اللہ کے بندے ذکر و دعا میں مشغول ہو گئے، کسی نے قرآن مجید کھولا، کسی نے حزب الاعظم شروع کی، کوئی سجدہ میں گر گیا، کسی نے اپنی منتخب دعائیں اپنی یادداشت سے پڑھنا شروع کیں، جن تمناؤں کو چھپا چھپا کر رکھا تھا آج ان کو کھول کر پیش کر دیا۔ جن کو پہلے سے دعا کا سلیقہ تھا آج وہ کام دیا، ذکر و سلوک، صحبت سب قوت دعا اور توجہ الی اللہ کو بڑھانے ہی کیلئے ہیں۔

سورج ڈھلا، دھوپ ہلکی ہوئی، کوتاہ ہمت بھی جبل رحمۃ کی طرف بڑھے۔ معلم کا جھنڈا ساتھ کہ اگر چھوٹے تو شاید مکہ ہی میں ساتھیوں سے ملنا ہو، خیمے سے جبل رحمۃ کا فاصلہ میلوں کا نہیں، مگر پورے عالم اسلام میں سے گذر کر پہنچے خدا جانے کتنے ملکوں کے علاقے راستے میں آئے۔ ان سفید پوش، کفن بردوش مہمانان دربار پر کیسا پیار آتا ہے، محبت کا جوش اٹھتا ہے: اپنے حج کا پتہ نہیں مگر دل سے یہی نکلتا ہے کہ الٰہی سب کا حج قبول ہو، آج تیری رحمت سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ مصریوں کا بھی، شامیوں کا بھی، مغربیوں کا بھی، یمنیوں کا بھی، ترکوں کا بھی، افغانوں کا بھی، چینیوں کا بھی، اور حبشیوں کا بھی اور ان سیاہ فام روشن دل تکرونیوں کے طفیل ہم غریب ہندیوں کا بھی،

جبل رحمۃ پر سائلوں کا ہجوم ہے گویا بڑے پیمانہ پر ملتزم کا نقشہ ہو، سوال و دعا کا غلغلہ بلند ہے، بھرّائی ہوئی آوازیں اور گلوگیر صدائیں بیچ بیچ میں بے حس و سخت دل لوگوں کے دل میں بھی رقت اور گداز پیدا کرتی ہیں، سب اپنی اپنی دلی مراد مانگ رہے ہیں. ہر قوم و ملک کے لوگ اپنی اپنی دعا میں مشغول ہیں ہندستانی مسلمان جن کے دل ہندستان کے واقعات سے چوٹ کھائے ہوئے ہیں. نرالی شان رکھتے ہیں، انھوں نے جب اپنے بھائیوں کے لیے اور اپنے اس ملک کے لیے دعا شروع کی جس نے سینکڑوں اولیاء، محدثین و فقہا، مجاہدین و شہدا، اور اپنے اپنے وقت کے امام و مجدد پیدا کیے جس نے اس پچھلے دور میں حدیث کی امانت کی حفاظت کی جس کے بعض بعض فرزند خدمت اسلام، فہم کتاب و سنت میں سارے عالم اسلام میں امتیاز رکھتے تھے تو ایک سناٹا چھا گیا اور سب کی نگاہیں اس لٹے ہوئے ہندی قافلہ کی طرف اٹھ گئیں۔

آفتاب غروب ہوا، جبل رحمۃ سے اپنے خیمہ کی طرف واپسی ہوئی، حج مبارک، اللہ تبارک و تعالیٰ حج مقبول کے برکات و ثمرات، انوار و آثار عطا فرمائے اور اس میدان میں پھر آنا نصیب کرے، سورج ڈوب گیا، جہاں جہاں سورج ڈوبا سب جگہ مغرب کی نمازیں ہو رہی ہیں، اور جو نہ پڑھتا ہوگا وہ تارک صلوٰۃ ہوگا گنہگار ہوگا، لیکن اس میدان میں جہاں اللہ کے بلائے ہوئے مسلمان جمع ہیں جنھوں نے آج حج کا رکن اعظم ادا کیا ہو، وہ سب یہاں مغرب کی نماز چھوڑ رہے ہیں،

لاکھوں میں سے کوئی نادان ہوگا جو مغرب کی نماز پڑھ رہا ہوگا، اللہ اکبر! یہی شہنشاہی کی شان ہو، جہاں چاہا حکم دے دیا، جہاں چاہا روک دیا۔ اور یہی بندگی ہو۔ نماز سے بھی ذاتی تعلق نہیں، آقا کے حکم کی اطاعت مقصود ہے، آج حکم ہے کہ مغرب کی نماز عشا کے ساتھ پڑھی جائے جنھوں نے کبھی ایک وقت کی نماز نہیں چھوڑی وہ آج خوشی خوشی چھوڑ رہے ہیں، عرفات والوں کے لیے آج نماز کی جگہ مزدلفہ اور مغرب کی نماز کا وقت عشا کو ہو۔ یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید۔

اب لاکھوں انسانوں کی یہ بستی یہاں سے تین میل پر منتقل ہوجائے گی، شہر کا اُجڑنا اور بسنا کچھ ہنسی کھیل نہیں، ایک شورِ قیامت برپا ہو، ایک طوفانِ بے تمیزی! لیکن یہاں کچھ نہیں، حکم لایا تھا حکم لے جا رہا ہے۔ غلاموں کی طرح آئے تھے غلاموں کی طرح جانا ہے۔ لیجئے خیمے اکھڑے، طنابیں ڈھیلی ہوئیں، شامیانے تہہ ہوئے دیکھتے دیکھتے یہ جیتا جاگتا شہر لق و دق میدان بن گیا، جو جواں ہمت اور سواری کے پابند نہ تھے وہ آزادی سے وقت مسنون پر روانہ ہوگئے، جو ضعیف اور عورتوں کی وجہ سے مجبور تھے ان کو سواری کی وجہ سے دقت پیش آئی، اور انتظار کرنا پڑا، سواری کے آنے میں دیر ہوئی، ایک گھنٹہ گذرا، دوسرا، تیسرا، رات کے ۸ بجے، ۹ بجے، ۱۰ بجے، سواری نہ اب آتی ہے نہ تب، اب میدان میں جہاں تک نظر کام کرتی ہے ہمارے چھوٹے سے قافلہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا، لاریاں آتی ہیں اور

نکل جاتی ہیں کوئی ادھر کا رُخ نہیں کرتی، رات گذری چلی جارہی ہے۔ مزدلفہ میں بسر ہونے والی رات کا خاصا حصہ عرفات میں گذرا جارہا ہو، یا الٰہی کیا ہوگا، کیا ہم یہیں رہ جائیں گے، کیا ہم مزدلفہ سے محروم رہیں گے مستورات کا ساتھ، دن بھر کے تھکے ماندہ، معلم صاحب بھی عاجز و مجبور، کچھ سمجھ میں نہیں آتا پیمانۂ صبر لبریز ہونے لگا، ڈرائیور پر غصہ، معلم پر خفگی، سب بے سود، آدھی رات ہونے کو آئی، خدا خدا کر کے لاری آئی، تیوری چڑھی تلخ و تند لہجہ میں ڈرائیور سے محاسبہ کیا کہ کہاں اتنی دیر لگائی، کیا حجاج کو اذیت دینا تم لوگوں کے نزدیک کارِ ثواب ہے؟ اس نے آسانی سے کہہ دیا کہ راستہ صاف نہ تھا، گھنٹوں میں پہلی کھیپ پہونچی اور بہ مشکل واپسی ہوئی، کہہ کر افسوس ہوا، کاش زبان سے کچھ نہ کہا ہوتا، اللہ کا شکر ادا کیا ہوتا، کہ اس نے احسنہ پہونچا دیا، اب بھی اگر لاری نہ آتی تو کیا کرتے یہی فرق ہو بڑوں اور چھوٹوں میں!۔

عرفات اور مزدلفہ کے درمیان خدا کی شان نظر آتی ہے، موٹروں اور لاریوں کا ایک سیلاب، اتنا بڑا سیلاب زندگی بھر نہیں دیکھا، سب کو پہونچنے کی جلدی مگر کوئی حادثہ نہیں، لیجیے مزدلفہ پہونچ گئے، ایک میدان میں کئی لاکھ مسافر اترے ہوئے، اطمینان کی جگہ کا کیا سوال، جہاں موقع مل جائے غنیمت ہو، ایک جگہ سامان جمع کر کے درمیان میں لیٹ رہے، کچھ دیر کے بعد آنکھ کھلی سارا میدان جگمگا رہا تھا، مزدلفہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا تھا، کیا خیر و برکت کی رات ہے، جو

وقت ملجائے غنیمت ہو، لوگوں نے صبح سے پہلے ہی روانہ ہونا شروع کردیا ناواقفیت اور جہالت اور اسی کے ساتھ جلد بازی بھی ایک مصیبت ہو، یہاں کی سنت صبح ہونے کے بعد یہاں سے چلنا ہے مگر لوگوں کو منیٰ میں جلد پہونچنے کی ہیبت، اور لاری والوں کو بیگار ٹالنا، تاریکی اور ناواقفیت میں مشعر حرام کا تو پتہ نہ چل سکا جہاں دعا کرنا مسنون ہے اور قرآن مجید میں صاف طور پر ہے۔ "واذکروا اللہ عند المشعر الحرام" جب اُجالا ہو گیا تو پتہ چلا اور اس مسجد میں جاکر جو جبل قزح کے پاس ہے کچھ دیر دعا کی، پھر کنکریاں چنیں اور ساتھ لیں، اور منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک دن کا اُجڑا منیٰ اللہ کے حکم سے پھر آباد ہے، آج دسویں ذی الحجہ ہے یعنی عین عیدالاضحیٰ، آج تمام روئے زمین پر جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، یہیں کی یادگار کے طور پر عید کی نماز پڑھی جا رہی ہوگی، لیکن اللہ کی شان یہاں عید کی نماز نہیں، کسی کو خیال بھی نہیں، منیٰ کی عید یہی ہے کہ رمی کی جائے قربانی کی جائے، بال منڈائے یا کترائے جائیں، احرام کھول دیا جائے طواف زیارت کیا جائے بس یہی حج تمام ہوا، اللہ قبول کرے۔

منیٰ پہونچ کر پہلا مرحلہ یہ تھا کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کی جائے یعنی کنکریاں ماری جائیں، روایات میں آتا ہو کہ حضرت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جب حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے چلے، تو شیطان سب سے پہلے اس جگہ ملا اور اس نے

ان کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا، حضرت ابراہیمؑ نے اس کو سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا، آگے بڑھ کر پھر دوسرے جمرہ کی جگہ نظر آیا، وہاں بھی سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین کے اندر گھس گیا، پھر جمرۂ اولیٰ کی جگہ نظر آیا، پھر اس کے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں گھس گیا۔[1] حضرت ابراہیمؑ نے ہر عمل پیغمبرانہ اخلاص اور عاشقانہ کیفیت کے ساتھ کیا تھا۔ وہ اللہ سے پہلے مانگ چکے تھے کہ

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ — میرا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھ۔

اور فرما دیا گیا تھا

وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ۔ (والصّٰفّٰت۔ ع ۳) — ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا، سلام ہو ابراہیم پر۔

اس لیے اللہ نے اُن کے ہر فعل کو زندگی جاوداں بخشی اور اس کی یادگار باقی رکھی۔ آج ان افعال کی نقل میں بھی عشق کی کیفیت اور زندگی و تازگی ہے، بشرطیکہ دل محبّت و عظمت اور ایمانی کیفیات سے بالکل خالی نہ ہو، حج کی ہر چیز میں عاشقانہ کیفیت اور محبوبانہ ادا ہے، سعی و طواف تو عشق و جذب کی کھلی نشانیاں ہیں، مگر یہ رمی (کنکری مارنا بھی)، عجب پیاری ادا ہے، عاشقیت

---

[1] صحیح ابن خزیمہ

و محبوبیت توام ہیں، سچے عشق کے ساتھ جو چیز کی جائے گی اس پر اہل دل کو پیار ہی آئے گا، رمی کرتے وقت اگر دل میں سیدنا ابراہیمؑ کی محبت اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کا جذبہ اور اپنے دشمن حقیقی سے نفرت کا جوش ہو تو رمی عجب بہار کی چیز ہے، عجب عبادت ہے، اور اگر یہ کیفیات اتفاقاً نہ ہوں یا ان کا استحضار نہ ہو تو بھی حکم الٰہی کی اطاعت کسی حال میں فائدہ سے خالی نہیں،

رمی جمرات کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں پڑھی تھی اس کے مقاصد و حِکَم حج کے سفرناموں میں دیکھے تھے لیکن اس کا صحیح تصوّر اور نقشہ ذہن میں بالکل نہ تھا جمرات کی کیا صورت ہے؟ رمی کس طرح ہوتی ہے کچھ اندازہ نہ تھا، منیٰ پہونچ کر رمی کی فکر ہوئی، دوستوں میں جو لوگ پہلے سال حج کر چکے تھے ان کو لے کر جمرۂ آخری پر پہونچے، آج دسویں کو صرف اسی جمرہ کی جو سب سے آخر میں ہے رمی کرنی ہے۔ رمی کرنے والوں کا ہجوم تھا، ایک حوض سا بنا تھا اس کے اوپر ایک لکڑی لگا رکھی گئی تھی تاکہ دور والوں کو اندازہ ہو سکے، حوض میں کنکریوں کا ڈھیر تھا بعض لوگوں نے غصہ میں جوتے بھی مارے تھے، بعض سادہ دل لوگوں میں نفرت و عداوت کا وہی جذبہ تھا جو اپنے دشمن سے ہوتا ہے، بعض مصریوں کو سنا گیا کہ بڑے غصہ سے مارتے تھے اور کہتے تھے کہ پھر پریشان کرے گا، پھر گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا!۔

مجمع بہت تھا، اگر کوئی نظم کیا بھی جاتا تو مشکل تھا، کام صرف کنکریاں

پھینکنا تھا، مگر اس عمل میں بھی ایک خاص سنجیدگی اور عبادت کی شان تھی، اہلِ ذوق کو اس میں بھی خاص حظ اور کیف محسوس ہو رہا ہوگا۔

زوال سے پہلے پہلے الحمد للہ رمی سے فارغ ہو گئے، تلبیہ موقوف ہو گیا اب قربانی کا مرحلہ باقی تھا، احرام کھولنا اس پر موقوف تھا، مذبح میں جانور تلاش کرنا، طے کرنا اور قربانی کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ بھی حج کے مجاہدات میں سے ہے۔ الحمد للہ یہ مرحلہ بھی آسان ہوا، بال منڈائے اور احرام اتار دیا۔

ابھی حج کا ایک رکن باقی تھا، وہ طوافِ زیارۃ ہے، دسویں ہی کو عصر کے وقت مکۂ معظمہ گئے، مکۂ معظمہ کی بڑی آبادی آج منیٰ میں تھی اور ابھی دو تین دن رہے گی، جو لوگ نظر آ رہے تھے اکثر طوافِ زیارۃ کے لیے حاضر ہوئے تھے، پھر بھی مطاف خالی نہ تھا، اگرچہ پہلے کا سا ہجوم نہ تھا، ہم نے سعی طوافِ قدوم کے ساتھ کر لی تھی، اس لیے آج سعی کرنی نہ تھی[1] طواف سے فارغ ہو کر منیٰ واپس آ گئے۔

اب یہاں کی ہر رات اور ہر دن حاصلِ عمر ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ایک ایک گھڑی غنیمت سمجھیں اور غفلت کا کوئی لمحہ گزرنے نہ دیں، یہی دن ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں صراحۃً حکم ہے۔

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں کتب مناسک۔

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ؕ
(البقرہ ع ۲۵)

پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے زیادہ یاد

اور آگے فرمایا۔ کہ

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ
(البقرہ۔ ع۔ ۲۵)

اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے۔

اس لیے یادِ الٰہی میں جتنا انہماک اور عبادت میں جتنی مشغولیت ہو کم ہے، مگر افسوس کہ اس کا حق بالکل ادا نہ ہو سکا اور اس میں شدید کوتاہی رہی، بے تکلف دوستوں کا مجمع، کھانے پینے کی بہتات، عمر بھر کی غفلت کی عادت، بڑا وقت ہنسنے بولنے، اور کھانے پینے میں گذر جاتا، ناظرین کرام سے کہنے کا جی چاہتا ہے۔

من نکردم شما حذر بکنید

یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ بہت سے حجاج نے اس قیمتی اور مختصر وقت کے اندر ہی جہازوں کی تحقیقات اور سفر کے منصوبے شروع کر دیے جو وقت قیام سے فائدہ اٹھانے میں گزرنا چاہیے تھا وہ سفر کے دھیان اور تصور میں گزرنے لگا۔

ان دنوں میں کھانا پینا، اور خصوصاً قربانی کا گوشت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت سمجھ کر اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھ کر کہ

"ھذہ ایام اکل وشرب" یہ کھانے پینے کے دن ہیں، ثواب عبادت سے خالی نہیں، یہ بھی اچھی طرح مشاہدہ اور تجربہ کیا ہو کہ اس ارشاد کو سامنے رکھ کر کھانے پینے سے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔

تیرھویں تک ٹھہرنا ہو، دن میں حج کے سلسلہ کا ایک ضروری کام یہ ہو کہ رمی روزانہ کی جائے، پہلے دن (دسویں کو) صرف جمرۂ عقبیٰ کی رمی کی گئی تھی، اب جمرات ثلث کی رمی روزانہ ہوگی، دسویں کو زوال سے پہلے پہلے رمی مسنون ہے اور گیارھویں، بارھویں، تیرھویں کو (اگر تیرھویں کو ٹھہرنا ہو) زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر رمی کا حکم ہے، اول جمرۂ اولیٰ کی (جو مسجد خیف کے متصل ہے) پھر جمرۂ وسطیٰ کی، پھر جمرۂ اخریٰ کی۔[1]

تیرھویں کو منیٰ سے جانے کا عزم ہو، ان دنوں میں بشدت اس کا احساس ہوتا ہے کہ منیٰ کے کم سے کم یہ تین دن دینی دعوت اور تعلیم و تربیت کے مغتنم ترین دن ہیں جو مجموعی طور پر عالم اسلام کو اتنے بڑے پیمانے پر کبھی میسر نہیں آسکتے، عالم اسلام کا ایک بہترین نمائندہ مجمع جو راہ خدا میں نکلا ہوا ہوتا ہے۔ جس میں اتنے دنوں کے مجاہدہ، تعلقات و مشاغل سے انقطاع، فاسد ماحول سے بے تعلقی حج کے انوار و تاثیرات کی وجہ سے دین کے جذب و قبول کرنے کی استعداد پیدا

[1] رمی کے مفصل احکام کتب مناسک میں دیکھے جائیں ۱۲

ہو چکی ہوتی ہے۔ اور دین و عبادت ہی کے لیے اس کا قیام ہوتا ہے۔ اگر اس وقت سے فائدہ اٹھایا جائے تو برسوں کا کام چند دنوں میں، اور ہزاروں میل کا سفر ایک مختصر سے رقبہ میں طے ہو جائے۔ ایک جہاز پر اگر ایک ملک یا چند صوبوں کا قافلہ ہوتا ہے اور اس کے اوقات دین اور علم دین کے لیے فارغ ہوتے ہیں تو منیٰ کے میدان میں پورے عالم اسلام کا کارواں اترا ہوا ہوتا ہے اور دین کے لیے فارغ۔

مگر صد حیف کہ ایسی فرصت سے دینی تعلیم و تربیت اور اسلامی دعوت کا فائدہ قطعاً نہیں اٹھایا جاتا، ہماری دینی زندگی کی چول اپنی جگہ سے ایسی ہٹی ہوئی ہو کہ کسی چیز سے بھی ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے، صرف منیٰ کے قیام کے یہ دن اور حجاج کا یہ مجمع ایسا تھا کہ اس سے پورے عالم اسلام میں دین کی روح پھونکی جا سکتی تھی اور دعوت کا جذبہ پیدا کیا جا سکتا تھا، یہ مجمع ایک باد بہاری تھا جو سارے عالم میں دینی دعوت و اصلاح کے بیج بکھیر سکتا تھا، اور دین کے ہزاروں چمن کھلا سکتا تھا، پچاس حکومتیں، ہزار انجمنیں، سینکڑوں اخبارات و رسائل، لاکھوں مبلغ و داعی، وہ کام نہیں کر سکتے جو منیٰ کی ایک منظم دعوت اور ایک تربیت یافتہ جماعت کر سکتی ہے، پہلے یہ سب حج کے ثمرات و منافع میں داخل تھا۔ "لیشھدوا منافع لھم" کا مفہوم اتنا تنگ نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، نے امت کو جو آخری عالم گیر وصیت فرمائی ہے

وہ عرفات و منیٰ کے میدان ہی میں فرمائی، عرفات و منیٰ کا مخاطب مجمع ہی اس کی صلاحیت رکھتا تھا۔ کہ فرمایا جاتا۔

لیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعی من سامع

دیکھو جو موجود ہے وہ میری یہ باتیں اُن تک پہونچا دے جو یہاں موجود نہیں، اکثر ایسا ہوتا ہو کہ جو بالواسطہ سنتا ہو وہ اپنے کانوں سے سننے والے سے زیادہ سمجھنے والا اور یاد رکھنے والا ہوتا ہو۔

حج ہی کے موقع پر سورۂ براءت کی ابتدائی آیات اور مشرکین کے احکام کا اعلان ہوا، حج ہی کے موقع پر ایک خلقت نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے براہ راست دین کی تعلیم حاصل کی، حج ہی کے موقع پر بلاد و امصار کے طالب علم دین سیکھنے، احکام معلوم کرنے، حدیث سننے جمع ہوا کرتے تھے، حج آج بھی عالم اسلام میں زندگی کی لہر پیدا کر سکتا ہو مسلمانوں میں دینی شعور اور اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا کرا سکتا ہو حج ہی کے ذریعہ اس بھٹکے ہوئے قافلہ کو اپنی گم کردہ منزل نظر آسکتی ہے، اور معمارِ حرم کو "تعمیرِ جہاں" کا بھولا ہوا کام یاد آسکتا ہو، حج اصلاح و انقلاب کی ایک عظیم الشان طاقت ہو مگر ہماری کاہلی اور ناواقفی سے یہ طاقت بہت کچھ ضائع ہو رہی ہو، ہر سال ضائع ہوتی ہو اور برسہا برس سے ضائع ہو رہی ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات میں کمی نہیں، مگر ہماری طرف سے ناقدری میں بھی کمی نہیں

اگر کسی زندہ اور صاحب عمل قوم کو یہ موقع حاصل ہوتا اور اس کو ہر سال بلا کسی جدوجہد اور مادی ترغیب کے محض دینی کشش اور اخروی نفع کی بنا پر یہ عالمگیر اجتماع میسر ہوتا تو وہ تمام عالم میں انقلاب کر سکتی تھی اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنا پیغام پہنچا سکتی تھی، دنیا کی بہت سی قومیں جو نبوت اور وحی الٰہی کی عطا کی ہوئی دولتوں سے محروم ہیں، حج کے اس بین الاقوامی اجتماع کو جس میں ہر حصۂ زمین سے آئے ہوئے لاکھوں مسلمان اپنا خرچ کر کے اور راستہ کی صعوبتیں برداشت کر کے اپنے شوق سے جمع ہوتے ہیں رشک وحسد کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں، ان کو اپنی چھوٹی چھوٹی مجلسوں کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں، طاقتور پروپگنڈا کرنا پڑتا ہو پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی، اس لیے کہ ان کے ساتھ دینی کشش اور روحانی جذب نہیں لیکن مسلمانوں کو اس نعمت کی دولت کی قدر نہیں۔

تعلیم و تربیت، دینی تذکیر و دعوت، حج کا ضمنی اور ثانوی فائدہ ہو، لیکن کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، خصوصاً اس عہد میں کہ اس کی ضرورتیں بیحد بڑھ گئی ہیں، اگر کسی ایک ملک کے مسلمانوں میں بھی کسی درجہ کا عزم اور نظم پیدا ہو جائے اور اس کام کے لیے وہ ضروری تیاری کر لیں، مخلص، دردمند، صاحب علم داعی کسی تعداد میں بھی فراہم ہو جائیں اور عالم اسلام کی دو چار زبانوں خصوصاً عربی پر اتنی قدرت حاصل ہو کہ وہ اس میں دعوت کا کام انجام دے سکیں ان کے پاس دعوت کا ضروری سامان بھی ہو، عالم اسلام کے لیے پیغام، اسکے اصل امراض و مصائب کی تشخیص

اور ان کا صحیح علاج، دین کی طرف بازگشت کی دعوت، امت کی نشأت ثانیہ کا راستہ، امت کا اصل محل و مقام، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت اور اس امت کے ظہور کا مقصد، اسلام اور عالم انسانی کا رشتہ، آخرت کی دنیا پر ترجیح، صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے حقیقی اوصاف و اخلاق۔

ان مضامین پر خود بھی تیار ہوں اور ان کے پاس ان حقائق کو ذہن نشین کرنے کے لیے اور بعد تک یاد دہانی کرنے کے لیے مختصر رسائل و مطبوعہ مضامین بھی ہوں، ایک ایسی جگہ بھی ہو (عارضی) جہاں وہ منتخب لوگوں کو بیٹھنے، گفتگو کرنے اور مطالعہ کرنے کی دعوت دے سکیں۔ اس لیے کہ اتنے وسیع اجتماع میں وہ ہر جگہ نہیں پہونچ سکتے، دینی زندگی پیدا کرنے کے لیے ان کے پاس ایک نظام عمل بھی ہو، جس کا تجربہ ہر ملک میں کیا جاسکے، تو منیٰ کے اس سہ روزہ قیام سے محیر العقول فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

دوسرے ممالک کے علاوہ خود ہندستانی حجاج کی ہزاروں کی تعداد ملے گی جس کے پاس وقت گذارنے کے لیے لایعنی باتوں یا فرائض کے بعد کھانے پینے کے سوا کوئی مشغلہ نہیں، ان میں بہت بڑی تعداد دین کے ابتدائی اصول وارکان سے اگر ناواقف نہیں تو غافل ضرور ہوگی اور کم سے کم ان کی دعوت و تذکیر اور ان کے احیاء و ترویج کے لیے جد و جہد سے ضرور غافل ہے، ان سب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت بڑا کام ہے اور اس کام کے لیے منیٰ اور مکہ معظمہ سے بہتر موقع نہیں

مل سکتا۔

اس میں شبہ نہیں کہ اس کام میں سو فی صدی بلکہ شاید پچاس فی صدی کام یابی بھی یقینی نہیں، داعیوں اور کارکنوں کی کمی، ان کی بے سروسامانی، مجمع کا پھیلاؤ، وقت کی قلت، انتشار و پراگندگی، ناواقفیت و اجنبیت، یہ اور بہت سی چیزیں جو تجربہ کے بعد علم میں آئیں گی کامیابی کے راستے میں حائل ہیں، لیکن اگر اس عظیم الشان کام میں دس فی صدی کام یابی کا بھی امکان ہو بلکہ سردست کوئی امکان نہ ہو تو بھی ہر قیمت پر یہ سودا سستا ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کی اس میں قوی امید ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کی مکی زندگی سے قریبی نسبت ہے۔ ع

گر ایں سودا بجاں بودے چہ بودے

کاش اس کو مسلمان اپنی ضروریات کی فہرست میں شامل کر لیتے، کاش! اس کے لیے کچھ اہلِ ہمت، کچھ اہلِ توفیق تیار ہو جاتے، کاش ہمارے یہ معروضات دلوں میں کچھ آمادگی پیدا کر سکتے۔

آئیے منیٰ کے اس قیام سے فائدہ اٹھائیں اور ذرا دیر کے لیے عقبہ چلیں جہاں مدینہ کے انصاریوں نے پہلے پہل حضورؐ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور اس کی حمایت و نصرت کا عہد کیا، اور جہاں حقیقۃً ہجرت اور مدنی زندگی کی داغ بیل پڑی، اسلام کی تاریخ میں اور عالمِ اسلامی کے طویل و عریض رقبہ میں یہ چند گز

زمین بڑی حرمت و قیمت رکھتی ہے، سچ پوچھیے تو بدر کی فتح کا سنگ بنیاد یہیں رکھا گیا، تاریخ اسلام کا افتتاح یہیں ہوا، عالم اسلام کی تاسیس یہیں عمل میں آئی، یہی وہ موقع ہو جہاں اللہ کے نبیؐ سے جو سارے حج کے مجمع سے مایوس ہو رہا تھا، یثرب کے بارہ آدمیوں نے چھپ کر بیعت کی اور اپنی خدمات پیش کیں، اگلے سال اسی جگہ تہتّر مرد اور دو عورتوں نے بیعت کی اور حضورؐ کو اہل مدینہ کا پیام شوق پہونچایا، اور مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی، حضورؐ نے فرمایا کیا تم دین کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کروگے اور جب میں تمھارے شہر میں جا بسوں، کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کروگے، مدینہ والوں نے پوچھا، ایسا کرنے کا معاوضہ ہم کو کیا ملے گا۔ فرمایا بہشت!۔ اہل مدینہ نے دریافت کیا کہ اے خدا کے رسولؐ ہماری تسلّی فرما دیجیے کہ حضور ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے فرمایا نہیں! میرا جینا مرنا تمھارے ساتھ ہوگا۔ اس پر ان حضرات نے بڑے جوش و سرور کے ساتھ بیعت کی۔

یہ جگہ منیٰ اور مکہ کے راستہ میں ہو اور جمرۂ اخریٰ سے کچھ دور نہیں، آپ اس سے آتے جاتے گزرے ہوں گے، اب اس جگہ مسجد بنی ہوئی ہو اگر وقت نہیں ہے، آئیے ہم بھی دو چار رکعت نفل پڑھیں، اس جگہ اللہ کے بہت سے مخلص بندوں نے اپنے مالک سے بندگی کا عہد و پیمان تازہ کیا اور اپنے رفیقوں کے ساتھ اسلام کی خدمت و نصرت کا عہد کیا۔[۱] آئیے ہم بھی اللہ سے دعا کریں کہ ہم کو

---

[۱] یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر پڑھیے۔

اسلام کی خدمت، اعلاءِ کلمۃ اللہ کی کوشش اور سنتِ نبویؐ کے احیاء کی جدّ وجہد کے لیے قبول فرمائے، اور ان صادقین کے طفیل صدق و اخلاص کی دولت سے کوئی حصہ عطا فرمائے۔

آج ذی الحجہ کی تیرھویں ہے اور منیٰ کے قیام کا آخری دن، عارضی آبادی کا ایک حصہ کل جا چکا باقی آج جا رہے ہیں، خیمے اکھڑ رہے ہیں، شامیانے لپیٹے جا رہے ہیں، سامان بار ہو رہا ہے۔ منیٰ پر آخری نگاہ ڈالیے اور مکۂ معظمہ کا رُخ کیجیے۔ رہے نام اللہ کا۔

کل شیئٍ ھالك الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون ؕ

مکۂ معظمہ میں داخل ہو گئے، حرم میں نماز پڑھیے اور طواف کیجیے، بیت اللہ کو دیکھیے اور دیکھتے رہیے، ہر وقت اس کا نیا جمال اور نئی شان ہے ؎

کعبہ را ہر دم تجلّی می فزود
ایں ز اخلاصات ابراہیم بود

اتنے دن سے اس کو دیکھ رہے ہیں مگر جی نہیں بھرتا، نگاہ نہیں تھکتی، اس سے معلوم ہوتا ہو کہ خود اس ذاتِ عالی کے جمالِ جہاں آرا کا کیا حال اور اس کی دید کی

لہ (حاشیہ صفحۂ گزشتہ) حضرت سید احمد شہیدؒ نے بھی اپنے حج کے موقع پر اس جگہ دین کے لیے سرفروشی و جانبازی پر اپنے ساتھیوں سے بیعت لی تھی اور اللہ سے عہد کیا تھا۔ ۱۲

کیا مسرت و لذت ہو گی۔

آپ بیشک حج سے فارغ ہو گئے، اللہ تعالیٰ آپکے لیے اور آپکے اعزہ اور دوستوں اور سب مسلمانوں کے لیے مبارک فرمائے اور آپ کو بار بار لائے، مناسک حج میں سے کوئی رکن، کوئی فریضہ اور واجب باقی نہیں رہا، آپ کج اگر حرم سے چلے جائیں تو کوئی فقیہ آپ کو ٹوک نہیں سکتا، آپ کا حج مکمل، مناسک سب تمام لیکن یہاں سے جانے کی ایسی عجلت کیوں ہو، یہاں کا قیام آپ پر خدانخواستہ بار کیوں ہونے لگا، اعزہ کی یاد مسلّم، وطن کی کشش بر حق، دوستوں اور عزیزوں کی ملاقات سر آنکھوں پر، لیکن یہاں جو لمحہ گزر جائے غنیمت اور حاصل زندگی، مجبوری کی بات اور ہو مگر اپنی طرف سے جلد سے جلد چلے جانے کا اہتمام اور وطن کا اتنا شوق کہ پر لگ جائیں اور اُڑ کر پہونچ جائیں، اتنی بے مروّتی سمجھ میں نہیں آتی، اپنے لیے طواف کیجیے، اپنے مرحوم عزیزوں، دوستوں، استادوں، محسنوں، رفیقوں، اور ساتھیوں کے لیے کیجئے، تنعیم جائیے اور عمرہ لائیے، زمزم سے خوب سیراب ہوجیے حرم شریف میں نمازیں پڑھیے اور ہر نماز پر لاکھ نمازوں کا ثواب پائیے، قرآن مجید کی تلاوت کیجئے، ہمت ہو تو غار حرا کی زیارت کیجیے، فرصت ہو تو غریب محلّوں اور تکرونیوں کی آبادیوں میں جا کر ان کی دینی حالت دیکھیے، ان سے خود استفادہ کیجئے اور اگر آپ سے کوئی دینی فائدہ پہونچ سکے تو اس سے دریغ نہ کیجیے۔ مکہ معظمہ کے اہل علم و فضل سے ملاقاتیں کیجئے۔ حرم میں اب حجاج کا ہجوم نہیں،

حجرِ اسود کا باطمینان استلام کیجئے، رکنِ یمانی کے پاس حطیم کے اندر مقامِ ابراہیمؑ پر شوق سے نوافل پڑھیے، جتنے ارمان باقی رہ گئے ہوں سب نکالیے اور سب شوق سے پورے کیجئے۔

اب اگر صدائے رحیل بلند ہو گئی اور جانا ٹھہر گیا تو طوافِ وداع کرلیجیے، اور بیت اللہ اور حرم شریف سے رخصت ہو جیے۔ جدّہ میں اگر جہاز میں اتفاقاً دیر ہو اور آپ مکہ معظمہ واپس نہ آسکیں تو ان حجاج میں جو جہازوں کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور کسی طرح وقت گزاری کر رہے ہیں چل پھر کر اور مل جل کر پھر دینی ضروریات احکام کی طرف ان کو متوجہ کیجئے، مگر خود ان کے حقوق اور ان کے احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ گرچہ حج میں ان کے شریک ہیں مگر اس سے ان کے حج کا احترام آپ کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، کسی کلمہ سے ان کی تنقیص یا ان کی دل آزاری نہ ہو۔

جہاز تیار ہو، بسم اللہ کر کے سوار ہوئیے، واپسی ضرور ہو، سفر بیشک وطن کی طرف ہے لیکن یہ یاد رہے کہ واپسی اللہ کے گھر سے ہو اور آپ حج کی ذمہ داریوں کے ساتھ واپس ہو رہے ہیں، نمازوں کا اہتمام، ذکر میں مشغولیت، رفیقوں کا خیال، ساتھیوں کے لیے ایثار کا جذبہ، اپنی کوتاہیوں پر ندامت و استغفار پہلے سے زیادہ ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی دینی خدمت و رفاقت کا موقع دوبارہ عطا فرمایا ہو پھر اس موقع سے فائدہ اٹھائیے اور اپنے حج کو قیمتی بنائیے،

اچھا اب رخصت، یہ نوشتہ کیا عجب ہو کہ ہم سے زیادہ خوش قسمت ہو کہ سفر حج میں آپ کے ساتھ ہو، اور حرمین میں اس کو آپ کی رفاقت کی سعادت حاصل ہو اور خدا کی قدرت و رحمت سے بعید نہیں کہ آپ کو اس سے کچھ کام کی بات ہاتھ آ جائے، اگر یہ نہ ہو تو بھی ایک ادنیٰ و نا اہل رفیق کا بھی حق ہوتا ہے، حجاج کو اپنے اس سامانِ سفر سے بھی انس ہو جاتا ہے جو اس سفرِ سعادت میں ساتھ ہو، یہ بھی نہیں تو اخوت اسلامی کا حق ضرور ہے، ان حقوق کی بنا پر اور بغیر کسی حق کے لوجہ اللہ یہ درخواست ہے کہ راقم سطور، اس کے والدین، اعزہ و احباب محسنین (اور اس مجموعہ کے مرتب و معاونین) کے لیے مواقع قبولیت پر دعا فرمائی جائے۔

غرض نقشیست کز ما یاد ماند   کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے زرحمت   کند بر حال ایں مسکیں دعائے

وِداعِ کعبہ

حضرت عرؔج قادری

رخصت اے رکنِ یمانی رخصت اے سنگِ سیاہ
یاد رکھنا میرے آنسو یاد رکھنا میری آہ

اے حطیمِ پاک رخصت تجھ سے بھی ہوتا ہوں میں
لب پہ آہِ سرد ہے، دھنتا ہوں سر، روتا ہوں میں

رخصت اے میزابِ رحمت الوداع اے بام و در
رخصت اے دیوارِ کعبہ الوداع اے پاک گھر

الفراق اے رکنِ شامی الوداع اے مستجار
چبھ رہے ہیں دل میں کانٹے ہو رہا ہوں بیقرار

چھوڑ کر سب کو چلا ہوں رخصت اے رکنِ عراق
مختصر یہ ہو رہا ہے ہجرِ کعبہ دل پہ شاق

الوداع اے بابِ کعبہ الوداع اے ملتزم
یاد رکھنا گریۂ شب، نالہ ہائے صبحدم

آ لپٹ لوں تجھ سے میں با قلبِ حزیں
جانے تجھ سے پھر لپٹنا ہے کہ قسمت میں نہیں

الوداع اے حضرۂ جبریل رخصت اے مطاف
چھوڑتا ہوں ہاتھ سے با چشمِ پرنم اب غلاف

زمزمی ارحمت ہو تجھ پر میں تو اب واپس چلا
رد بجُوئے کعبہ مجھ کو کاسۂ آخر پلا

الوداع اے چاہِ زمزم رخصت اے آبِ طہور
تجھ کو پینا دل کی ٹھنڈک، دیکھنا آنکھوں کا نور

اے الٰہ الخلق، ربّ البیت، ربِّ دو جہاں
یہ دعا ہے آخری میری کہ پھر لانا یہاں

پڑھ چکا میں آخری جب واجبِ خلف المقام
ذرّے ذرّے کو کہا میں نے وداعی السّلام

آخری نبیؐ کا

آخری حج

از

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو والصلوٰۃ والسلام
علیٰ من لا نبی بعدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج کو جو سنہ ہجری میں مدینۂ منورہ سے کیا گیا "حجۃ الوداع" کہتے ہیں، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری حج ادا فرمایا۔ اور صحابۂ کرام کو پوری تعلیم و تلقین کے بعد وداع اور رخصت فرمایا۔ اس آخری حج کو "حجۃ الاسلام" بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہی ایک حج ادا فرمایا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت اسی سال نازل ہوئی اس سے قبل حج فرض نہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں سنہ ھ میں حج فرض ہوا، بہرحال تمام وکمال کے ساتھ حج اسی سال ادا کیا گیا اور تمام مناسک وشعائرِ حج واضح طور پر بتلائے اور دکھلائے گئے۔

اس آخری حج کو "حجۃ البلاغ" بھی کہتے ہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حج اور حج کے تمام متعلقات اور اسلام کے اُصول و قواعد اور اہم تعلیمات کو لوگوں تک پہونچایا اور دین کو واضح اور مکمل طور پر مخلوق کے سامنے پیش فرمایا۔ چنانچہ عرفات ہی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ	آج کامل کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارے
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ	دین کو اور تمام کر دیا تم پر اپنی نعمت کو
الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ	اور پسند کر لیا تمہارے لیے دین اسلام کو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ سے مکۂ مکرمہ تشریف لاکر تین مرتبہ عمرے ادا فرمائے، اور آخری مرتبہ حج اور عمرہ دونوں ادا فرمائے تینوں عمرے ذیقعدہ میں ادا فرمائے۔ جیساکہ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عمرہ ماہ شوال میں اور دو عمرے ماہ ذیقعدہ میں ادا ہوئے، نیز حضرت عائشہؓ ہی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں عمرہ ادا کیا، اور حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ ادا کیا۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ راجح اور صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چار عمرے کیے۔ ایک حج کے ساتھ اور تین اس کے علاوہ، اور یہ تینوں عمرے ماہ ذیقعدہ میں

کیے گئے۔ (زاد المعاد)

پہلا عمرہ سنہ ۶ھ میں "عمرۂ حدیبیہ" ہے جس کو پورا کرنے سے کفار مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا تھا اور آپ مصالحت کرکے عمرہ سے حلال ہو گئے تھے۔

دوسرا عمرہ "عمرۂ قضا" ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد آئندہ سال سنہ ۷ھ میں عمرہ حدیبیہ کو قضا کیا گیا۔

تیسرا عمرہ "عمرۂ جعرانہ" ہے جو طائف سے واپسی کے بعد غزوۂ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت سنہ ۸ھ میں ادا کیا گیا۔

چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ ادا ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے قبل متعدد مرتبہ حج ادا فرمایا، لیکن ہجرت کے بعد صرف یہی آخری حج ادا فرمایا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ کے نو سال کے قیام میں حج کا ارادہ نہیں فرمایا، پھر لوگوں میں حج کی منادی کرائی گئی، اور ایک جم غفیر حج کے لیے مدینہ میں جمع ہو گیا۔" (مسلم)

"مدینۂ منورہ سے روانگی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ میں حج کی تیاری فرمائی اور لوگوں کو حج کے لیے تیار ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اور اطراف وجوانب

میں حج کا اعلان کرایا گیا۔ چنانچہ ایک جم غفیر مدینۂ منورہ میں حج کے ارادہ سے جمع ہو گیا اور بہت لوگ راستہ میں آگر ملے غرض ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے گئے، ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ سے روانگی کے قبل ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صحابۂ کرام کو حج کا طریقہ اور حج کے مناسک اور فضائل تعلیم فرمائے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

"جب ذیقعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادہ سے مدینۂ منورہ سے روانہ ہوئے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شنبہ کے روز ظہر کی نماز چار رکعت مسجد نبویؐ میں ادا فرمائی، اور بعد ظہر روانہ ہو کر ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا اور وہاں عصر کی نماز قصر کی اور دو رکعت ادا فرمائی۔ اس روز ذیقعدہ کی ۲۵ تاریخ تھی۔ اور ۴ ذی الحجہ کو مکۂ مکرمہ پہونچے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ سے روانگی کے قبل سر کے بالوں میں کنگھی کی اور تیل لگایا اور ازار و چادر پہنی" (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سواری پر سفر کیا اس کا کجاوہ پرانا اور بوسیدہ تھا اور اس پر ایک گدڑی پڑی ہوئی تھی جس کی قیمت چار درہم بھی نہ ہو گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے تھے۔

حجة لا ریا فیها ولا سمعة — وہ حج نصیب فرما جس میں نہ ریا ہو نہ شہرت"

حضرت بشیر بن قدامہ فرماتے ہیں:۔

"میری ان آنکھوں نے میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات کے میدان میں دیکھا، آپ لوگوں کے درمیان سرخ چھوٹی سی اونٹنی پر سوار تھے جس پر ایک گدڑی بچھی ہوئی تھی اور آپ ارشاد فرما رہے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اجعلها حَجَّةً غَیْرَ رِیَاءٍ وَلَا سُمْعَةٍ — الٰہی اس کو ایسا حج بنا جس میں نہ ریا ہو اور نہ شہرت۔

اور لوگ بتلاتے تھے کہ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں کوئی خصوصی امتیاز نہ تھا جس سے از خود لوگ یہ سمجھتے کہ یہ حضور اقدس کی سواری ہے بلکہ آپ اپنے صحابہ کے اس قدر ہمنوا اور مساوی تھے کہ اجنبی کو بتلانے کی ضرورت پیش آتی تھی کہ "یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

ذوالحلیفہ میں قیام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ پہونچکر عصر کی نماز قصر دو رکعت ادا فرمائی، پھر مغرب و عشا کی نماز پڑھی اور رات ذوالحلیفہ میں بسر فرمائی اور صبح کی نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا:۔

"رات میرے پاس قاصد خداوندی آیا اور یہ پیام لایا کہ تم اسوقت ایک مبارک میدان میں ہو، اس مبارک جگہ نماز پڑھو اور عمرہ کو حج میں ملاؤ۔"

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر بھی ذوالحلیفہ میں ادا فرمائی اور بعد ظہر احرام باندھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

تمام ازواج مطہرات جن کی تعداد نو تھی اس سفر حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں چنانچہ آپنے اس شب سب سے مباشرت فرمائی اور ایک مرتبہ غسل جنابت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وقت اور کس جگہ احرام باندھا ہمیں صحابۂ کرام کے اقوال مختلف ہیں، بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی الحلیفہ سے احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا۔"

اور بعض صحابہ فرماتے ہیں.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر سوار ہوئے اور سواری کھڑی ہوئی اس وقت احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا."

اور بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب "بیداء" پہونچے اسوقت احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا."

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں :۔

"میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی خدمت میں عرض کیا تعجب ہو کہ صحابہ کو اس امر میں اختلاف ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ احرام باندھا."

حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا :۔

"میں اس معاملہ میں خوب واقف ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا ہے، اسی وجہ سے ناقلین میں اختلاف ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی اور احرام کی نیت کرکے تلبیہ پڑھا، جن لوگوں نے اسکو سنا انھوں نے اسکو محفوظ رکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے جب وہ کھڑی ہوئی تو آپنے بہ آواز تلبیہ پڑھا، بعض لوگوں نے اسوقت آپکے تلبیہ سنا، مجمع کی

کثرت، آمد و رفت اور اژدہام کی وجہ سے انھیں اسی وقت حضور کے تلبیہ کی خبر ہوئی چنانچہ یہ سمجھے کہ حضور نے اسی وقت احرام باندھا ہے اور یہی انھوں نے دوسروں سے نقل کیا کہ جب سواری مبارک کھڑی ہوئی اس وقت حضور اقدس نے احرام باندھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ جب "بیداء" پر چڑھے تو بآواز تلبیہ پڑھا، جن لوگوں نے اسوقت حضور سے تلبیہ سُنا وہ یہ سمجھے کہ حضور اقدسؐ نے اسوقت احرام باندھا اور یہی انھوں نے نقل کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "بیداء" پر چڑھے اسوقت احرام باندھا، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد احرام کی نیت کی تھی اور جب اونٹنی پر سوار ہوئے تو تلبیہ پڑھا اور جب بیداء پر چڑھے تب بھی تلبیہ پڑھا۔" (احمد و بیہقی و ابوداؤد)

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:-

"دیگر روایات کے مقابلہ میں جو قوی اسانید کے ساتھ ثابت ہیں ابن عباس کی یہ روایت ضعیف سند والی ہو لیکن اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس سے تمام مختلف اقوال کا جمع بھی ہو جاتا ہو اور اختلاف کی مجبوری بھی ظاہر ہو جاتی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام قران کا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے شروع ہی سے حج و عمرہ دونوں کی نیت کی تھی اور دونوں کے لیے تلبیہ پڑھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ یہ تھا:۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اور بعض مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بعض الفاظ کا اضافہ بھی فرمایا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ آواز بلند تلبیہ پڑھتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ:۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے جبرئیل نے بتلایا کہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھو۔ یہ شعائر حج سے ہے۔" (امام احمد وبیہقی)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا، محمد! اپنے صحابہ کو حکم کرو کہ بہ آواز تلبیہ پڑھیں، یہ شعائر حج سے ہے۔" (امام احمد)

مکہ مکرمہ کا راستہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام روحاء پہونچے جو مدینۂ منورہ سے

تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے تو آپ نے ایک زخمی گورخر کو دیکھا، آپ نے فرمایا "ٹھہرو شاید اس کا مالک یعنی شکاری آجائے"۔ تھوڑی دیر میں شکاری آگیا اور اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے فرمایا۔ "اس کو رفقاء میں تقسیم کر دو"۔ (زاد المعاد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام اثابہ پہونچے جو مقام روثیہ اور منزل عرج کے درمیان ہے تو ایک پھڑے ہوئے ہرن کو دیکھا جو سایہ میں بیٹھا تھا اور اس کے تیر پیوست تھا۔ آپ نے ایک شخص کو وہاں کھڑا کر دیا تاکہ رفقاء میں سے کوئی اس کو پریشان نہ کرے۔ (زاد المعاد) گورخر میں چونکہ مالک آگیا تھا اور شکاری غیر محرم تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا۔ اور ہرن کا چونکہ مالک معلوم نہ تھا اس لیے آپ نے اس سے احتیاط فرمائی اور اس کی حفاظت کی۔

جب منزل عرج پر پہونچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام پیچھے رہ گیا تھا، وہ اونٹ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کا سامان سفر تھا غلام کے ساتھ تھا، کچھ دیر انتظار کے بعد غلام پہونچا، سامان کا اونٹ اس کے ساتھ نہ تھا، حضرت ابو بکر رضؓ نے دریافت فرمایا۔ "اونٹ کہاں ہے"؟ غلام نے کہا "گم کر دیا" حضرت ابو بکر رضؓ اٹھے اور غلام کو تنبیہ کے طور پر مارنے لگے، صدیق اکبر کو اس بات کی ندامت اور خفت تھی کہ رسول اللہ کا سامان سفر ان کے غلام نے گم کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما رہے تھے اور ارشاد فرما رہے تھے:۔

انظروا الیٰ ھذا المحرم ما یصنع ؛ اس محرم کو تو دیکھو کیا کر رہا ہے ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام اَبْوا یا مقام وَدّان میں پہونچے تو صعب بن جثامہ نے گورخر خدمت نبوی میں پیش کیا۔ یہ صحیحین کی روایت ہو اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مقام عجز میں گورخر کا ہدیہ پیش کیا جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ شکار کئے جانور کا کوئی عضو تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ گورخر کی ران تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ "ہم محرم ہیں شکار کا گوشت نہیں کھا سکتے"۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ معلوم ہو گیا تھا کہ صعب نے آپ کے لیے شکار کیا ہے اسلیے اس شکار کے گوشت سے عذر فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی عسفان میں پہونچے تو ارشاد فرمایا:۔

"ہود اور صالح علیہما السلام اس وادی سے دو سرخ اونٹوں پر گذرے ان کی لگام کھجور کی تھی۔ ان کے ازار پشمینی عبا تھے اور ان کی چادریں گدڑیاں تھیں، اور حج کے لیے تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ (امام احمد)

مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی ازرق پہونچے تو فرمایا:۔

"میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اس وادی میں گزر رہے تھے اور دونوں کانوں میں انگلیاں دے کر لبیک پکار رہے تھے"۔

صحیح بخاری میں بھی یہ روایت آئی ہے لیکن اس میں وادی کی تعین نہیں، بخاری

کے الفاظ یہ ہیں کہ فرمایا:۔

"گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو وادی سے اُتر رہے ہیں اور تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موضع سرف پہونچے جہاں سے مکہ مکرمہ ایک منزل رہ جاتا ہے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کو حیض آنے لگا، وہ سخت مغموم ہوئیں اور رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کیوں رو رہی ہو شاید حیض آنے لگا" عرض کیا "ہاں"۔ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ "غمگین مت ہو اس کو حق تعالیٰ نے دختران آدم علیہ السلام کے لیے مقرر کیا ہے۔ جو عمل حجاج کریں تم بھی کرو البتہ کعبہ شریف کا طواف نہ کرو، اس لیے کہ کعبہ شریف مسجد میں ہے اور حائضہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔" حضرت عائشہ رض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا لیکن مجبوری کی وجہ سے اسکو پورا نہ کر سکیں، پھر حالت حیض ہی میں حج کا احرام باندھ کر حج کے ارکان ادا کیے اور بعد حج عمرہ کی قضا کی۔ (مدارج النبوۃ)

مکۂ مکرمہ میں داخلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موضع ذی طویٰ پر پہونچے جو مکۂ مکرمہ کے قریب بیماد واقع ہے تو قیام فرمایا اور رات ذی طویٰ میں گذاری، صبح کو نماز فجر ادا فرمائی اور دخول مکہ کے لیے غسل فرمایا اور سوار ہو کر روانہ ہوئے، حضور اقدس "ثنیہ علیا" اور

"کداء" کی جانب سے جہاں مکۂ مکرمہ کا قبرستان ہو جس کو "حجون" کہتے ہیں، جب آفتاب بلند ہو گیا اس وقت مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے تاکہ اصحاب آپ کو دیکھتے رہیں اور آپ کا اتباع کرتے رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور جب بیت اللہ پر نظر پڑی تو دست مبارک اٹھا کر اللہ اکبر کہا اور یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيفاً وَّ تَعْظِيماً وَّتَكْرِيماً وَّمَهَابَةً وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهُ وَكَرَّمَهُ مِمَّنْ حَجَّهُ اَوِ اعْتَمَرَهُ تَشْرِيفاً وَّتَكْرِيماً وَّتَعْظِيماً وَّبِرَّاهُ	الٰہی تو اس گھر کی شرافت اور عظمت اور کرامت اور ہیبت میں ترقی فرما اور جو حج اور عمرہ کرنے والوں میں سے اس کی تعظیم و تکریم کرے اسکی شرافت اور کرامت اور عظمت اور نیکی میں ترقی عطا فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ ٥	الٰہی تو ہی سلامتی ہو اور تیرے ہی سے سلامتی ہے ہمارے پروردگار ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ
اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيفاً وَّتَعْظِيماً وَّتَكْرِيماً وَّمَهَابَةً وَّبِرّاً وَزِدْ مَنْ حَجَّهُ اَوِ اعْتَمَرَهُ تَكْرِيماً وَّتَعْظِيماً وَّبِرّاً ٥ (تاریخ ابن کثیر)	الٰہی اس گھر کی شرافت اور کرامت اور ہیبت اور نیکی میں ترقی کر اور حج اور عمرہ کرنے والے کی کرامت اور شرافت اور عظمت اور نیکی میں ترقی فرما۔

بیت اللہ کا طواف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہو کر سیدھے بیت اللہ پر پہونچے اور نماز تحیۃ المسجد میں مشغول نہیں ہوئے بلکہ بیت اللہ کا طواف کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استلام کیا اور اس کو بوسہ دیا پھر کعبہ کا طواف شروع کیا۔ طواف میں کعبہ حضورؐ اقدس کی بائیں جانب تھا۔ طواف میں کوئی مخصوص اور متعین دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھتے تھے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝	ہمارے پروردگار دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی، اور محفوظ رکھ عذاب جہنم سے۔

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت سے قبل یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۝	الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں، معافی اور عافیت دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے پہلے تین شوط میں لپک کر جلدی جلدی چلے (اس کو "رمل" کہتے ہیں) اور اپنی چادر مبارک کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال رکھا تھا۔ اور داہنا مونڈھا کھلا ہوا تھا (اس کو "اضطباع" کہتے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کے چار شوط آہستہ میانہ روی سے پورے فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف میں حجر اسود پر گذرتے تو اس لکڑی کے ساتھ جو دست مبارک میں تھی اشارہ فرماتے اور اس کو بوسہ دیتے، یہ ایک چھوٹی سی لکڑی تھی جس کا سرا مڑا ہوا تھا۔ اور اکثر اوقات حضورؐ کے دست مبارک میں رہتی تھی۔ اس وقت طواف کرتے ہوئے بھی دست مبارک میں تھی، اور جب رکن یمانی پر سے گذرتے تو دست مبارک یا اس لکڑی سے اشارہ فرماتے اور اس کو بوسہ نہ دیتے تھے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دست مبارک سے استلام کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور اپنے چہرہ اور ہونٹوں کو اس پر رکھتے تھے اور استلام کے وقت فرماتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور کبھی کبھی پیشانی مبارک حجر اسود پر رکھتے اور پھر بوسہ دیتے تھے۔

ذوق و لذت جو طالب عاشق کو اس جگہ کے چومنے سے حاصل ہوتی ہو جہاں حضور اقدسؐ کے لب مبارک مس ہوئے اس کا اندازہ کوئی محبت آشنا ہی کر سکتا ہو جس کی تعبیر زبان سے ادا نہیں ہو سکتی۔ ع

"ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی"

دو جگہ ہیں جن میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور زمانہ کے دست تصرف سے محفوظ ہیں۔ ایک حجر اسود اور دوسرے غار جبل ثور جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے

وقت پوشیدہ ہوئے اور قیام فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیمؑ پر تشریف لے گئے۔ (مقام ابراہیمؑ اس پتھر کا نام ہو جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پائے مبارک کے نشان ہیں، کعبہ کے سامنے جس جگہ یہ پتھر رکھا ہوا ہو اس کو بھی مقام ابراہیمؑ کہتے ہیں، اور یہی جگہ یہاں مراد ہو) اور آیۃ

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ۝ (اور بناؤ تم مقام ابراہیمؑ سے نماز کی جگہ)

تلاوت فرمائی اور مقام ابراہیمؑ کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر کے دو رکعت نماز ادا فرمائی، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھی اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھنے کے بعد پھر حجر اسود کو بوسہ دیا اور کوہِ صفا کی جانب روانہ ہوئے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پہونچے تو پہلا کام آپنے یہ کیا کہ وضو فرمایا، پھر بیت اللہ کا طواف کیا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے جب حج کیا تو انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔"

(ابن کثیر از بخاری)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف اور طواف کی دو رکعت سے فارغ

ہو کر حجر اسود کو بوسہ دیا اور سامنے کے دروازہ سے کوہِ صفا کی جانب روانہ ہوئے جب صفا کے قریب پہونچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر سے ہیں۔

پھر فرمایا۔ "جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی اسی سے میں بھی ابتداء کرتا ہوں۔" پس صفا سے ابتداء کی اور اس پر اس قدر چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگا، پھر قبلہ کی جانب منہ کر کے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی توحید و تکبیر بیان کی اور کہا:۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کیلئے تعریف ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ

نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی۔ اور تنہا لشکر کو شکست دی

(وَفِي رِوَايَةٍ) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَصَدَقَ وَعْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ

(ایک روایت میں ہے) نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا یکتا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور سچا کیا، اور تنہا لشکر کو شکست دی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ اقدس نے یہ دعا بھی کی:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْعِصْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ۔ اَللّٰھُمَّ لَاتَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا کَرْبًا اِلَّا کَشَفْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَضَیْتَھَا

الٰہی ہم تجھ سے تیری رحمت کے ذرائع مانگتے ہیں اور وہ طریقے جن سے تیری مغفرت حاصل ہو۔ اور حفاظت ہر نیکی سے اور سلامتی ہر گناہ سے۔ الٰہی ہمارے لیے کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جس کی تو نے مغفرت نہ کی ہو۔ اور نہ کوئی غم جسکو تو نے دور نہ کر دیا ہو۔ اور نہ کوئی بےچینی جسکو تو نے ہٹا نہ دیا ہو اور نہ کوئی حاجت دنیا اور آخرت کی حاجات سے جسکو تو نے پورا نہ کیا ہو۔

موطا میں حضرت ابن عمر سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا بھی کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَاَنَا اَسْئَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزَعَہٗ مِنِّیْ حَتّٰی

الٰہی تو نے فرمایا ہے مجھ سے دعا کرو میں تمہارے لیے قبول کروں گا اور تو وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ ہم تیرے سے سوال کرتے ہیں جیسا تو نے ہمیں دین اسلام کی ہدایت کی

نَتَوَفَّانِي وَأَنَا مُسْلِمٌ — تو اسکو ہم سے چھپتا نہیں اور جب موت آئے تو ہم مسلمان ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار تکبیر و تہلیل مذکورہ کہی اور ان کے درمیان دعا کی۔ پھر صفاء سے اُتر کر مروہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب وادی میں میلین اخضرین کے درمیان، پہونچے تو ذرا دوڑ کر چلے۔ پھر وادی سے نکل کر آہستہ چلے اور مروہ پر پہونچے ایک روایت میں ہو کہ راستہ میں آپ یہ دعا پڑھتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ — پروردگار مغفرت فرما اور رحم فرما بیشک تو بڑی عزت بڑے کرم والا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروہ پر اس قدر چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگا پھر جو اذکار اور دعائیں صفا پر پڑھی تھیں وہی مروہ پر بھی پڑھیں، اسی طرح سات پھیرے کیے اور ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوا۔ (تاریخ ابن کثیر و مدارج النبوۃ)

مکۂ مکرمہ میں قیام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف اور سعی سے فارغ ہو گئے تو سوار ہو کر "موضع البطح" میں نزول فرمایا جو مکۂ مکرمہ سے مشرق کی جانب ہو، تمام رفقاءِ سفر آپ کے ساتھ تھے جن کی مجموعی تعداد ایک روایت کے موافق ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی، اور ایک روایت میں ہو کہ ایک لاکھ چودہ ہزار تھی، اور ایک روایت میں ہو کہ نوّے ہزار تھی۔ اور قول اول اصح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر اتوار کا بقیہ دن، اور پیر، منگل، بدھ پورا گذارا۔ اور جمعرات کو صبح کی نماز بھی یہاں ادا فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ابطح میں پہونچے اور دو رکعت نماز ظہر ادا فرمائی۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موضع ابطح میں حاضر ہوا۔ آپ ایک سرخ قبہ میں مقیم تھے جو غالباً چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ حضرت بلال قبہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنے چہروں پر ملا حضرت بلال نے اذان کہی کبھی چہرے کو داہنی طرف پھیرتے اور کبھی بائیں طرف، پھر میں نے نیزہ کو سترہ کی غرض سے ایک جگہ زمین پر گاڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ پر سرخ جُبّہ یا حُلّہ تھا۔ گویا میں آج بھی آپ کی پنڈلیوں کی چمک کو دیکھ رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نیزہ کو سترہ بنا کر ظہر یا عصر کی نماز دو رکعت ادا فرمائی۔ پھر مدینۂ منورہ پہونچنے تک نماز قصر ہی پڑھتے رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگ اٹھے اور آپ کے دست مبارک کو اپنے چہروں پر پھرانے لگے۔ میں نے بھی دست مبارک کو لیا اور اپنے چہرہ پر رکھا جو برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا، اور

مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (ابن کثیر)

منیٰ کو روانگی

۸ ذی الحجہ جمعرات کے دن یوم ترویہ کو جس کو "یوم زینت" اور "یوم منیٰ" بھی کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر ابطح میں ادا فرمائی اور ایک خطبہ پڑھا جس میں لوگوں کو مناسک حج تعلیم اور تلقین فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ میدان ابطح میں پڑھا۔ شاید اس لیے کہ مسجد حرام اس وقت بہت چھوٹی تھی اس قدر کثیر مجمع اس میں نہ سما سکتا تھا اور پیش نظر امت کی تعلیم و تلقین تھی۔ اور ہر ایک کو شعائر اسلام اور مناسک حج بتلانے اور سکھلانے تھے، جو لوگ احرام سے حلال ہو چکے تھے۔ انھوں نے حج کا احرام باندھا۔ اور زوال سے پہلے یا زوال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہو کر منیٰ کی جانب روانہ ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس میں کپڑا بندھا ہوا تھا اور راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرمی اور سورج کی وجہ سے سایہ کر رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ پہونچ کر ظہر کی نماز ادا فرمائی اور رات کو قیام فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشا فجر ادا فرمائیں پھر عرفات کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ بعض صحابہ اس وقت تکبیر پڑھ رہے تھے اور بعض تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو منع نہیں

فرمایا اس لیے کہ مقصود ذکر اور تسبیح و تحمید میں مشغولیت ہو جو تکبیر اور تلبیہ دونوں صورت میں حاصل ہے، اگرچہ تلبیہ پڑھنا ان ایام میں افضل اور اعلیٰ ہے اس لیے کہ یہ اس زمانے کا مخصوص ذکر اور ورد ہے جو دوسرے زمانہ اور دوسرے مقام پر ادا نہیں ہو سکتا۔

عرفات کو روانگی اور وقوف عرفہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ذی الحجہ یوم جمعہ کو نماز فجر منیٰ میں ادا فرمائی، پھر جب آفتاب طلوع ہو گیا تو وہاں سے عرفات کی جانب روانہ ہوئے ایک بالوں کا بنا ہوا قبہ ہمراہ تھا، آپ نے حکم فرمایا کہ اس کو موضع نمرہ پر نصب کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے روانہ ہو کر سیدھے عرفات تشریف لے گئے، وہ بالوں کا بنا ہوا قبہ موضع نمرہ پر نصب کیا ہوا تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا جب آفتاب ڈھل گیا تو قصواء اونٹنی کی تیاری کا حکم صادر فرمایا اونٹنی کو تیار کر کے اس پر زین رکھ کر لایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لے گئے اور اونٹنی پر سواری کی حالت میں اس کو کھڑا کر کے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں اسلام کے اصول اور قواعد کی تلقین فرمائی اور کفر و شرک اور تمام رسومات جاہلیت کو ملیا میٹ فرمایا اور تمام اہم ذمہ داریوں کی جانب مخلوق کو متوجہ فرمایا، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان اور اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر دو رکعت ادا فرمائی

پھر حضرت بلالؓ نے دوبارہ اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر دو رکعت ادا فرمائی۔ ان دونوں کے درمیان کوئی سنت یا نفل نماز نہیں پڑھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو کر میدان عرفات میں تشریف لے گئے جو موقف حج ہے اور جبل رحمت کے دامن میں جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر پڑے ہیں قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہو گئے اور غروب آفتاب تک اسی طرح اونٹنی پر سوار کھڑے رہے اور مختلف دعائیں پڑھتے رہے، جب آفتاب غروب ہو گیا تو عرفات سے مزدلفہ کی جانب روانہ ہوئے۔

صحابہ میں شک پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ ہے یا نہیں، بعض سمجھتے تھے کہ روزہ ہے اور بعض سمجھتے تھے کہ روزہ نہیں ہے۔ حضرت ام فضل بنت حارث نے اس شک کو دور کرنے اور حقیقت حال معلوم کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت موقف پر اونٹنی پر کھڑے تھے۔ اسی حالت میں آپ نے اس دودھ کو نوش فرمایا اور لوگوں کا شک دور ہو گیا اور حقیقت حال واضح ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے کسی نے عرفات میں یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور حضور اقدسؐ نے عرفات میں روزہ نہیں رکھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حج کیا انھوں نے بھی روزہ نہیں رکھا۔ پھر حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیا انھوں نے

بھی روزہ نہیں رکھا اور میں بھی عرفات میں روزہ نہیں رکھتا، اور نہ روزہ کا حکم کرتا ہوں اور نہ روزہ سے منع کرتا ہوں۔"

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کے روزہ سے منع فرمایا ہو۔"

بات یہ ہے کہ عرفہ کا دن دعا اور اذکار کا دن ہے تضرّع اور زاری کا دن ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد سے غروبِ آفتاب تک مسلسل ایک حالت پر کھڑے رہے اور دعا اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہے اور یہ اس دن کا خصوصی مشغلہ ہے اور حج کا اصلی شعار ہے روزہ کی وجہ سے چونکہ اس میں کمی اور کوتاہی کا اندیشہ ہے اس لیے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ نہ رکھنا افضل اور اولیٰ ہو۔ اور عرفات کے علاوہ میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب اور مستحسن ہے۔

حضرت طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ ایک یہودی امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ اپنی کتاب یعنی قرآن میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس روز عید منایا کرتے اور اظہار مسرت کرتے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "وہ کون سی آیت ہے؟

یہودی نے عرض کیا۔ "یہ آیت ہے"

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ   آج کامل کر دیا میں نے تمہارے لیے

وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ○ | تمھارے دین کو، اور پورا کر دیا تم پر اپنی نعمت کو، اور پسند کر لیا تمھارے لیے دین اسلام کو۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"واللہ میں جانتا ہوں یہ آیت کس دن اور کس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، یہ آیۃ عرفہ کی شام کو جمعہ کے دن نازل ہوئی" (ابن کثیر از صحیحین)

یعنی جس دن یہ آیت نازل ہوئی وہ ازل سے مسلمانوں کے لیے جشن اور عید اور بارگاہ رب العزت میں حضوری کا دن مقرر ہوا اور ہم اس کی خوشی ہفتہ وار بھی مناتے ہیں اس لیے کہ جمعہ کا دن بھی مسلمانوں کے لیے بمنزلہ عید ہے۔

عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

پہلے معلوم ہو چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں نماز ظہر و عصر سے پہلے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا، اس خطبہ کے مختلف اجزا مختلف صحابۂ کرام سے منقول ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا

اِنَّ دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھٰذا | بیشک تمھاری جان اور مال تم پر ایسی ہی حرام ہے جیسا تمھارے اس دن کی حرمت

فی شہرکم ھذا فی بلدکم ھذا
الا کل شئ من امر الجاھلیۃ
موضوع تحت قدمیّ
ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ
واول دم اضعہ من دمائنا
دم ابن ربیعۃ بن الحارث
وکان مسترضعاً
فی بنی سعد فقتلتہ
ھذیل ۔ وربا الجاھلیۃ
موضوع واول ربا اضع
من ربانا ربا العباس
بن عبد المطلب فانہ
موضوع کلہ ۔ واتقوا اللہ فی
النساء فانکم اخذتموھنّ
بامانۃ اللہ واستحللتم
فروجھنّ بکلمۃ اللہ ۔ و
لکم علیھنّ ان لایوطئنّ

تمہارے اس مہینہ میں۔ تمہارے اس
شہر میں۔ خبردار رسوم جاہلیت
کی ہر بات میرے قدموں تلے کچلی ہوئی
ہے (اور ہمیشہ کے لیے ختم ہے) زمانہ
جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیے
گئے اور پہلا خون جس کو اپنے خونوں
میں سے میں معاف کرتا ہوں وہ ابن
ربیعہ کا خون ہے جو بنو سعد میں دودھ
پیتا تھا اور قبیلہ ہذیل نے اس کو قتل
کیا تھا، اور زمانہ جاہلیت کے تمام
سودی معاملات ختم کر دیے گئے اور پہلا
سود جسکو میں ختم کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا
سود ہے جو سب کا سب معاف ہے، اور ڈرو تم
اللہ سے عورتوں کے بارے میں تم نے انکو اللہ کی
امانت بنا کر لیا ہو اور اللہ کے حکم اور نام سے
ان کی شرمگاہوں کو حلال بنایا ہے۔ تمہارا ان
پر یہ حق ہو کہ تمہارے فرش پر کسی کو نہ بٹھائیں

فرشكم احداً تكرهونه فان فعلن ذالك فاضربوهن ضربًا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف۔ وقد تركت فيكم مالن تضلوا بعدی ان اعتصمتم به كتاب الله وانتم تسالون عنی فما انتم قائلون؟

جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو ہلکی سی مار اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ ان کو دستور اور حیثیت کے مطابق روٹی اور کپڑا دو۔ اور میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر میرے بعد تم اس پر قائم رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ "کتاب اللہ" ہے۔ اور تمہارے سے میرے متعلق سوال ہو گا۔ تم اس وقت کیا کہو گے؟"

صحابۂ کرام نے عرض کیا:۔

"ہم اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ نے ہم تک اللہ کے دین کو پہونچایا اور پہونچانے کا پورا حق ادا کر دیا اور پوری طرح سے نصیحت فرمائی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی جانب اُٹھایا پھر مجمع کی طرف لائے اور تین بار ارشاد فرمایا:۔

اللهم اشهد، اللهم اشهد اللّٰهم اشهد، (تاریخ ابن کثیر)

الٰہی تو گواہ رہ، الٰہی تو گواہ رہ، الٰہی تو گواہ رہ۔

حضرت عمرو بن خارجہ فرماتے ہیں کہ "مجھے عتاب بن عابس نے ایک ضرورت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آپ عرفہ میں کھڑے ہوئے تھے میں پہونچا اور آپ کی اونٹنی کے اتنا قریب کھڑا ہوا کہ اس کا لعاب میرے سر پر گر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے۔

یا ایہا الناس ان اللہ ادّی الی کل ذی حق حقہ وانہ لا یجوز وصیۃ لوارث والولد للفراش وللعاہر الحجر ومن ادعی الی غیر ابیہ او تولّٰی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین، لا یقبل اللہ لہ صرفا ولا عدلا

(ابن کثیر عن الترمذی والنسائی)

لوگو اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کا حق ادا کر دیا ہے اور وارث کے لیے وصیت جائز نہیں، اور اولاد صاحب فراش کی ہے اور زانی کے لیے سنگ ساری اور جو شخص اپنے کو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی جانب منسوب کرے، یا دوسرے کا ولی اپنے کو بنلائے اس پر اللہ کی اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو نہ اس کی فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل۔

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے خطبہ میں محرم کے متعلق ارشاد فرمایا۔

من لم یجد النعلین فلیلبس الخفین

جو شخص نعلین نہ پائے وہ خفین پہن لے اور

ومن لم یجد ازاراً فلیلبس السراویل (ابن کثیر عن الصحیحین) | جو شخص ازار نہ پائے وہ پاجامہ پہن لے۔

حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ پڑھا۔ حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا:۔

اما بعد فان اھل الشرك والاوثان یدفعون من ھٰھنا عند غروب الشمس حتیٰ تکون الشمس علیٰ رؤس الجبال مثل عمائم الرجال علیٰ رؤسھا وکانوا یدفعون من المشعر الحرام عند طلوع الشمس علیٰ روس الجبال مثل عمائم الرجال علیٰ رؤسھا۔ ھدینا مخالف لھدیھم۔ (ابن کثیر عن البیہقی)

بعد حمد وثنا۔ اہل شرک اور بت پرست یہاں سے غروب آفتاب کے وقت روانہ ہوتے تھے جب کہ سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر اتنا ظاہر ہوتا تھا جتنا لوگوں کے عمامے ان کے سروں پہ۔ اور مشعر حرام سے اس وقت روانہ ہوتے تھے جب سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر اتنا ظاہر ہوجاتا۔ جیسا عمامے سروں پر، ہمارا طریقہ ان کے طریقہ کے خلاف ہو۔"

یعنی کفار ومشرکین چونکہ غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے روانہ ہوتے تھے اس لیے مسلمانوں کو غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہونا ضروری ہے تاکہ ان کی مخالفت ہوجائے اور کفار ومشرکین چوں کہ مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد روانہ ہوتے تھے اس لیے مسلمانوں کو طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہونا

ضروری ہے تاکہ ان کے رواج کی مخالفت ہو جائے۔

عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ :-

"عرفات میں خطبہ کے وقت ایک شخص مقرر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات اور ارشادات کو چیخ چیخ کر بلند آواز سے لوگوں تک پہونچا رہا تھا اور ان کا نام ربیعہ بن اُمیہ بن خلف تھا۔ (ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں چند امور تلقین فرمائے جو زندگی کے تمام شعبوں کو حاوی ہیں۔

۱۔ مسلمان کے جان و مال عزت و آبرو کی عظمت و حرمت کو نمایاں اور متعین فرمایا۔

۲۔ تمام رسوم جاہلیت اور اطوار کفر و شرک کا بالکلیہ ہمیشہ کے لیے انسداد اور انہدام فرمایا۔

۳۔ ان تمام امور کو ختم فرمایا جو انسان کے جانی اور مالی نقصان کا ذریعہ تھے اور تباہ کن تھے جن میں سے ایک خون کے عوض ناحق دوسروں کا خون بہانا تھا اور سود در سود کی وجہ سے دوسروں کو اپنے نفع کی خاطر تباہ و برباد کرنا ہے۔ اور سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور کو اپنے خاندان سے ختم فرمایا۔

۴۔ معاشرت کی اصلاح فرمائی اور زوجین کے حقوق کو مقرر فرمایا اور دیگر تمام حقوق کی ادائیگی کی تاکید اور اہمیت کو بیان فرمایا۔

۵۔ انسان کی صلاحیت اور ہدایت کا معیار کتاب اللہ کو قرار دیا۔ جو قوم کتاب اللہ کی رہنمائی میں زندگی گزارے گی وہ کبھی گم گشتہ راہ نہ ہوگی۔

عرفات کی دعائیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک دعا اور ذکر اللہ میں مشغول رہے، ان اذکار اور ادعیہ میں سے بعض کو نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی عرفہ کی شام میں یہ دعا ہے":۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ	نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا یکتا ہے
لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ	کوئی اسکا شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۃ	کیلئے تعریف ہے اور وہ ہر شی پر قادر ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن زیادہ تر یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "عرفہ کی افضل و اعلیٰ دعا یہ ہے، اور میں نے اور مجھ سے پہلے

انبیاء نے جو دعائیں عرفات میں کیں ان میں سب سے بہتر ہے۔" (ابن کثیر)

(۲) حضرت زبیر بن عوام فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ؕ

گواہی دی اللہ نے اس بات کی نہیں کوئی معبود مگر وہ اور فرشتوں نے اور اہل علم نے جو انصاف پر قائم ہیں۔ نہیں کوئی معبود مگر وہ عزت والا ہے اور حکمت والا ہے۔

پھر فرمایا:۔

وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ یَا رَبِّ (ابن کثیر عن احمد)

(اور میں بھی اس پر گواہوں سے ہوں اے پروردگار)

(۳) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں موقف پر زیادہ تر اس دعا کو پڑھتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِیْ۔ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ

الٰہی تیرے لیے تعریف ہے جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں اور اس سے بھی بہتر الٰہی تیرے ہی لیے میری نماز ہے اور میرے مناسک ہیں اور میری زندگی ہے اور میری موت ہے، اور تیرے ہی لیے

الصَّدْرِ وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ۔ — پروردگار میرا سب اندوختہ ہے۔ پناہ مانگتا ہوں میں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ مِنْ — تجھسے عذاب قبر سے اور دل کے وسوسوں سے اور

شَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیْحُ — پریشاں حالی سے۔ الٰہی میں تجھسے پناہ مانگتا ہوں ہر

(ابن کثیر عن الترمذی) — اس شر سے جسکو ہوا لیے پھرتی ہے۔

(۴) امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عرفہ کے دن میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی بیشتر یہ دعا رہی ہے:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ — نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، یکتا ہے کوئی

لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی — اس کا شریک نہیں، اسی کا ملک ہے، اور

کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ — اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ — الٰہی کردے میری آنکھوں کو پُر نور اور

نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ — میرے کانوں کو پُر نور اور میرے دل

قَلْبِیْ نُوْرًا ہ — کو پُر نور۔

اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ — الٰہی کھول دے میرا سینہ حق کے لیے

یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ — اور آسان کردے مجھ پر میرے کام

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ — الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دل کے

وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ — وسوسوں سے اور پریشاں حالی سے اور فتنہ

وَشَرِّ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ — قبر کے شر سے اور ہر اس شر سے جو دن میں

فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّهَارِ
وَشَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّیَاحُ وَشَرِّ
بَوَائِقِ الدَّهْرِ (ابن کثیر عن البیہقی)

یا رات میں داخل ہوتی ہے اور ہر اس شر
سے جس کو ہوا لیے پھرتی ہے اور زمانہ کے
حوادث کی شر سے ۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو دعائیں مانگیں ان میں سے ایک دعا یہ ہے :۔

اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِیْ
وَتَرٰی مَكَانِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ
وَعَلَانِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْكَ شَیْءٌ
مِّنْ اَمْرِیْ اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ
الْمُسْتَغِیْثُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ
الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِیْ اَسْأَلُكَ
مَسْأَلَةَ الْمِسْكِیْنِ وَاَبْتَهِلُ
اِلَیْكَ اِبْتِهَالَ الذَّلِیْلِ
وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ
الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ
رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ
وَذَلَّ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ

الٰہی تو میری بات کو سنتا ہے اور
میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے
ظاہر و باطن کو جانتا ہے ، اور تجھ پر
میرا کوئی کام پوشیدہ نہیں ، میں سخت
محتاج ہوں ، فقیر ہوں ، فریادی ہوں
خائف ہوں ، خیر کا حریص ہوں ، اور
اپنے گناہ کا اعتراف واقرار کر رہا ہوں
تجھ سے مسکینوں کی طرح مانگتا ہوں اور تیری
جانب ذلیلوں کی طرح تضرع وزاری کرتا
ہوں اور تجھے پکارتا ہوں اس خوف زدہ
نابینا کی طرح جس کی گردن تیرے سامنے
جھکی ہوئی ہو اور تیرے لیے اس کے آنسو

لَكَ أَنْفُهُ ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَكُنْ بِيْ رَؤُفًا رَّحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ يَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ (ابن کثیر عن الطبرانی)

جاری ہیں۔ اور تیرے سامنے اس کا جسم ذلیل ہے اور اس کی ناک خاک آلود ہے الٰہی پروردگار مجھے تیری پکار اور دعا میں محروم نہ کر اور مجھ پر رافت و رحمت فرما۔ اے بہترین مسئول اور اے بہترین معطی۔

"عرفات سے روانگی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل رحمت پر غروب آفتاب تک اذکار و ادعیہ میں مشغول رہے، جب آفتاب غروب ہوگیا اور سورج کی ٹکیہ غائب ہوگئی تو حضرت اسامہ کو اپنا ردیف بنایا اور اپنے اونٹ پر بٹھایا اور مزدلفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی قصواء کی لگام کو اس قدر کھینچ رکھا تھا کہ اس کا سر کاٹھی سے ملا ہوا تھا اور دست مبارک سے اشارہ فرما رہے تھے۔

یاایھا الناس السکینۃ السکینۃ

(لوگو! سکون و اطمینان، سکون و اطمینان اختیار کرو)

جب کوئی پہاڑی سامنے آتی تو لگام کو ذرا ڈھیلا کر دیتے تاکہ اس پر آسانی سے چڑھ جائے، اسی طرح مزدلفہ پہونچے وہاں مغرب و عشاء ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمائی، اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی

سنت یا نفل نماز نہیں پڑھی۔ (مسلم عن جابر)

دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نمازوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا فرمایا اور حنفیہ کے نزدیک یہی راجح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے روانہ ہوئے تو لوگوں نے بھی اپنی سواریوں کو مارنا اور دوڑانا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی سے جو آپکے دست مبارک میں تھی اشارہ کیا اور فرمایا۔ "لوگوں سکون و وقار اختیار کرو، سواری کو دوڑانے میں کوئی نیکی اور خوبی نہیں۔" (ابن کثیر از بخاری)

حضرت اسامہ فرماتے ہیں:۔

"مزدلفہ پہونچنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کے قریب ایک گھاٹی میں سواری کو بٹھا کر پیشاب کیا۔ میں نے پانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دھلوائے۔ آپنے پورا وضو نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا۔ 'نماز؟' آپنے ارشاد فرمایا۔ 'نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔ پھر مزدلفہ پہونچ کر پورا وضو فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔"

(ابن کثیر)

مزدلفہ کا وقوف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور اقامت کے ساتھ مزدلفہ میں ادا فرمائی اور رات کو آرام فرمایا، جب طلوع فجر ہو گئی تو اول وقت ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔

حضرت عروہ بن مضرس الطائی رضی اللہ عنہ اس نماز میں آ کر شریک ہوئے بعد نماز بارگاہِ نبویؐ میں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ میں "جبل طی" سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اپنی جان کو تھکا دیا اور اپنی سواری کو دُبلا کر دیا اور جو بھی پہاڑ مجھے راستہ میں ملا اس پر وقوف کیا تو کیا میرا حج ہو گیا؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جس نے یہ نماز (یعنی نماز فجر) ہمارے ساتھ مزدلفہ میں پڑھی اور ہمارے ساتھ یہاں ٹھہرا۔ جب تک یہاں سے کوچ ہو اور اس سے پہلے عرفات میں دن یا رات میں ٹھہرا۔ اس کا حج پورا ہو گیا اور اس نے اپنا مقصود پا لیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہو کر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعر حرام پر پہونچے اور قبلہ رُخ کھڑے ہو کر دُعا اور تکبیر اور تہلیل میں مشغول ہو گئے۔ جیسا کہ حکم خداوندی ہے:۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ — بس جب تم عرفات سے روانہ ہو تو اللہ کا

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ؕ ذکر کرو مشعر حرام کے پاس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک مشعر حرام پر دعا اور ذکر میں مشغول رہے جب خوب اُجالا ہو گیا تو آفتاب طلوع ہونے سے قبل وہاں سے روانہ ہوئے اور حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنا ردیف بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی محسّر پہونچے تو رمی کی کنکریوں کو وہاں سے اٹھایا اور وادی محسر کو تیز رفتاری سے قطع فرمایا، جب وادی محسر گذر گئی تو پھر اسی طرح اپنی سابقہ رفتار پر چلے اور برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔ منیٰ پہونچ کر صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کی اور تلبیہ پڑھنا موقوف کر دیا۔ (ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض گھر والوں کو اپنے سامنے ہی رات میں لوگوں کی روانگی سے قبل مزدلفہ سے منیٰ بھیج دیا تھا۔ انہی میں حضرت ابن عباسؓ بھی تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض گھر والوں کو جو ضعیف اور کمزور تھے ان کو رات ہی کو مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا اور حکم فرما دیا تھا کہ طلوع آفتاب سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی نہ کرنا۔ (ابن کثیر)

ان پہلے جانے والوں میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مزدلفہ سے روانہ ہوئیں۔ (ابن کثیر)

جمرہ عقبہ کی رمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے روانہ ہوکر درمیانی راستہ سے جو جمرۂ کبریٰ پر نکلتا ہے جمرۂ عقبیٰ پر پہونچے اور نشیب کی جانب کھڑے ہوکر اس پر سات کنکریاں جو چنے کے برابر تھیں پھینکیں۔ ہر کنکری پھینکتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَر فرماتے تھے۔ پھر تلبیہ پڑھنا موقوف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمی کے وقت سواری پر سوار رہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سواری کی باگ تھامے ہوئے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کپڑے سے آپ پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ نہ اس وقت لوگوں کو ہٹانا اور دھکے دینا تھا اور نہ ہٹو اور بچو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز رمی زوال سے قبل چاشت کے وقت فرمائی اور باقی ایام میں زوال کے بعد رمی جمرات فرمائی۔ (ابن کثیر)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ یوم نحر میں جمرہ کی رمی فرما رہے تھے اور ارشاد فرما رہے تھے

لتاخذ وا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ (ابن کثیر عن مسلم)

تمہیں چاہیے کہ اپنے مناسک حج کو اخذ کر لو، میں نہیں جانتا شاید میں اس حج کے بعد پھر حج نہ کرسکوں۔"

قربانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی فرماکر مذبح میں تشریف لے گئے

اور اپنے دستِ مبارک سے قربانی کے ترسیٹھ جانور ذبح فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بھی اس وقت ترسیٹھ سال تھی، شاید اسی مناسبت سے آپ نے ترسیٹھ کو اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمایا۔ باقی کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم فرمایا۔ انھوں نے باقی جانوروں کو ذبح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کی مجموعی تعداد سو تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی میں حضرت علیؓ کو اپنا شریک فرمایا۔ اور ہر قربانی سے تھوڑا تھوڑا گوشت لے کر اس کو ایک دیگچی میں پکوایا۔ جب وہ پک کر تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شوربہ نوش فرمایا (ابن کثیر)

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی پر مجھے مقرر فرمایا اور حکم فرمایا کہ ان سب کا گوشت اور کھالیں اور جھولیں صدقہ کر دوں اور گوشت بنانے والے کو اس میں سے (بنانے کے حساب میں) کچھ نہ دوں گوشت بنانے والے کو ہم اپنے پاس سے اجرت دیتے تھے۔

(ابن کثیر از صحیحین)

چنانچہ یہ تمام گوشت اور ان جانوروں کی کھالیں اور جھولیں لوگوں میں تقسیم کر دی گئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کو اول جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی پھر قربانی کے جانوروں کو ذبح

فرمایا، پھر سر مبارک کا حلق فرمایا۔" (ابن کثیر از احمد)

سر مبارک کا حلق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی سے فارغ ہو کر سر مبارک کا حلق کرایا اور اکثر صحابہ کرام نے بھی اپنے سروں کو منڈوایا۔ اور بعض صحابۂ کرام نے بال کتروائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین مرتبہ دعا کی، چوتھی مرتبہ بال کتروانے والوں کو بھی ان کے ساتھ دعا میں شریک فرمایا۔

(ابن کثیر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلاق کو حکم فرمایا تلے" اور داہنی جانب اشارہ فرمایا پھر بائیں جانب ———— اسکے بعد ان بالوں کو صحابۂ کرام کو عطا فرمایا۔" (ابن کثیر از مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ:۔

"جب دائیں جانب کا حلق ہو گیا تو آپ نے اس کو ایک ایک دو دو بال تمام صحابہ میں تقسیم فرما دیئے اور بائیں جانب کے تمام بال حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمائے۔"

اور ایک روایت میں ہے:۔

"داہنی جانب کے بال حضرت ابو طلحہ کو بخشش ہوئے، پھر بائیں

جانب کے بال ان کو دیے اور حکم فرمایا کہ ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیں۔"
(ابن کثیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

" جب حلاق بال مبارک مونڈ رہا تھا میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا صحابہ آپ کے چوگرد پھر رہے تھے تاکہ جو بال مبارک گرے وہ کسی کے ہاتھ میں گرے یعنی صحابۂ کرام کی کوشش تھی کہ زمین پر کوئی بال نہ گرنے پائے اور ہاتھوں میں رہے۔"
(ابن کثیر از احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق سے فارغ ہونے کے بعد احرام کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے زیب تن فرمائے اور خوشبو لگائی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگائی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ پہونچ کر طواف افاضہ ادا فرمایا۔" (ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

" رمی جمرہ کے بعد تم ہر اس شے سے حلال ہو گئے جو احرام کی وجہ سے حرام تھی۔ سوائے عورتوں کے کہ وہ طواف کے بعد حلال ہوں گی۔"

ایک شخص نے عرض کیا۔ 'ابو العباس اور خوشبو سے بھی؟"

فرمایا۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے سر مبارک پر مشک لگا رکھا تھا مشک خوشبو ہے یا نہیں؟" (ابن کثیر)

(جمرہ عقبہ کی رمی اور سر کے حلق یا قصر کے بعد جو چیزیں احرام کی وجہ سے حرام ہوئی تھیں وہ سب حلال ہو جاتی ہیں۔ سر ڈھک سکتا ہے اور سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے۔ البتہ عورت کے ساتھ مباشرت طواف زیارت سے فراغت کے بعد حلال ہوگی)

طواف افاضہ

اس طواف کو "طواف زیارت" بھی کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ اور قربانی اور حلق سے فارغ ہو کر اونٹ پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور اسی اونٹ پر بیت اللہ کا طواف کیا آپ کے دست مبارک میں ایک چھوٹی سی لکڑی تھی اس سے آپ حجر اسود کا استلام فرماتے تھے۔ طواف سے فارغ ہو کر سقایہ (پانی پلانے کی جگہ) پر تشریف لے گئے اور پانی طلب فرمایا۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ "فضل اپنی ماں کے پاس جاؤ اور وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شربت لاؤ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اسی میں پلا دو"۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ لوگ اس میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں ہم آپ کے لیے گھر سے منگواتے ہیں"۔ ارشاد فرمایا۔ "مجھے اس کی ضرورت نہیں، یہیں سے پلاؤ جہاں سے دوسرے لوگ پیتے ہیں۔" چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس میں سے نبیذ

کھجور کا شربت پیش کی گئی اور آپ نے اس کو نوش فرمایا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم پر تشریف لائے۔ بنو عبدالمطلب زمزم کھینچ کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کرتے رہو تم بہت اچھا کام کر رہے ہو۔" پھر ارشاد فرمایا "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ (میرے اتباع کی وجہ سے) تم پر غالب آجائیں گے اور تمھیں نہ کھینچنے دیں گے تو میں اپنے ہاتھ سے زمزم کھینچتا اور رسی کو اس جگہ رکھتا" اور اپنے مونڈھے کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زمزم پیش کیا، آپ نے اس کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ اس میں سے اپنے اوپر بھی ڈالا۔ (ابن کثیر)

حضرت جابر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی۔ پھر بعد نماز ظہر منیٰ واپس تشریف لے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ واپس پہونچ کر ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ کے بعد صفا اور مروہ کے

درمیان سعی فرمائی یا نہیں فرمائی۔ اس کے متعلق صحابہؓ کرام سے مختلف روایات ثابت ہیں۔ اسی لیے آئمہ فقہ میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے صفا اور مروہ کے درمیان ایک سعی فرمائی۔" (ابن کثیر از مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ نے ایک مرتبہ عمرہ کا احرام باندھا پھر اسی میں حج کی نیت کرکے قارن ہوگئے اور حج و عمرہ کے لیے ایک سعی کی اور فرمایا۔ "ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے۔"

(ابن کثیر از بخاری)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان ایک مرتبہ سعی فرمائی اور اس وقت سعی نہیں کی یہی دیگر آئمہ کا قول ہو کہ قارن کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کیا یعنی قران کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کی اور فرمایا:۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔" (ابن کثیر از بیہقی و دار قطنی و نسائی)

امیر المومنین حضرت علیؓ کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طواف اور دو سعی فرمائی، ایک طواف اور ایک سعی

عمرہ کی اور ایک طواف اور ایک سعی حج کی۔ اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا قول ہے کہ قارن کے لیے دو طواف اور دو سعی ہیں۔

ایام نحر کا خطبہ

ایام نحر میں منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عظیم الشان خطبے پڑھے۔ پہلا خطبہ یوم نحر میں پڑھا جس کے متعلق صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اس خطبہ نے ہمارے کانوں کو کھول دیا اور دلوں کو متوجہ کر دیا۔ اس خطبہ کے مختلف اجزاء مختلف روایات میں منقول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر میں خطبہ پڑھا اور فرمایا:

اَیُّھا الناس ایّ یوم ھٰذا ؟	لوگو یہ کون سا دن ہے ؟
قالوا یوم حرام	عرض کیا باحرمت دن ہے۔
قال فایّ بلد ھٰذا ؟	فرمایا یہ کون سا شہر ہے ؟
قالوا بلد حرام۔	عرض کیا باحرمت شہر ہے۔
قال فایّ شھر ھٰذا ؟	فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے ؟
قالوا شھر حرام	عرض کیا باحرمت مہینہ ہے۔
قال فانّ دمائکم واموالکم و	ارشاد فرمایا تمھارے جان اور مال
اعراضکم علیکم حرام کحرمۃ	اور آبرو تم پر ایسے ہی باحرمت ہیں جیسا

یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی	تمھارے اس دن کی حرمت تمھارے
شھرکم ھذا۔ قال فاعادھا	اس شہر میں اور اس مہینہ میں۔ اس کو
مرارًا ثم رفع راسہ فقال	بار بار فرمایا۔ پھر سر مبارک آسمان کی جانب
اللھم قد بلغت۔ اللھم قد	اٹھایا اور فرمایا۔ الہٰی میں پہونچا چکا۔
بلغت فلیبلغ الشاھد الغائب لا	الہٰی میں پہونچا چکا۔ پس حاضر غائب تک
ترجعوا بعدی کفارًا یضرب بعضکم	پہونچا دے۔ تم میرے بعد منکر نہ ہو جانا کہ
رقاب بعض (ابن کثیر از بخاری)	بعض بعض کی گردنیں مارنے لگے۔

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج وداع کیا۔ میں نے اسامہ اور بلال کو دیکھا ایک ان میں سے رسول اللہ کی اونٹنی کی لگام تھامے ہوئے تھا اور دوسرا کپڑے سے آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی اور خطبہ پڑھا جس میں حمد وثنا کے بعد بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں میں نے آپ سے سنا آپ ارشاد فرما رہے تھے۔

ان امر علیکم عبد مجدع یقودکم	اگر تم پر غلام نکٹا امیر بنا دیا جائے جو
بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا	تمھیں کتاب اللہ کے موافق چلائے تو اس
(ابن کثیر از نسائی ومسلم)	کی سنو اور فرماں برداری کرو۔"

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سُنا آپ اس دن "جدعاءؔ" پر سوار تھے اور اپنے دونوں پیروں کو رکاب میں رکھ کر کھڑے تھے تاکہ بلند ہو جائیں اور لوگ خطبہ سُن لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا:۔ الا تسمعون؟ (کیا تم سُن نہیں رہے ہو؟) ایک شخص نے مجمع میں سے عرض کیا۔ 'یا رسول اللہ آپ ہم سے کیا عہد لے رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا:۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم واطیعوا اذا امرتم تدخلوا جنۃ ربکم	بندگی کرو اپنے پروردگار کی، اور پڑھو اپنی پانچوں نمازیں اور اطاعت کرو۔ جب کوئی حکم کیا جائے داخل ہو جاؤ گے اپنے
(ابن کثیر از ابی داؤد)	پروردگار کی جنت میں۔"

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو امامہ باہلی نے فرمایا:۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث الولد للفراش وللعاھر	بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق عطا کر دیا ہے۔ پس وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں، اولاد صاحب فراش

عہ نام سواری ۱۲

الحجر وحسابهم على الله ومن ادعى الى غير ابيه وانتمى الى غير مواليه فعليه لعنة الله التابعة الى يوم القيمة لاتنفق امرأة من بيتها الا باذن زوجها العارية مواداة والمنحة مردودة والدين مقضى والزعيم غارم۔

کی ہے اور دوسرے مدعی کے لیے سنگساری۔ اور ان کا معاملہ اور محاسبہ اللہ کے حوالے۔ اور جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کی جانب اپنے کو منسوب کرے یا دوسرے کا مولیٰ ظاہر کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو متواتر قیامت تک۔ عورت اپنے گھر سے بلا اجازت خاوند خرچ نہ کرے امانت واپس کی جائے گی اور عطیہ کا بدلہ دیا جائے گا اور قرض ادا کیا جائے گا اور کفیل دیندار ہوگا۔

کسی نے دریافت کیا۔ 'یا رسول اللہ عورت کھانا بھی خرچ نہیں کر سکتی؟' ارشاد فرمایا۔ 'کھانا تو افضل اموال ہے۔' (ابن کثیر)

دوسرا خطبہ اگلے دن اوسط ایام تشریق میں پڑھا۔ حضرت ابوحرۃ الرقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ میں اوسط ایام تشریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام تھامے ہوئے تھا اور لوگوں کو ہٹا رہا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:۔

ایها الناس أتدرون فی

لوگو۔ کیا جانتے ہو تم کون سے مہینہ میں ہو

اىّ شهر انتم وفى اىّ يوم
انتم وفى اىّ بلد انتم ؟
قالوا فى يوم حرام وشهر
حرام وبلد حرام

اور کون سے دن میں ہو اور کون سے
شہر میں ہو؟
عرض کیا باحرمت دن میں اور باحرمت
مہینہ میں اور باحرمت شہر میں۔

قال فان دمائكم واموالكم و
اعراضكم عليكم حرام كحرمة
يومكم هٰذا فى شهركم هٰذا
فى بلدكم هٰذا الى ان
تلقونه

ارشاد فرمایا۔ تمھارے جان اور مال
اور آبرو تمھارے لیے ایسے ہی باحرمت
ہیں جیسا تمھارے اس دن کی حرمت
تمھارے اس شہر میں جب تک بھی تم اللہ
کے یہاں پہونچو (یعنی قیامت تک)

ثمّ قال اسمعوا منىّ
تعيشوا الا لا تظلموا الا لا تظلموا
الا لا تظلموا انّه لا يحلّ
مال امرئ مسلم الا بطيب
نفس منه الا وان كل
دم ومال ومأثرة كانت
فى الجاهلية تحت
قدمى هٰذه الى يوم

پھر ارشاد فرمایا۔ مجھ سے سنو۔ (اور
اطاعت کرو) عیش میں رہوگے خبردار
ظلم مت کرو۔ خبردار ظلم مت کرو۔ خبردار
ظلم مت کرو۔ مسلمان آدمی کا مال بغیر
اس کی رضامندی اور خوشی کے حلال
نہیں، خبردار رہو جو خون اور مال اور
رسم کہ زمانۂ جاہلیت میں تھی میرے قدموں
تلے ہے اور قیامت تک کے لیے ختم ہے

القيامة وان اول دم
يوضع دم ابن ربيعة بن
الحارث بن عبد المطلب
كان مسترضعاً في بني سعد
فقتلته هذيل الا انّ كلّ
ربا في الجاهلية موضوع . و
انّ الله تعالى قضى انّ اول ربا
يوضع ربا عمّي العباس لكم رؤوس
اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون الا
وانّ الزمان قد استدار كهيئة
يوم خلق الله السموت والارض
ثم قرء انّ عِدّة الشهور عند الله
اثنا عشر شهراً في كتاب الله يوم
خلق السموت والارض منها اربعة
حُرُمٌ ۔ ذٰلك الدّين القيّم فلا
تظلموا فيهنّ انفسكم
الا لا ترجعوا بعدي كفاراً تضرب

اور پہلا خون جو معاف کیا جاتا ہے ابن
ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا
خون ہے جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا
اور اس کو قبیلہ ہذیل نے قتل کیا تھا۔
خبردار ہو جو سودی معاملات کہ زمانۂ
جاہلیت میں تھے وہ سب ختم ہیں۔ اور
اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ پہلا سود جس کو
ختم کیا جائے وہ میرے چچا عباس کا
سود ہے۔ تمھارے لیے تمھارا اصلی مال
ہے اور سود معاف نہ تم ظلم کرو اور نہ تم
پر ظلم کیا جائے۔ خبردار رہو زمانہ اپنی اصلی ہیئت
پر جس دن اللہ نے زمین و آسمان بنایا تھا اسکے
موافق ہو گیا اور لوگوں نے جو ردوبدل اور مہینوں
کو آگے پیچھے کر رکھا تھا وہ نہیں رہا۔ پھر یہ آیت
تلاوت فرمائی :- انّ عِدّة الشهور
الآیۃ۔

خبردار رہو۔ میرے بعد منکر نہ ہو جانا کہ

بعضکم رقاب بعض ۔ الا
ان الشیطان قد یئس ان
یعبدہ المصلون ولکنہ فی
التحریش بینکم واتقوا اللہ
فی النساء فانھن عندکم عوان
لا یملکن لانفسھن شیئاً وان لھن
علیکم حقاً ولکم علیھن حق۔
لا یوطئن فرشکم احداً غیرکم
ولا یاذن فی بیوتکم لاحد تکرھونہ
فان خفتم نشوزھن فعظوھن و
اھجروھن فی المضاجع واضربوھن
ضرباً غیر مبرح ولھن
رزقھن وکسوتھن با
المعروف فانما اخذتموھن
بامانۃ اللہ تعالیٰ واستحللتم
فروجھن بکلمۃ اللہ ۔ الا
ومن کانت عندہ امانۃ

بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں۔ خبردار
رہو شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا کہ نمازی
اس کی پرستش کریں گے۔ لیکن وہ تمھیں آپس
میں بھڑکانے اور بھڑانے کی فکر میں ہے۔
اور ڈرو تم اللہ سے عورتوں کے بارے
میں وہ تمھارے لیے مددگار ہیں۔ اپنی جانوں
کو تمھارے حوالہ کیے ہوئے ہیں۔ ان کا تمھارے
پر حق ہے اور تمھارا ان پر حق اور ان پر
تمھارا حق یہ ہو کہ تمھارے فراش پر غیر کو نہ
آنے دیں۔ اور جسکو تم ناپسند کرتے ہو اسکو
گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں اگر تمھیں ان سے
نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو سمجھاؤ۔ اور ان کا
بستر الگ کردو اور ان کو ہلکی مار مارو اور
ان کا حق ہو حیثیت اور دستور کے مطابق
روٹی اور کپڑا۔ تم نے ان کو اللہ کی امانت بنا کر
لیا ہو اور اللہ کے حکم اور نام سے انکی شرمگاہوں
کو حلال بنایا ہے۔ خبردار رہو جسکے پاس

فلیودھا الی من ائتمنه علیھا	کسی کی کوئی امانت ہو اسکو چاہیے کہ امانت رکھوانے والے کو اسکی امانت واپس کرے۔
ثم بسط یدہ وقال الاھل بلغت الاھل بلغت ثم قال لیبلغ الشاھد الغائب فانہ رب مبلغ اسعد من سامع۔ (ابن کثیر از احمد)	پھر دست مبارک پھیلایا اور فرمایا خبردار میں ہونچا چکا خبردار میں ہونچا چکا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ حاضر غائب تک ہونچادے بہت دفعہ جس تک بات ہونچائی گئی وہ سننے والے سے زیادہ سعادت مند اور قدر دان ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

”سورۂ اِذَاجَاءَ“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منیٰ میں اوسط ایام تشریق میں نازل ہوئی۔ حضور نے اس سے سمجھا (کہ کار نبوت و رسالت ختم ہوگیا) تو دنیا سے رخصت کا وقت آگیا۔ آپ نے قصواء اونٹنی کی تیاری کا حکم فرمایا اور اس پر سوار ہو کر جمرۂ عقبہ پر کھڑے ہوگئے جب لوگ جمع ہوگئے تو خطبہ پڑھا۔ (ابن کثیر)

منیٰ کا قیام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں اس جگہ قیام فرمایا جہاں اب مسجد ہے اور مہاجرین کو اپنے دائیں جانب اور انصار کو اپنے بائیں جانب قیام کا حکم

فرمایا۔ باقی صحابہ کرام نے ان کے گرداگرد قیام کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ ہم آپ کے لیے منیٰ میں ایک کوٹھری بنا دیں تاکہ سایہ وغیرہ کا آرام رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نہیں منیٰ اس کا ٹھکانا ہو جو پہلے آ جائے۔" (ابن کثیر از بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق منیٰ میں گزارے اور راتوں کو وہیں بسر فرمایا۔ ان ایام میں آپ دو رکعت قصر ادا فرماتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز تینوں جمروں کی رمی زوال کے بعد پیادہ فرماتے تھے۔ ہر جمرہ پر سات کنکری پھینکتے تھے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے۔ جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ ثانیہ کی رمی کے بعد ذرا ہٹ کر صاف جگہ قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا اور تضرع وزاری میں مشغول رہتے تھے اور جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد وہاں نہ ٹھہرتے تھے اور نہ دعا مانگتے تھے۔ (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جمرہ پر سورہ بقرہ ختم ہونے کے بقدر کھڑے ہوتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔"

بیت اللہ کی زیارت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم جب تک منیٰ میں مقیم رہے۔ ہر رات کو بیت اللہ کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

(ابن کثیر از بخاری وبیہقی)

منیٰ سے واپسی اور محصّب میں قیام

۱۳ ذی الحجہ یوم سہ شنبہ کو جو ایام تشریق کا آخری دن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ظہر کی نماز پڑھ کر منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادی محصّب[۵] میں قیام فرمایا اور وہاں عصر، مغرب اور عشا پڑھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز بھی محصّب میں ہی پڑھی۔ حافظ امام ابن قیم نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

امرائے مومنین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں واپسی کے وقت محصّب میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' یارسول اللہ

---

[۵] یہ جگہ جنت المعلیٰ سے آگے چل کر جہاں سلطانی فوج رہتی ہے اس کے قریب سامنے پہاڑی میں ہو یہاں ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ ۱۲ منہ

ہم کل کو کس جگہ اُتریں گے؟' (یعنی منیٰ سے واپسی کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: 'کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی ٹھکانا چھوڑا (یعنی ہمارے مکانات پر تو دوسروں کا قبضہ ہے)، پھر ارشاد فرمایا ہم کل کو انشاء اللہ خیف بنی کنانہ (یعنی محصّب) میں قیام کریں گے جہاں قریش نے کفر پر حلف اٹھایا تھا، یہ اس لیے کہ بنی کنانہ نے قریش سے بنو ہاشم کے متعلق حلف لیا تھا کہ قریش بنو ہاشم سے نکاح نہ کریں اور نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں اور نہ ان کو ٹھکانہ دیں جب تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ کو کفار قریش کے حوالے نہ کردیں، پھر اسی وقت میں ارشاد فرمایا: 'نہ مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے۔' (ابن کثیر از احمد)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ کفار قریش نے وادی محصّب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبردست سازش کی تھی اور آپ کے خلاف پر حلف نامہ لکھا تھا۔ اس لیے آپ نے وہاں قیام فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ جس جگہ آپ کے خلاف منصوبے بنائے جارہے تھے وہ سارے منصوبے اور کفار کی تمام سازشیں خاک میں مل گئیں اور آپ نے اس شان و شوکت اور غلبہ و فتحمندی کے ساتھ اس جگہ پر قیام فرمایا۔ اسی وجہ سے علماء یہاں کے قیام کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

محصّب پہونچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رض

کو ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کے ساتھ بھیجا تاکہ تنعیم سے احرام باندھ کر ان کو عمرہ کی قضاء کرادیں. جب حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ عمرہ سے فارغ ہو کر واپس آگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ بیت اللہ طواف وداع کے لیے چلیں.

(ابن کثیر)

"طواف وداع"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سحر کے وقت عمرہ سے فارغ ہو کر محصب پہونچیں. اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام بیت اللہ کی جانب روانہ ہوئے.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر مسجد حرام میں ادا فرمائی اور نماز میں سورۂ والطور پوری پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور ملتزم (یعنی حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان) کھڑے ہو کر بارگاہ ربُّ العزت میں دعا مانگی اور اپنے جسدِ مبارک چہرۂ اور سینہ کو کعبہ کی دیوار سے چمٹایا اور ملتزم پر چمٹ کر بیت اللہ سے رخصت ہوئے. (ابن کثیر)

مکۂ مکرمہ سے روانگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۂ مکرمہ میں اوپر کی جانب سے داخل ہوئے تھے اور نیچے کی جانب سے واپس ہوئے. ثنیہ علیا سے داخل ہوئے اور ثنیہ سفلی سے واپس ہوئے. موضع کداء سے داخل ہوئے اور موضع کدلی سے واپس ہوئے (ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت شریفہ یہی تھی کہ جانے اور آنے میں مختلف راستے اختیار فرماتے تھے اس وقت بیت اللہ کی عظمت اور علوشان کو ظاہر کرنے کے لیے اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے اور اپنی عجز و انکساری اور کعبہ کے فراق پر حزن و ملال کے اظہار کی غرض سے اسفل مکہ سے روانہ ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے اور موضع ذی طوی میں جو مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے قیام فرمایا اور رات وہاں گذاری۔

(فائدہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے اپنے ساتھ کچھ زمزم بھی لے لیا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اپنے ساتھ مکہ مکرمہ سے زمزم لے جایا کرتی تھیں اور فرمایا کرتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ساتھ زمزم لے جایا کرتے تھے۔ (ابن کثیر از ترمذی)

مدینہ منورہ کا راستہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۂ مکرمہ سے روانہ ہو کر جب غدیر خم پہونچے جو ذوالحلیفہ کے قریب ایک مقام ہے تو وہاں ایک خطبہ پڑھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان فرمائے اور جو الزام یمن کے لشکریوں نے ان پر لگایا تھا اس کی تردید فرمائی۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ حج میں شرکت کی غرض سے واپس ہوئے اور عجلت کی وجہ سے اپنے لشکر کا امیر اپنے رفقاء میں سے ایک شخص کو بنا کر خود آگے روانہ ہو گئے۔ اس شخص نے جس کو امیر بنایا تھا مالِ غنیمت کا جو کپڑا حضرت علی کے ساتھ تھا اس میں سے ہر لشکری کا ایک جوڑا تیار کرا دیا۔ جب یہ لشکر مکہ مکرمہ کے قریب پہونچا تو حضرت علی اسکے خیر مقدم کے لیے مکہ کے باہر پہونچے، لشکریوں پر نئے کپڑے دیکھ کر دریافت فرمایا۔ "یہ کیا کیا؟" اس شخص نے جواب دیا۔ "میں نے ان کو نئے کپڑے بنوا دیئے تاکہ اچھی حالت میں لوگوں کے سامنے پہونچیں۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کمبخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہونے سے پہلے کس طرح تو نے مالِ غنیمت میں تصرّف کر دیا" اور ان سب کے کپڑے اتروا کر مالِ غنیمت میں شامل کر دیئے، لشکریوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ناگوار گذرا اور ان میں سے بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی شکایت بھی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شکایت کو رفع کرنے کی غرض سے موضع غدیرِ خم میں لوگوں کو جمع فرمایا اور خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا۔ "لوگو تم علی کی شکایت نہ کرو۔ اللہ کی قسم وہ اللہ کے بارے میں زیادہ سخت ہے اور ارفع و اعلیٰ ہے اس سے کہ اس کی شکایت کی جائے۔"

اور ارشاد فرمایا۔ "میں نے تم میں دو وزنی چیزوں کو چھوڑا ہے۔ کتاب اللہ اور میرا کنبہ اور اہل بیت۔ دیکھو میرے بعد تم ان کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہو؟"

یہ دونوں جدا نہ ہوں گے تا وقتیکہ حوض پر میرے سامنے نہ آئیں۔" پھر ارشاد فرمایا " اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں۔" پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا۔" میں جس کا ولی اور دوست ہوں یہ بھی اس کا ولی اور دوست ہے۔ الٰہی جو شخص اسے دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ۔ اور جو شخص اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔" (ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب راستہ میں منزل روحاء پر پہونچے تو رات کا وقت تھا۔ آپ نے کچھ سواروں کو دیکھ کر ان کو سلام کیا اور دریافت فرمایا" تم لوگ کون ہو؟" انھوں نے جواب دیا" ہم مسلمان ہیں اور تم کون لوگ ہو؟"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" میں اللہ کا رسول ہوں" اس پر ایک عورت ایک چھوٹے بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا "یا رسول اللہ بچہ کا حج درست ہے؟ ارشاد فرمایا "ہاں بچہ کا حج درست ہے اور تیرے لیے بھی اس کا ثواب ہے۔" (مدارج النبوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ذوالحلیفہ پہونچے تو رات کو وہاں قیام فرمایا اور صبح کو مدینۂ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہی تھی کہ سفر کر واپسی میں صبح کے وقت مدینۂ منورہ میں پہونچتے تھے۔

(مدارج النبوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک جب مدینۂ منورہ پر پڑی تو بارگاہ

ربّ العزت میں شکر و امتنان کا اظہار کیا اور تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دُعا پڑھی :-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ؛ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ.

نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنے والے ہیں، اپنے رب کو سجدہ کرنے والے ہیں، اور حمد و ثنا بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا لشکر کو شکست دی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی غزوہ یا حج یا عمرہ سے واپس لوٹتے تو پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے۔

(ابن کثیر از بخاری)

مدینۂ منورہ کا خطبہ

حضرت سہل بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع سے مدینۂ منورہ واپس پہونچے تو آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا، حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:۔

ایھا النّاس انّ ابابکر لم یسؤنی قطّ فاعرفوا ذالک لہ۔ ایھا الناس انی عن ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف والمھاجرین الاولین راض فاعرفوا ذالک لھم۔ ایھا الناس احفظونی فی اصحابی و اصھاری واحبابی لایطلبکم اللہ بمظلمۃ احد منھم

لوگو! ابوبکر نے کبھی میرے ساتھ برائی نہیں کی۔ (یعنی ان پر کوئی وقت ایسا نہیں گزرا کہ انھوں نے آپ کے اختلاف کیا ہو) پس تم ان کے حق کو پہچانو اور اُس کا حق ادا کرو۔ لوگو! میں ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف اور مہاجرین اولین سے راضی ہوں تم ان کے اس حق کو پہچانو اور اس کا حق ادا کرو۔ لوگو! میرے اصحاب اور میرے رشتہ داروں اور میرے احباب کے آداب کی حفاظت اور نگرانی رکھو۔ اللہ تعالےٰ تم انہیں سے کسی کے متعلق کوتاہی کا مطالبہ نہ فرمائے۔

ایھا الناس ارفعوا السنتکم عن المسلمین واذا مات احد منھم فقولوا فیہ خیراً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	لوگو! اپنی زبانوں کو مسلمانوں کی برائی سے باز رکھو اور جب کوئی ان میں سے فوت ہو جائے تو اس کے متعلق کلمۂ خیر کہو۔ ختم کرتا ہوں میں اللہ کے نام پر
(ابن کثیر عن الطبرانی)	جو رحمٰن ورحیم ہے۔

الحمد للہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حج مبارک کا اجمالی نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اب حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل اور لطف وکرم سے مجھے اور آپ کو ان نقوش مبارک کے اتباع اور پیروی کی توفیق وسعادت نصیب فرماویں۔ اللھم ارزقنا اتباعہ ومحبتہ ولا تحرمنا من شفاعتہ واجعلنا معہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وازواجہ الف الف صلوٰۃ وتحیۃ برحمتک یا ارحم الراحمین

اسرارِ حج

از

جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب

"جامعہ عثمانیہ"

(حیدرآباد دکن)

حج زیارت کردنِ خانہ بود

حج ربّ البیت مردانہ بود

(رومی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صوفیائے کرام نے ہمیشہ مذہب کے ظاہری رسوم سے زیادہ زور اسکی باطنی روح پر دیا
دین محمدیؐ کی یہی دو حیثیتیں ہیں، ظاہری و باطنی ”نیکی وطاعت کے ظاہری افعال سے قلب پر جو اچھے
اثرات مترتب ہوتے ہیں ان کے احوال وکوائف کی تحصیل دین کی باطنی حیثیت یا تصوف کا مقصد
اور نصب العین ہے[1]“ قرآنی تعلیمات سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصل چیز ظاہری رسوم نہیں بلکہ
باطنی رُوح ہے۔ دیکھو قربانی کے سلسلہ میں حق تعالیٰ نے وضاحت فرمادی ہے کہ ”نہ قربانی کا گوشت
حق تعالیٰ کے پاس پہونچتا ہے اور نہ خون، بلکہ تقویٰ یا پارسائی[2]“ یعنی حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی
محض قربانی کردینے یا خون بہادینے سے نہیں حاصل ہوتی جب تک کہ اس قربانی کا مدار حق تعالیٰ کی
محبت، ان کی رضاجوئی اور ان کی قرب طلبی نہ ہو۔ اسی طرح دوسری جگہ واضح فرمایا گیا ہے کہ :-

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر

من امن باللہ والیوم الاخر۔الخ (پ ۲-ع ۶)

”نیکی اس کا نام نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو بلکہ نیکی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ویقین

---

[1] شاہ ولی اللہؒ (ہمعات)

[2] لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم

حاصل ہوتی ہے۔" یعنی محض کسی سمت کو قبلہ بنا کر اُس کی طرف منھ پھیر لینے سے انسان کے اندر نیکی
نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ اُس کی بنیاد اللہ اور آخرت کے یقین و ایمان پر نہ ہو!۔
لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھول نہ جانا چاہیے کہ قرآنی تعلیمات اور اسلامی تصوف کی رو سے
دنیا میں جس طرح انسانی روح بغیر انسانی جسم کے نہیں پائی جاتی اور اس کے روحانی افعال کا
اعتبار بغیر جسمانی افعال کے نہیں ہوتا اسی طرح دنیا میں خاص خاص افعال یا جسمانی حرکات اور
حواس کے بغیر روح کا ارتقا اور اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے صوفیائے کرام نے باطن کے ساتھ
ظاہر کی حفاظت پر پورا زور دیا ہے، اور متقدمین صوفیا نے تصوف کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ
"وہ نام ہے تعمیر ظاہر و باطن کا"
بالفاظ دیگر دونوں کی اصلاح و درستی ضروری ہے، نہ ظاہر بغیر باطن کے اور نہ باطن بغیر ظاہر کے
درست ہو سکتا ہے۔ ظاہر عنوان ہوتا ہے باطن کا، جب کسی کے ظاہری افعال شرع محمدی کے خلاف
ہوں تو اس کو کوئی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اس کا باطن موافق و مطیع ہوگا، ظاہر تو تابع ہے باطن کا،
کیسے ہو سکتا ہے کہ باطن درست ہو اور اس کا اثر ظاہر پر نہ پڑے، یہ ناممکن ہے۔ اسی طرح ظاہری
اعمال کا اثر باطن پر پڑتا ہے بلکہ ہر ظاہری عمل باطن کو متاثر کرتا ہے۔ ولیم جیمس جیسے ماہر نفسیات نے
اس حد تک زور دیا ہے کہ اگر تم باطن میں کوئی کیفیت یا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کی ظاہری صورت
پیدا کر لو تمہارا باطن متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ جیمس لنگ نظریہ کی تفصیلات سے آج کل جامعات
کے طالب علم بخوبی واقف ہیں۔
حج کے تمام اعمال پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مومن جس کا طرۂ امتیاز حق تعالیٰ کی شدید

محبت ہے (الذین امنوا اشد حباً للّٰہ) اپنے عشق و محبت کے جذبہ کو جو اس کے قلب کی گہرائیوں نہاں ہے، ظاہری اعمال و اشکال میں ہویدا کرتا ہے "تاکہ" اس کے اس حال کا چرچا دنیا میں پھیلے، وہ بلند آواز سے لبیک کہتے ہوئے نعرے لگاتا ہے اور ان نعروں سے محبت کی چھپی دبی آگ کو بھڑکاتا ہے!" چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ اپنی تفسیر میں ابراہیم خلیل علیہ السلام۔ حج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

بازایشاں را حکم شد کہ در ہر سال	پھر حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ سال میں
یک بار خود را والہ و شیدا ساختہ	ایک دفعہ اپنے کو سرگشتہ و شیدا بنا کر
دیوانہ وار و عاشق کردار برائے	دیوانوں کی طرح اور عشق بازوں کا وطیرہ
گرد گشتن خانۂ محبوب خود برہنہ سر	اختیار کرکے محبوب کے گھر کے گرد ننگے سر،
و برہنہ تن و برہنہ پا، ژولیدہ مو	ننگے پاؤں، الجھے ہوئے بال، پریشاں حالی
پریشاں حال و گرد آلودہ از شام	کے ساتھ گرد میں لٹے ہوئے سرزمین حجاز
بہ زمین حجاز رسیدہ گاہے برکوہ	میں پہونچیں اور وہاں پہنچ کر کبھی ٹیلہ پر
و گاہے بر زمیں رو بہ سوئے خانہ کردہ	کبھی زمین پر محبوب کے اسی گھر کی طرف رُخ
استادہ شوند۔ ۔ ۔ ۔ گرد خانہ	کرکے کھڑے ہوں۔ ۔ ۔ اسی تجلی خانہ کے
تجلی آشیانہ او طواف کنند و بار بار	اردگرد گھومیں اور اُسکے گوشوں کو
کنجہائے آں خانہ را بہ بوسند و بلیسند۔[1]	چومیں چاٹیں!۔

[1] حج نمبر الفرقان بابتہ ماہ رمضان و شوال ۱۳۶۸ھ میں مولانا گیلانی کا مقالہ ص۱۱

حج کے مناسک سے عشق و محبت کا یہی جذبہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر طواف کعبہ، صفا و مروہ کے درمیان سعی، مزدلفہ کی آمد و رفت، عرفات میں قیام، منیٰ میں ذبح و قربانی و تلبیہ واحرام وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے۔

اعمال حج کے ان ہی باطنی اسرار کو ہم یہاں امام الصوفیہ حجۃ الاسلام حضرت غزالیؒ کے شارات کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں۔ ؎

زیں شہد یک انگشت سرائم بلبت
از لذت اگر محو نگردی تف کن!

حق تعالیٰ کے گھر کی زیارت کا شوق[1] عاشق کے قلب میں بھڑک اٹھتا ہے! جس قلب میں س شاہ خوباں کا عشق نہیں وہ مردہ ہے، یا یوں کہئے۔ ؎

دل کہ فارغ شد ز عشقِ آں نگار
سنگِ استنجائے شیطانش شمار

عاشق کی نگاہ میں اب دنیا کی ساری لذتیں ہیچ نظر آنے لگتی ہیں، مال و دولت، جاہ و عزت روست و احباب اپنی دلفریبیاں کھو دیتے ہیں! "زندے" کا عشق اُس کو مردوں کی محبت سے بیزار کر دیتا ہے اور وہ چیخ اُٹھتا ہے۔ ؎

عشق با مردہ نباشد پائیدار
عشق را باحی و جاں افزائے دار

عشق زندہ در روان و در بصر
ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

عشق آں زندہ گزیں کو باقیست | وز شراب جاں فزایت ساقیست
عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیا | یافتند از عشق او کار و کیا!
غرقِ عشق شو کہ غرق است اندریں | عشقہائے اوّلین و آخریں! (رومی)

اہل وعیال، دوست و احباب سے رخصت ہو کر جب وہ سوار ہوتا ہے تو اُس کی نظر میں دارِ آخرت کی سواری آجاتی ہے، وہ اپنے جنازے کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے جس پر سوار ہو کر اُس کو ایک روز آخرت کی طرف کوچ کرنا ہوگا، اور وہ جانتا ہے کہ یہ دن کچھ زیادہ دُور تو نہیں ہو سکتا۔

کیں عمر بیک چشم زدن نقش بر آب است!

جب احرام کے لئے چادر خریدتا ہے تو اُس کو وہ دن یاد آتا ہے جب اُس کا تنِ بے جاں کفن میں لپیٹا جائے گا اور وہ بے حس و حرکت پڑا ہوگا! اب اس کا ساتھ دینے والے نہ دوست و احباب ہونگے، اور نہ اہل وعیال، صرف ایمان و عمل صالح ہی اس کے ساتھ جائینگے! وہ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:-

یا من بدنیاہ اشتغل | قد غرك طول الامل
الموت یاتی بغتةً | والقبر صندوق العمل

(حضرت علیؓ)

سوچتا ہے کہ احرام کی چادر تو خانۂ کعبہ کے قریب پہنچ کر باندھنی پڑے گی، ممکن ہے کہ یہ سفر پورا نہ ہو سکے اور راہ ہی میں موت آجائے، لیکن حق تعالیٰ سے ملاقات تو کفن میں لپٹے ہوئے ہی ہوگی! کفن کی اس چادر پر نظر کر کے شکستہ دلی کے ساتھ حق تعالیٰ سے عرض کرتا ہے:-

اللھم اغسل خطایای بماء الثلج	اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے
والبرد ونق قلبی من الخطایا	کے پانی سے دھوئے اور میرے دل کو
کما ینقی الثوب الابیض	گناہوں سے ایسا پاک کرئے جیسا کہ سفید
من الدنس وباعد بینی و	کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اور
بین خطایای کما باعدت	مجھ میں اور میرے گناہوں کے درمیان
بین المشرق والمغرب ۔	ایسا فاصلہ کرئے جیسا کہ شرق و غرب
(بخاری - عن عائشہؓ)	میں تو نے فاصلہ رکھا ہے ۔

جب اپنے شہر سے باہر نکل آتا ہے تو سوچتا ہے کہ میں نے اپنے اہل و عیال اور وطن سے جدا ہو کر ایسا سفر اختیار کیا ہے جو کسی طرح دنیا کے اور سفروں کے بالکل مشابہ نہیں! اس سفر سے اس کا مقصود حق تعالیٰ ہیں، ان کے گھر کی زیارت ہے، انکی رضا و خوشنودی ہے، حق تعالیٰ ہی کی پکار پر، ان ہی کی توفیق سے، ان ہی کے شوق دلانے سے، ان ہی کے حکم پر وہ قطع علائق و ترک خلائق کر کے ان کے دربار کی طرف دیوانہ وار چل پڑا ہے، اسکی زبان پر ہے:-

بسم اللہ، ماشاء اللہ، حسبی اللہ، لاقوۃ الا باللہ

اللھم الیک خرجت وانت اخرجتنی !

من کہ باشم کہ براں خاطرِ عاطر گذرم

لطفہا می کنی اے خاکِ درت تاجِ سرم

(حافظ شیرازیؒ)

اس کو حق تعالیٰ سے پوری اُمید ہوتی ہے کہ وہ اس سفرِ شوق میں اس کے ساتھ ہوں گے،
اس کے نگہبان اور مددگار رہوں گے، وہ حق تعالیٰ ہی کی دستگیری و رہبری سے اپنی منتہائے آرزو
کو پائے گا، اپنے مولیٰ کے دیدار سے اپنی مراد کو پائے گا۔ ؎

من ایں دستے کہ افشاندم ز کونین
بداماں تمنائے تو باشد! (حزیں)

سوچتا ہے کہ اگر وہ منزلِ مقصود کو پہنچنے بھی نہ پایا اور راستہ ہی میں طعمۂ اجل مُستی ہو گیا، پھر بھی
وہ "نثارِ رہِ یار" ہو گا! کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے:۔

ومن یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔

جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہوا کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا، پھر اس کو موت آپکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ!۔

ہاں، اس راہ میں موت بھی آگئی! کہہ سکے گا! ۔ ؎

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم!
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم!

اسی فکر و ذکر، اسی ولولہ و جنوں میں وہ میقات پر پہنچ جاتا ہے، کپڑے اُتارتا ہے اور
احرام کی چادریں باندھتا اور اوڑھتا ہے، ماسواء سے آزاد ہو کر چیخ اُٹھتا ہے:۔

لبیك اللھم لبیك لاشریك لك لبیك

آنکھوں سے اس کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، دل سے سرد آہیں نکلتی ہیں، اور زبان سے یہ چیخ :۔

ما را ز خاک کویت پیراہن است بر تن!
آنہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن! (جامی)

جانتا ہے کہ لبیک کی یہ پکار حق تعالیٰ کی اس پکار کے جواب میں ہے، کہ :۔

واذن فی الناس بالحج (پ ۱۷۔ ع ۱۳)

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو

اور اس کا خیال عرصۂ قیامت کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا اور لوگ اسی طرح پکارے جائیں گے اور وہ اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ قیامت میں جمع ہونگے اور حق تعالیٰ کی پکار کا جواب دیں گے! پھر ان میں سے بعض مقبول ہوں گے اور بعض مردود! ابتدا میں تردد ہر ایک کو ہو گا، خوف و رجا ہر ایک کے سینہ میں ہو گی! دل ہی دل میں حق تعالیٰ سے کہتا ہے، کہ :۔ ؎

کارے بجز گناہ نداریم یا حفیظ
عذرے بغیر آہ نداریم یا حفیظ!
ہر چند روسیاہ و گنہگار و مجرمیم
جز رحمتت پناہ نداریم یا حفیظ!
(مجذوب)

توبہ و استغفار، تسبیح و تہلیل، ندامت و شوق، رجا و خوف میں اس کی ہر ساعت بسر ہوتی ہے، دل میں حسرتوں کا ہجوم ہوتا ہے اور وہ راہ کی صعوبتیں برداشت کئے بڑھا جاتا ہے! کبھی کہتا ہے، کہ :۔ ؎

اللہ کس قدر رہِ مقصود دُور ہے
پیکِ خیال راہ میں تھک تھک کے رہ گیا

"جدّہ" کا قیام، ساتھیوں کی پریشانی اس کو متاثر نہیں کرتی، وہ تو "محوِ خیالِ یار" ہے:۔

وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد سے مُردے نکل پڑے
یہ مری جبینِ نیاز تھی کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

ظار کی ساعتیں گذرتی جاتی ہیں اور وہ بیتابی میں گنگناتا جاتا ہے:۔ ؎

نظر ہے وقفِ غمِ انتظار کیا کہنا
کھنچی ہے سامنے تصویرِ یار کیا کہنا (جگر)

اب قافلہ مکۂ معظمہ میں داخل ہو رہا ہے! "حرم مامون" میں پہنچ رہا ہے! من دخلہ کان آمناً
نوید اُس کے کانوں میں گونجتی ہے، "بلد امین" میں داخل ہو کر وہ چیخ اُٹھتا ہے:۔ ؎

ذرۂ خاکم و در کوئے توام وقت خوش است
ترسم اے دوست کہ بادے نہ بر دنا گاہم (حافظ)

آگے بڑھ کر جب اس کی نظر بیت اللہ پر پڑتی ہے تو رب البیت کی تجلی سے اُس کے
ش و حواس گُم ہو جاتے ہیں!۔ ؎

آمد خبرے ز آمد او
من بعد خبر نماند مارا

"بیت" کو نہیں، گویا "رب البیت" کو دیکھ رہا ہے!۔

آنکھوں میں روئے یار ہے، آنکھیں ہیں روئے یار پر
ذرّہ ہے آفتاب میں، ذرّے میں آفتاب ہے

اسی ذوق وشوق کو لئے ہوئے وہ طواف کیلئے بڑھتا ہے، اس کے قلب میں تعظیم، خود
عشق ومحبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں، اس کا جسم خانۂ کعبہ کے طواف میں مصروف ہے
لیکن اُس کی رُوح رب البیت کے گرد گھومتی ہے، اس کا دل حضرت ربوبیت کا طواف کر
اُن پر فدا ہوتا ہے، نثار ہوتا ہے، چیختا ہے:۔

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدایت
اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمین است

جب حجرِ اسود کو بوسہ دیتا ہے تو جانتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر رہا
اطاعت وفرمانبرداری، عبدیت وعبودیت کا اقرار کر رہا ہے، حجرِ اسود "یمین اللہ عزوجل
فی الارض" ہے، حق تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے زمین پر، یصافح بھا خلقہ کما یصافح اخاہ[1]
اخاہ[1] جس سے وہ اپنے بندوں کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں! وہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ
عرض کرتا ہے:۔ سہ

یارب منم و دست تہی چشم پر آب	جاں دادہ و دل سوختہ وسینہ کباب
نامہ سیہ و عمر تبہ، کار خراب	از روئے کرم بفضلِ خویشم دریاب

---

[1] مسلم بروایت عبداللہ بن عمرؓ۔

پھر کعبۃ اللہ کے پردے کو پکڑتا ہے یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ کے دامن کو پکڑ رہا ہے، اور ملتزم سے
ہے یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ سے قریب ہو رہا ہے، رو رو کر عرض کرتا ہے:۔ ؎

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنی جز اینکہ نخوانیم
در دیگرے بنما کہ من بہ کجا روم چو برانیم
ہمہ عمر ہرزہ دویدہ ام خجلم کنوں کہ خمیدہ ام
من اگر بحلقہ تنیدہ ام تو برون درفشانیم (بیدلؒ)

کا دامن چھوڑ کر کہاں جاؤں، کس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں، کس کے قدم پکڑ لوں؟ میری پناہ گاہ
ہیں، میرا ملجا و ماویٰ آپکے سوا کون ہے؟ آپکے کرم و عفو کے سوا میرا ٹھکانہ نہیں! آپ کا دامن
وڑوں گا جب تک کہ آپ اپنی رحمت سے میری سیہ کاریوں کو معاف نہ فرمائیں، اور آئندہ دامن امن
پرورش نہ فرمائیں! حق تعالیٰ آپ کریم ہیں، درِ کریم پر عجز و نیاز کے ساتھ آیا ہوں، دیدۂ اشکبار
ساتھ آیا ہوں، دردِ دل، نالۂ جاں آزار کے ساتھ آیا ہوں، اگر آپ دامنِ عفو میں پناہ نہ دیا
ں جاؤں، کیا کروں!۔ ؎

ب دلم از بار گنہ محزون است	جاں زار و دل افگار و جگر پر خون است
چند گناہ من ز حد بیرون است	عفوت ز گناہ من بسے افزون است

(درد)

صفا و مروہ کے درمیان جب وہ سعی کرتا ہے تو یہ احساس قلب میں لئے ہوئے کہ ایک فقیر،
ں، سائل، حقیر و ذلیل غلام اپنے آقا، مالک، بادشاہ کے محل کے صحن میں بار بار چکر لگا رہا ہے،

نظرِ کرم کا ملتجی ہے، زباں پر سوال ہے :-

"رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاکرم"

بار بار گھومتا ہے اور آواز لگاتا ہے، کہ :-

عبیدك بفنائك ! مسکینك بفنائك ! فقیرك بفنائك ! سائلك بفنائك !

انت کریم رحیم ارحمنی واغفرلی یا رحیم یا کریم یا غفور

جانتا ہے کہ کوئی سائل اس در سے محروم نہیں جاتا، یہ کریم کا دروازہ ہے، اس کو جو کھٹکھٹاتا ہے اپنی مراد کو پاتا ہے :- ؎

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے ۔۔۔ عاقبت زاں در بروں آید سرے

سایۂ حق بر سر بندہ بود ۔۔۔ عاقبت جویندہ یابندہ بود

چوں نشینی بر سر کوئے کسے ۔۔۔ عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک ۔۔۔ عاقبت اندر رسی در آب پاک

عرفات[۱۲] کے میدان میں جب وہ قدم رکھتا ہے اور لوگوں کا اژدحام اور آوازوں کا بلند اور زبانوں کا اختلاف جب اس کو نظر آتا ہے تو اس کو میدانِ قیامت کا منظر یاد آتا ہے اُس روز بھی ہر اُمّت اپنے نبی کے ساتھ اسی طرح جمع ہوگی اور اس کی پیروی کرے گی، اور ا شفاعت کی اُمید کرے گی ! اب وہ اضطرار کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور حقیقت

یا من لا یشغلہ شانٌ عن ۔۔۔ اے وہ ذاتِ مطلق کہ جس کو ایک حال دوسرے

شانٍ ولا سمعٌ عن سمع ۔۔۔ حال سے نہیں روکتا اور نہ ایک عرض کا سننا

ولا تشتبه عليه الاصوات، یامن لا تغلطه المسائل ولا تختلف علیه اللغات! یامن لا یبرمه الحاح الملحین ولا تضجره مسئلة السائلین! اذقنا برد عفوك وحلاوة رحمتك!!

(دعائے خضر علیہ السلام)

دوسرے عرض کے سننے سے باز رکھتا ہے، اور نہ مشتبہ ہوتی ہیں اس پر آوازیں! اے وہ ذاتِ مطلق کہ جس کو بہت سے سوال مغالطہ میں نہیں ڈال سکتے اور نہ مختلف ہیں اُس کے نزدیک بہت سی زبانیں، اے وہ ذاتِ پاک جسکو ہٹ کرنیوالوں کا اصرار تھکا نہیں دیتا اور مانگنے والوں کا سوال تنگ نہیں کرتا، ہم کو اپنے عفو کی سردی اور رحمت کی حلاوت سے آشنا کر!۔

پھر رو رو کر کہتا ہے:۔

الٰهی! انت انت وانا انا، انا العواد الی الذنوب وانت الی المغفرة! الٰهی ان کنت لا ترحم الا اهل طاعتك فالی من یفزع المذنبون!۔

حق تعالیٰ آپ آپ ہیں اور میں میں ہوں! میں گناہوں کی طرف بار بار پلٹتا ہوں اور آپ مغفرت کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں! حق تعؔ اگر آپ اپنے طاعت والوں ہی پر رحم کریں تو گنہ گار کس طرف ملتجی ہوں؟!۔

الٰهی! تجنبت عن طاعتك عمداً وتوجهت الی معصیتك قصداً

حق تعالیٰ میں آپ کی اطاعت سے قصداً علیحدہ رہا اور آپ کی نافرمانی پر دانستہ متوجہ ہوا! آپ پاک ہیں

فسبحانك ما اعظم حجتك
علی وما اکرم عفوك عنی،
فبوجوب حجتك علی وانقطاع
حجتی عنك. فقری الیك
وغناك عنی الا غفرت لی!
یا خیر من دعاه داع
وافضل من رجاه راج،
بحرمة الاسلام وبذمة
محمد صلے الله علیه وسلم
اتوسل الیك فاغفرلی جمیع
ذنوبی واصرفنی عن موقفی
هذا مقضی الحوائج وهب لی
ما سألت وحقق رجای
فیما تمنَّیتُ!-

آپ کی حجت مجھ پر کتنی بڑی ہے اور آپ کا مجھے
معاف کرنا کتنا بڑا کرم ہے! پس جس صورت میں کہ
آپکی حجت مجھ پر ضروری ہوئی، میری حجت آپکے یہاں
جاتی رہی، میں آپکا محتاج ہوں اور آپ
مجھ سے بے پروا و بے نیاز، آپ مجھے معاف ہی
فرما دیجئے! اے ان سے بہتر ذات جن کو کوئی
دعا مانگنے والا پکارے اور افضل اس سے جس سے
کوئی توقع رکھنے والا توقع رکھے! اسلام کی
حرمت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کا
وسیلہ تیرے سامنے پیش کرتا ہوں میرے سارے
گناہ بخشدیجئے اور مجھے اس موقف سے حاجتیں
پوری کرکے لوٹائیے، اور جو کچھ میں نے مانگا
مجھے دلا دیجئے اور جس چیز کی میں نے تمنا کی
اس میں میری توقع پوری کیجئے۔

پھر چلاتا ہے درد بھرے دل سے:-

الٰهی من مدح لك نفسه
فانی لائم نفسی! الٰهی

الٰہی جو تیرے سامنے اپنی تعریف کیا کرے میں تو
اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں! الٰہی گناہوں نے

اخرست المعاصی لسانی فمالی	میری زبان گونگی کر دی، پس مجھ کو اپنے عمل کا
وسیلۃ من عملی ولا شفیع	وسیلہ نہ رہا اور نہ سوا اُمید کے اور کوئی
سوی الامل ! الٰھی انی اعلم	سفارش کرنے والا! الٰہی مجھے معلوم ہے کہ
ان ذنوبی لم تبق لی عندك	میرے گناہوں نے تیرے نزدیک میری قدر
جاھًا ولا للاعتذار وجھًا	کچھ باقی نہ رکھی اور نہ عذر کرنے کی کوئی
لکنك اکرم الاکرمین!	صورت چھوڑی، لیکن تو تمام کریموں سے
الٰھی ان لم اکن اھلًا ان	زیادہ کریم ہے! الٰہی اگر میں اس قابل نہیں کہ
ابلغ رحمتك فان رحمتك	تیری رحمت تک پہنچوں تو تیری رحمت کے تو
اھلٌ ان تبلغنی ورحمتك	شایاں ہے کہ مجھ تک پہنچے! الٰہی تیری
وسعت کل شیٔ وانا شیٌ!	رحمت ہر چیز کو شامل ہو اور میں بھی
الٰھی ان ذنوبی وان کانت	ایک چیز ہوں! الٰہی اگرچہ میرے گناہ
عظامًا ولکنھا صغارٌ فی	بڑے ہیں لیکن ترے عفو کے مقابلہ میں
جنب عفوك، فاغفر	چھوٹے ہیں! میرے گناہوں سے
ھالی یا کریم[1]!	درگزر کر اے کریم!!۔

جانتا ہے کہ یہ وہ مبارک مقام ہے جہاں حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ان رحمتوں کو وہ قلوب جذب کرتے ہیں جو اس میدان میں موجود ہوتے ہیں، یہ ابدال و اوتاد کے قلوب ہیں،

---

[1] یہ سب دعائیں احیاء العلوم باب نہم سے لی گئی ہیں۔

ان صالحین کے قلوب ہیں جو حق تعالیٰ کے آگے سربسجود ہیں، ان کے حضور میں دست بستہ ذلت و مسکنت کے ساتھ گڑگڑا رہے ہیں! رحمتِ الٰہی کے جذب کا اس سے زیادہ قوی و موثر کوئی طریقہ نہیں، کہ:۔

"ان ابرار کی ہمتیں اکٹھی ہوں اور ایک وقت میں ایک زمین پر قلوب ایک دوسرے کی مدد کریں"

اس ادراک کے ساتھ ہی اس کی زبان سے یہ چیخ نکلتی ہے:۔ ؎

غم ناکم واز درِ تو باغم زدم | جز شاد و امیدوار و خرم زدم
از درگہ ہمچو تو کریمے ہرگز | نومید کسے زفت دمن ہم زدم

اسی لئے کہا گیا ہے، کہ:۔

"عرفات کے شریف میدان میں آکر یہ سمجھنا کہ حق تعالیٰ نے میری مغفرت نہیں کی، سب سے بڑا گناہ ہے" ؎

رحمت اینجا کہ کند وسعتِ خود را ظاہر
ہر کہ تقصیر نہ کرد است گنہ گار تر ست

رمی جمار[۱۳] کے موقع پر احرام باندھتے وقت اپنے اس قول کو یاد کرتا ہے، کہ "لبیك بحجة حقاً تعبداً ورقاً"[۱] اور محض اپنی غلامی و بندگی کے اظہار کیلئے امر کی اطاعت کا قصد کرتا ہے

---

[۱] میں حاضر ہوں حج کے واسطے حقیقت میں بندگی اور غلامی کی راہ سے۔ (دارقطنی در علل بروایت انس رض)

اور محض تعمیل ارشاد و امتثالِ امرِ الٰہی کے لئے رمی کرتا ہے، جانتا ہے کہ اس فعل میں نہ تو نفس کو کوئی حظ ہے اور نہ عقل کو! اپنی عقل اور نفس کو حق تعالیٰ کے حکم پر قربان کرتا ہے اور دیوانہ وار "اقامت ذکر اللہ"[1] کے لئے شیطان پر کنکر مارتا ہے اور زبان سے کہتا جاتا ہے:۔

اللہ اکبر علیٰ طاعۃ الرحمٰن ورغم الشیطان تصدیقاً بکتابک

واتباعاً السنۃ نبیک

جب قربانی کرتا ہے تو جانتا ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم پر وہ اپنی بھی جان قربانی کے جانور کی طرح فدا کرنے کو تیار ہوگا! بلکہ عاشق کی زندگی تو ہر "زماں مردنی" ہے، وہ اپنی جان کو ہر دم فدا کر ہی رہا ہے:۔ ؎

اے حیاتِ عاشقاں در مردگی　　دل نیابی جز کہ در دل بردگی
ما بہا و خوں بہا را یافتیم　　جانبِ جاں باختن بشتافتیم

عاشقاں را ہر زمانے مردنیست　　مردنِ عشاق خود یک نوع نیست
او دو صد جاں دارد از نورِ ہدیٰ　　واں دو صد را می کند ہر دم فدا
ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا　　از نبی خواں عشرت امثالہا[2] (رومی)

---

[1] انما جعل الطواف بالبیت والسعی بین الصفا والمروۃ ورمی الجمار لاقامۃ ذکر اللہ لا لغیرہ
یعنی طواف کعبہ اور سعی درمیان صفا و مروہ اور کنکروں کا پھینکنا ذکر اللہ کے قائم رکھنے کے واسطے مقرر کیا گیا ہے۔
(ابو داؤد و ترمذی بروایت حضرت عائشہؓ)

[2] دہ مانند آں، اشارہ بآیۂ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا۔ (سورۃ الانعام)

غرض حج کے اعمال میں دل کا وظیفہ یہ ہے جس کا اجمالاً اوپر ذکر ہوا، قلب کی یاد کیساتھ حج کے اعمال وہی ادا کرتا ہے جس کے دل پر حق تعالیٰ کی محبت و غلامی کا داغ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس غلام کو خود بادشاہ خریدتا ہے اس کا مرتبہ سوا ہوتا ہے :۔ ؎

داغِ غلامیت کرد پایۂ خسرو بلند!
صدر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید!

زیارتِ مدینہ

"زیارت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اوکد مستحبات و افضل قربات سے ہے، اور صاحبِ قدرت کے لئے قریب واجب کے ہے!"[1] ؎

خوش آنکہ بندم در رہت بر ناقہ محمل از وطن
خیزم چو گرد، افتم چو اشک، آیم بسر، غلطم بہ تن (اوحدی)

مدینۂ رسولؐ کی راہ میں درود کے شغل سے بہتر کوئی شغل نہیں۔

"ان اللہ وملئکتہٗ یصلون علی النبی یا ایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما"

من صل علیّ واحدۃً صلے اللہ علیہ عشراً (مسلم)

اس راستہ کو درود وسلام کے ورد ہی میں ختم کرنا چاہئے، حبِ نبویؐ کا تقاضا یہی ہے۔ ؎

ومن مذھبی حب النبیؐ وصحبہٖ
وللناس فیما یعشقون مذاھب

---

[1] مولانا صدیق حسن مرحوم، دار الشامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص۱۱۵۔

جب[۲] مدینۂ منورہ کی دیواروں پر نظر پڑتی ہے تو عاشق کے ذہن میں خیال آتا ہے کہ یہ وہ مبارک شہر ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے لئے پسند فرمایا ہے، اور اس کو اُن کا دار الہجرۃ بنایا ہے۔ یہ وہ مقامِ مقدس ہے جہاں آپؐ نے حق تعالیٰ کے فرائض وسنن شروع فرمائے اعدائے دین سے جہاد کیا اور حق تعالیٰ کے دین کو ظاہر کیا، اسی پاک زمین میں آپؐ نے اپنی زندگی بسر فرمائی، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں بُلالیا، اور آپؐ کی قبرِ مطہر اس میں مقرر فرمائی، اور آپؐ کے دو وزیر جو آپؐ کے احکام کی بجا آوری میں کامل تھے آپؐ ہی کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں! اس خیال کے آتے ہی وہ فرطِ مسرت سے چیخ اُٹھتا ہے ؎

من دیثرب کہ بہ از نور بود خاک انجا!	باشد از مہرِ مُبیں سایۂ افلاک انجا!
شرفے خاک رہش راست کہ تابودنِ آب	از تیمم شود اعضائے وضو پاک انجا!
بحرِ رحمت شود آں قطرہ کہ از وے ریزد	چوں کند تابِ سفر جبہۂ عرقناک انجا!
صاحبش راست جنابے کہ زبس تعظیمش	بالِ جبرئیلؑ بروبد خس وخاشاک انجا!

(مولوی احسان اللہ ممتاز)

جب[۳] عاشقِ رسول مدینۂ منورہ کی پاک زمین پر قدم رکھتا ہے تو اس کی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے۔ ؎

اندر دو جہاں کعبۂ ما کوئے محمدؐ

محراب دل وجاں خمِ ابروئے محمدؐ

وہ دیوانہ وار حق تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ ؎

اللہ! ایسے جذبِ محبت کو کیا کروں
رگ رگ کو جس نے درد بھرا دل بنا دیا

ہر قدم پر وہ یہ سوچتا ہے کہ اس مقام پر آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدم پڑے ہوں گے، قدم اُٹھاتا ہے پھر ٹھہر جاتا ہے، بڑھتا ہے، پھر تھم جاتا ہے۔ ؎

ترے کوچے میں ہم کل اس طرح سے جا بجا ٹھہرے
چلے، چل کر تھمے، تھم کر بڑھے، بڑھ کر ذرا ٹھہرے

اس گلی کے ہر ذرہ کو وہ اپنا دل سمجھتا ہے۔ ؏

"ہم اس کوچے کے ہر ذرے کو اپنا دل سمجھتے ہیں"

تجلیات جب اُس کو آگے قدم بڑھانے نہیں دیتیں تو وہ چیختا ہے۔ ؎

پایم بہ پیش از سرِ ایں کو نمی رود
یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہ کیست

اسی محبت کی تجلی میں وہ دیکھتا ہے کہ:- ؏

"کوچۂ جاناں کا ہر ذرہ چراغِ طور ہے"

اپنے محبوبؐ کا وہ خیال کرتا ہے، حق تعالیٰ نے اپنی معرفت کس درجہ آپؐ کو عطا فرمائی تھی آپؐ کے ذکر کو کس درجہ بلند فرمایا تھا کہ اپنے ذکر کے ساتھ اس کو ملا دیا تھا "رفعنا لک ذکرک" کی نوید سے آپؐ کو سرفراز فرمایا تھا! آپؐ کی تعظیم کے ترک کرنے پر کیسی وعید فرمائی تھی، گو آپؐ کی آواز پر اپنی آواز ہی کے بلند کرنے سے وہ ترکِ تعظیم کیوں نہ ہو! حبطِ اعمال اس کی سزا تھی!

پھر نظامیؒ کے الفاظ میں وہ اِس طرح ثنا خواں ہوتا ہے :۔ ؎

شمسۂ نہ مسندِ ہفت اختراں ۔۔۔ ختمِ رُسل خاتمِ پیغمبراںؐ

احمدِ مرسلؐ کہ خرد خاکِ اوست ۔۔۔ ہر دو جہاں بستۂ فتراکِ اوست

اُمیؐ گویا بزبانِ فصیح ۔۔۔ از الفِ آدمؑ و میمِ مسیحؑ

اے تنِ تو پاک تر از جانِ پاک ۔۔۔ رُوحِ تو پروردۂ رُوحی فداک

اے مدنی برقع و مکّی نقاب ۔۔۔ سایہ نشیں چند بود آفتاب

اے گوہر تاجِ فرستادگاں ۔۔۔ تاج دہ گوہرِ آزادگاں

پھر وہ خیال کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن نیک بختوں پر کتنا بڑا احسان فرمایا جنھوں نے آپؐ کی صحبت پائی، اور مشاہدۂ جمال، استماعِ اقوال و ملاحظۂ احوال سے سعادت حاصل کی۔ اور اپنے حال پر آنسو بہاتا ہے کہ یہ دولتِ سرمدی مجھے نصیب نہ ہوئی، اور نہ آپؐ کے اصحابِ کرام کی صحبت ملی! دنیا میں تو آپؐ کو نہ دیکھا، آخرت میں بھی شاید آپؐ کی زیارت نگاہِ حسرت ہی سے ہو، اور اعمالِ بد کے باعث آپؐ ہمیں قبول نہ فرمائیں، کیونکہ آپؐ کا ارشادِ مبارک ہے، کہ :۔

"قیامت کے روز کچھ لوگوں کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جائیں گے (جن میں اپنی اُمّت کی بعض نشانیاں دیکھ کر) میں حق تعالیٰ سے عرض کرونگا حق تعالیٰ یہ میرے لوگ ہیں؟ حکم ہوگا کہ نہیں، تمھیں نہیں معلوم کہ تمھارے بعد انھوں نے کیا کام کئے ہیں!! تب میں کہوں گا کہ مجھ سے دُور ہو! مجھ سے دُور ہو!"

(رواہ الشیخان)

یہ حال اُن لوگوں کا ہوگا جنھوں نے شریعتِ مطہرہ کی توقیر نہیں کی، سنتِ رسولؐ کی قدر نہ سمجھی، اور بدعت کو ترجیح دی۔ اب وہ اپنی حالت پر نظر ڈالتا ہے، اس وعیدے کانپ اُٹھتا ہے، اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے، چیختا ہے۔ سے

هر چند گناه بے شمار ست | صد مرتبہ بے شمار توبہ!
در بار گهت کنم خدایا | با دیدهٔ اشکبار توبہ!
گر رفت بہ ترہات عمرم | کردم نہ بیک دو بار توبہ!
شد ہر سرِ مو کنوں زبانے | آرم بتو بار بار توبہ!

(لااعلم)

پھر عرقِ خجالت میں غرق ہو کر حق تعالیٰ سے التماس کرتا ہے:۔ سے

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر | روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم ناگزیر | از نگاہِ مصطفےٰ پنہاں بگیر!

(اقبال)

پھر اُمید ورجا کی موج اُس کے سینے میں اُٹھتی ہے، وہ اس امر کا احساس کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے اس کو سرفراز فرمایا، اپنے محبوبؐ کی زیارت کے لئے وطن سے نکال کر اس مقدس مقام پر پہونچایا، حظِ دنیا یا تجارت اس سفر سے اس کو مقصود نہ تھا، فقط آپؐ کی بے پایاں محبت اور آپؐ کے آثار کے دیکھنے کے شوق ہی نے اس کو وطن مالوف سے نکالا، زندگی میں جب آپؐ کا دیدار نصیب نہ ہوا تو اس نے اس پر ہی قناعت کی کہ آپؐ کی

مسجد مُبارک میں حاضر ہوکر آپ کی قبر اطہر کی دیوار پر ہی نظر ڈالے ۔ ؎

غریبے گر روی بشہر و دیار   روی در مسجدِ مُصفا کُن
دوست را گر نمی توانی دید   خانۂ دوست را تماشا کُن

جب حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ سامان مہیا کر دیئے تو اب اُس کی رحمت سے یہی توقع ہے کہ وہ اس کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھیں گے، اور اسکے گناہوں کو معاف فرمائینگے ؎

اندر علم انچہ ترا شاید نیست
اندر کرمت انچہ مرا باید ہست

جب مسجدِ نبوی میں قدم رکھتا ہے تو یہ سوچتا ہے کہ یہ وہ مقدس جگہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں میں سے اوّل اور افضل لوگوں کیلئے تجویز فرمایا، جو بقول عارف رومیؒ ۔ ؎

برتر ند از عرش و کرسی و خلا
ساکنانِ مقعدِ صدقِ خدا

اور جو حق تعالیٰ کی نظر میں "محبوب و مطلوب و پسند" رہے ہیں ۔

جانتا ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سب سے پہلے حق تعالیٰ کے فرائض ادا ہوئے، اور کامل عبودیت کے ساتھ ادا ہوئے !۔ یہی وہ زمین ہے جس میں تمام مخلوق سے افضل و برتر لوگ حالتِ حیات و حالتِ ممات میں جمع ہیں !۔ اب وہ توقع کرتا ہے کہ حق تعالیٰ اس پر بھی رحم فرمائیں گے، اور دل ہی دل میں عرض کرتا ہے :۔ ؎

بضاعت نیاوردم اِلاّ اُمید
خدایا ز عفوم مکن نااُمید
(سعدی)

پھر مسجدِ مُبارک میں خشوع و تعظیم سے داخل ہوتا ہے، زبان پر یہ دُعا ہوتی ہے :-

اللھم ھذا حرم رسولك فاجعلہ لی وقایة من النار
واماناً من العذاب وسوء الحساب اللھم افتح لی
ابواب رحمتك وارزقنی من زیارة نبیك مارزقت
اولیائك واھل طاعتك واغفرلی وارحمنی یا
خیر مسئول!

پھر نیت اعتکاف الی الخروج کرکے روضۂ جنت کی طرف بڑھتا ہے اور محرابِ نبویؐ کے پاس، ممکن ہو تو مصلّی نبویؐ یا اس سے متصل یا منبر کے پاس، اور نہ ہو سکے تو کسی ایک مقام پر تحیۃ المسجد کی دُو رکعتیں ادا کرتا ہے، پھر اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، اور رضا، توفیقِ خیر، قبولِ اعمال و بلوغ مقاصد کی دُعا کرتا ہے! دُعا کے الفاظ یہ ہوتے ہیں :-

اللھم ان ھذہ روضة من ریاض الجنة شرفتھا
وکرمتھا ومجدتھا وعظمتھا ونورتھا بنور نبیك
وحبیبك محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللھم کما بلغتنا
فی الدنیا زیارته ومآثرہ الشریفه فلا تحرمنا یا اللہ

فی الاٰخرۃ من فضل شفاعۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم
واحشرنا فی زمرتہ وتحت لوائہ وامتنا علیٰ محبتہٖ
وملتہ واسقنا من حوضہ المورود بیدہ الشریفہ
شربۃ ھنیئۃ لا نظماء بعدھا ابداً انک علےٰ
کُلِّ شیئٍ قدیرا

پھر زیارت کی نیت سے نہایت اُدب وخشوع کے ساتھ روضۂ پاک کے سامنے حاضر ہوتا ہے
اس کا عقیدہ ہے کہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کے آنے، کھڑے ہونے، اور زیارت
کرنے کا علم ہوتا ہے، اور اس کا دُرود وسلام آپؐ کی خدمت مُبارک میں پہونچتا ہے[1]۔
آپؐ نے فرمایا ہے، کہ :۔

«من صلیٰ علیّ واحدۃً صلی اللّٰہ علیہ عشراً» (مسلم)

یہ جزا تو صرف زبان سے دُرود پڑھنے کی ہے، جب وہ خود زیارت کے لئے تمام بدن سے حاضر ہوا ہے
تو اس کا بدلہ کس قدر عظیم الشان ہوگا!۔

اب وہ اپنے آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے :۔

الصلوٰۃ والسلام علیک ایھا النبی السید الکریم

---

[1] یہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ :۔ "جو لوگ میری قبر پر آکر سلام کرینگے میں اُن کا سلام خود سنوں گا،
اور دُور سے سلام کرنے والوں کا سلام مجھے پہونچایا جائے گا" (مشکوٰۃ)

والرسول العظیم والحبیب الرؤف الرحیم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ! الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد بن عبداللہ
بن عبدالمطلب بن ھاشم یا طٰہٰ یا یٰسین یا بشیر
یا سراج یا مبین یا مقدم جیش الانبیاء
والمرسلین

یا خیر من دفنت فی التراب اعظمہ — فطاب من طیبھن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ — فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم
انت الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتک — عند الصراط اذا ما زلت القدم

پھر صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔
پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منبر شریف کے پاس حاضر ہوتا ہے اور تصور کرتا ہے کہ گویا آپؐ منبر پر چڑھے کھڑے ہیں اور مہاجرین و انصار آپؐ کے گرد حلقہ کئے ہیں، اور آپؐ اُن کو خطبہ میں حق تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب و ہمت دلا رہے ہیں اور نافرمانی سے روک رہے ہیں اور ڈرا رہے ہیں۔ ؎

محمدؐ شہنشاہِ خیلِ رسل — کہ خرد ند پیشش چہ جزو چہ کل
درخشاں دُرِ دُرجِ عبدِ مناف — بانگشتِ اعجاز مہ را شگاف
ز ابرو شش محرابِ عین الیقیں — زگیسوش اسبابِ حبل المتیں
فلک باز در ہاشش درشبنمے! — فصیحاں ز غوغاشش در ابکمے!

چناں عقدہ از کارِ اُمّت کشاد　　　　که دنداں دریں کار بر باد داد

(ظہوری)

دل میں توحید پر جینے مرنے کا پختہ عزم کرتا ہے، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبّت کو قلب میں اور زیادہ راسخ کرتا ہے، اور آپؐ کی سنّتِ مطہرہ پر ساری عمر عمل کا پورا ارادہ کرتا ہے، اور اس عقیدے کو پختہ کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ہر حال میں اس کے نگراں ہیں۔

"اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی"

اس کے دل کے وسوسوں اور خفیہ خطرات و خیالات کو دیکھتے اور جانتے ہیں تاکہ سب کاموں میں اُدب کا لحاظ رکھے، جیسے کہ کوئی شخص کسی بادشاہ کی نظروں کے سامنے ہے، ہر وقت گردن جھکائے اور ہر کام میں اُدب!۔ اس یقین کو بھی دل میں مضبوط کرتا ہے، کہ:۔

"فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ"

یعنی طاعات کو ثواب سے ایسی نسبت ہے کہ جیسے غذا کو پیٹ بھرنے سے، اور گناہوں کو عذاب سے وہ تعلق ہے جو زہر کو ہلاکت سے!۔ عزم کرتا ہے کہ اپنے تمام حرکات و سکنات، خطرات و لحظات، لفظات و فلتات، غدرات و فجرات، پر ہمیشہ نظر رکھے گا اور تقویٰ کے اختیار کرنے میں اور ہر برائی سے اجتناب کرنے میں مبالغہ سے کام لے گا، بحول اللہ و قوتہ۔

آخر میں اس تسکین بخش عقیدے کو بھی پختہ کرتا ہے کہ رزق کی کفالت خود حق تعالیٰ نے فرمائی ہے، یہ کہہ کر کہ:۔

"ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا"

یہ رزق مضمون ضرور ملے گا، جتنا مقدّر ہے وہ قطعاً پہونچ کر رہے گا، طلبِ رزق بطورِ شرعی کرنا چاہیئے، اور جو چیز فوت ہو جائے اس پر افسوس نہ کرنا چاہیئے۔

"لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم"

منبر شریف کے پاس پہونچ کر تصور کرتا ہے کہ کچھ ان ہی تیقنات پر حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) زور دے رہے ہیں اور وہ انھیں اپنے قلب میں اتار رہا ہے، اور اپنے تحت شعوری نفس میں انھیں پختہ کر رہا ہے۔

حج و زیارت کے اعمال میں یہ ہے دل کا وظیفہ، جس کے اجمال کا ذکر ہوا۔ اس طرح فارغ ہو کر حاجی فرطِ مسرت سے چیخ اُٹھتا ہے۔ ؎

نازم بچشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است　　　اُفتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دستِ خویش را　　　کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

"زِ احوالِ محمدؐ را خبر کُن"

(از زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی)

بہت ہے تجھ سے اُمیدِ تعاون   لگی ہے ایک مُدت سے یہی دُھن
سُن! اے جانِ محبت آشنا سُن!   نسیما جانبِ بطحا گذر کُن
زِ احوالِ محمدؐ را خبر کُن

کہاں تک کاہشِ غم یا محمدؐ   کہاں تک اشکِ پیہم یا محمدؐ
کہاں تک دامنِ نم یا محمدؐ   توئی سُلطانِ عالم یا محمدؐ
زراہِ لُطف سُوئے من نظر کُن

بہت مُدت سے اے شوقِ سراپا   مری نظریں بھی ہیں بیتابِ جلوہ
کہاں تک آہ یہ اِمروز و فردا   بر ایں جانِ مُشتاقم در انجا
فدائے روضۂ خیر البشر کُن

بجانِ دردمندانِ محبت   بپاسِ گوشۂ دامانِ رحمت
حمیدِ خستہ پر ہو پھر عنایت   مُشرف گرچہ شد جامی زلُطفت
خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

عرضِ "احسن"

بآستانۂ نبوتِ کبریٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

(مولانا سید مناظر احسن گیلانی)

ہر ایک سے ٹکرا کر ہر شغل سے گھبرا کر ہر فعل سے شرما کر ہر کام سے پچھتا کر
آمد بدرت بنگر

اے خاتم پیغمبر یا قاسمِ للکوثر اے سرورِ ہر سرور اے رہبرِ ہر رہبر
اے آنکہ توی افسر ہر کہتر و ہر مہتر فی المبدء والمحشر اے ہستیِ تو محور
للاکبر و الاصغر اے طلعتِ تو مظہر للاوّل والآخر اے رحمِ جہاں پرور
آقائے کرم گستر آمد بدرت بنگر

امروز چہ مہمانے ناکارہ و نادانے آلودۂ عصیانے آغشتہ دامانے
بازیچۂ شیطانے از کردہ پشیمانے
آمد بدرت بنگر نے مونس و نے یاور

نے ساز نہ سامانے نے علم نہ عرفانے نے دین نہ ایمانے نے فضل نہ احسانے
از خانۂ ویرانے وز کلبۂ احزانے وز مجلس و زندانے ناشکری و کفرانے
آمد بدرت بنگر کالحائر والمضطر[۱]

---

[۱] مانند حیران اور سراسیمہ و پریشان کے۔

با چاکِ گریبانے　با سینۂ بریانے　با دیدۂ گریانے　با اشکِ فراوانے
با نالہ و فغانے　با شورشِ پنہانے　با دانشِ حیرانے　با عقلِ پریشانے
در صورتِ عطشانے　در گریۂ درمانے　خواہد ز تو فرمانے　پروانۂ غفرانے

آمد بدرت بنگر　البائس والمعتر

شاہا تو بمن منگر　بر رحمتِ خود بنگر　انصاف تو کن آخر　غیر از تو مرا دیگر

من ناظر و الناصر　والشافع و مستغفر

تو جوششِ رحمانی[1]　تو سایۂ یزدانی　تو شاہدِ ربّانی　تو جلوۂ سبحانی
تو مرکزِ اعیانی　تو جوہرِ فردانی　تو مبدءِ اکوانی　تو مقصدِ امکانی
تو مرجعِ دیا یانی　تو جانی و جانانی　ہم روحی و روحانی　تو زبدۂ انسانی

تو نیّرِ فارانی　تو دُرّۂ عدنانی

تو مہبطِ قرآنی

تو خاتمِ ادیانی　ہاں دینی و ایمانی

اے آنکہ تو درمانی　ہر رنج و پریشانی　بنگر کہ مسلمانی　تو رانی و ویرانی
ہم ہندی و افغانی　ہم مصری و سوڈانی　از زغۂ شیطانی　وز جذبۂ حیوانی
وز دانشِ نفسانی　وز سوزشِ عمرانی　یونانی و رومانی[2]　افرنجی و برطانی

---

[1] حقیقتِ محمدیہ کے نزول و ظہور کے مدارج کا اظہار ایک خاص ترتیب سے اِن مصرعوں میں کیا گیا ہے۔۱۲

[2] موجودہ زمانے کے تمام فتنوں کا سرچشمہ مغرب کا شیطانی و رجاہلی حیوانی و نفسانی تمدن ہے، اور اس تمدن کی بنیاد روم و یونان کے قدیم تمدن پر قائم ہے، اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔۱۲

در سکرت و ہیمانی — در ظلمۂ نادانی

در ورطۂ ظلمانی

در فتنہ و طغیانی — فی البغی و عدوانی

ہاں دستِ دعا بکشا — از ذروۂ اَو اَدنیٰ[۱] — در قبۂ مَآ اَوحیٰ[۲] — اے موضیِ تو ترضیٰ[۳]

اے ملتِ تو بیضا — فالّیل لقد یغشیٰ[۴] — والکفر قد استعلیٰ[۵] — ذا امتک الضعفیٰ[۶]

فی سیطرۃ الاعداء[۷] — ہاں سہمک لا یطغیٰ[۸]

و درمیک لا یخطیٰ[۹]

واللہ ھو الاعلیٰ[۱۰] — والحق فلا یُعلیٰ[۱۱]

۱؎ او ادنیٰ سورۂ النجم کی آیت "ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ" کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔ ۱۲

۲؎ فاوحی الیٰ عبدہ ما اوحیٰ (یعنی جب او ادنیٰ کے مقام تک عروج ہوا تو اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی جو کچھ بھی وحی کی) یہ بھی اسی سورۂ النجم کی آیت ہے۔ ۱۲ ۳؎ سورۃ والضحیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد الٰہی ہوا ہے کہ "ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ" (قریب ہے کہ تیرا رب تجھے اتنا دے کہ تو راضی ہو جائے) بلاشبہ اس آیت میں بڑی بشارتیں پنہاں ہیں، رحمۃ العالمین کی رضامندی کے حدود کو سوچئے اور سر دھنیے۔ ۱۲ ۴؎ بس رات چھا گئی۔ ۱۲ ۵؎ اور کفر اونچا ہو گیا۔ ۱۲ ۶؎ یہ آپ کی کمزور ناتواں امت ہے۔ ۷؎ دشمنوں کے قابو میں ہے۔ ۱۲ ۸؎ آپ کا تیر نشانے سے ہٹ نہیں سکتا۔ ۱۲ ۹؎ اور آپ کے نشانے کو غلط نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۲ ۱۰؎ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ ۱۲ ۱۱؎ اور حق پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ ۱۲

روضۂ اطہر کے سامنے

(از جناب سید انیس الدین احمد صاحب رضوی (امروہوی) ایم اے، ایل ایل بی (علیگ)

اے جذبۂ دل لے چل، للہ وہیں لے چل

داد از غمِ مہجوری، اے قلبِ حزیں لے چل — اے سازِ یقیں لے چل، اے سوزِ یقیں لے چل
اے ذوقِ نظر لے چل، اے شوقِ جبیں لے چل — اُس روضۂ اقدس کے اُس در کے قریں لے چل

اے جذبۂ دل لے چل، للہ وہیں لے چل

وہ سامنے آنکھوں کے روضہ نظر آتا ہے — فردوسِ محبت کا نقشہ نظر آتا ہے
آنکھوں سے کچھ اُٹھتا سا پردہ نظر آتا ہے — خورشیدِ محبت کا جلوہ نظر آتا ہے

اے جذبۂ دل لے چل، للہ وہیں لے چل

غرقابِ مصیبت کو ساحل نظر آتا ہے — مجنونِ طریقت کو محمل نظر آتا ہے
اس در سے کہیں جانا مشکل نظر آتا ہے — یہ سر انھیں قدموں کے قابل نظر آتا ہے

اے جذبۂ دل لے چل، للہ وہیں لے چل

پوچھے کوئی اُس دل سے جو کشتۂ فرقت ہے — ناکامِ تمنا کیوں بیتابِ زیارت ہے
وہ بارگہِ انور عشاق کی جنت ہے — تسکینِ تمنا ہے، تقدیسِ محبت ہے

اے جذبۂ دل لے چل، للہ وہیں لے چل

دنیائے محبت پر رحمت کی گھٹا چھائی　　میخانۂ وحدت پر ہیں جمع تماشائی
پھر ساقیِ طیبہ نے کی انجمن آرائی　　بیتاب ہے اس سر میں پھر شوقِ جبیں سائی

اے جذبۂ دل لیچل، لِلّٰہ وہیں لیچل

گلزار بداماں ہے ہر نخل گلستاں کا　　صد مہرِ درخشاں ہے ہر ذرّہ خیاباں کا
ہر گوشے میں منظر ہے دربارِ سلیماںؑ کا　　واللہ ہے عجب عالم بزمِ شہِ ذیشاں کا

اے جذبۂ دل لیچل، لِلّٰہ وہیں لیچل

اے جذبۂ دل تو ہی اس دل کی نشانی ہے　　اس در کے قریں لیچل جو قصرِ معانی ہے
ہے ایک خلش دل میں جو اُن کو دکھانی ہے　　اک غم کی کہانی ہے جو اُن کو سُنانی ہے

اے جذبۂ دل لیچل، لِلّٰہ وہیں لیچل

اس درگہِ والا پر باچشمِ تر آیا ہوں　　اپنے دلِ مفتوں کی لیکر خبر آیا ہوں
اک ٹوٹے ہوئے دل کا میں نوحہ گر آیا ہوں　　آنکھوں کے بل آیا ہوں، خاکم بسر آیا ہوں

اے جذبۂ دل لیچل، لِلّٰہ وہیں لیچل

کہنا ہے کہ آیا ہوں اس در پہ میں فریادی　　کہنا ہے کہ لایا ہوں اک محضرِ بربادی
کہنا ہے کہ قسمت نے کیا کی ستم ایجادی　　کہنا ہے کہ اک میں ہوں اور بخت کی ناشادی

اے جذبۂ دل لیچل، لِلّٰہ وہیں لیچل

کہنا ہے انیسؔ اُن سے دورانِ جبیں سائی　　اے مظہرِ محبوبی، اے شانِ دل آرائی
کُن بر سرِ تابوتم، یک جلوہ بہ رعنائی　　اے در لبِ لعلِ تو اعجازِ مسیحائی
اے بادشہِ خوباں، داد از غمِ تنہائی　　دل بے تو بجاں آمد، وقت است کہ باز آئی

اے جذبۂ دل لیچل، لِلّٰہ وہیں لیچل

سلام!

(از - حضرت عروج قادری)

موصوف نے اس منظوم سلام کے ساتھ ناچیز مدیر الفرقان کو جو خط لکھا تھا اُس میں اس سلام کے متعلق یہ دو سطریں بھی تھیں، کہ :-

"یہ سلام میں نے دربارِ نبویؐ میں پیش کیا تھا، اب بھی پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں، خدا کرے قبول ہو"

شفاعت کا تاجِ مکلل ہے سر پر
سلام آپ پر شافعِ روزِ محشر

سلام آپ پر اے نبیِ مکرم!
سلام آپ پر اے رسولِ مطہر

سلام آپ پر چارہ سازِ غریباں
فقیروں کے مونس، غریبوں کے یاور

جمالِ محمدؐ سے پھیلا اُجالا
سلام آپ پر اے سراپا منور

مدینے کی گلیاں تھیں خوشبو سے مہکی
سلام آپ پر اے معنبر، معطر

امیروں، غریبوں، فقیروں کے آقا
سلام آپ پر دونوں عالم کے سرور

حبیبِ خدا، وجہِ تخلیقِ عالم
سلام آپ پر صاحبِ حوضِ کوثر

سلام آپ پر تا قیامِ قیامت
محمدؐ رسولِ خدا، ماہِ انور

مزارِ مقدس پہ ہر آن و ہر دم　　صلوٰۃ کثیر و سلام مکرر

سلام ایک بھی گر ہو مقبول شاہا　　چمک جائے تقدیر کا میری اختر

میں ہرگز نہیں منھ دکھانے کے لائق　　کرم آپ کا کھینچ لایا یہاں پر

وہ رحمت جو ہے عام دنیا کی خاطر　　پکڑ کر وہی مجھ کو لائی یہاں پر

اِدھر دیکھئے رحمتِ دین و دُنیا　　میں نادم ہوں اپنے گناہوں کے اُوپر

ڈھلکتے ہیں آنسو مری چشم تر سے　　نظر اک تلطف کی اے مہر گستر

بہت دُور سے چل کے آیا ہوں آقاؐ　　نگاہِ کرم کیجئے میرے اوپر

طفیلِ ابو بکرؓ و فاروقؓ مجھ کو　　دکھا دیجئے اپنا روئے منور

یہ آنکھوں سے کیسی جھڑی لگ رہی ہے　　یہ کس کی محبت ہے سینے کے اندر

تفتح آیا جرح قلبی تفتح!

تنتثر آیا درّ دمعی تنتثر!

سلام بر مزارِ اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ

(از۔ حضرتِ شفیقؔ صدیقی جونپوری)

جاتا ہے قافلہ طرفِ کوئے مصطفےٰؐ
میرا سلام لیجئے بانوئے مصطفےٰؐ

اعزاز کا سبب ہو ترے دَر کی حاضری
میرا لقب ہو بلبلِ خوشگوئے مصطفےٰؐ

بے شمع و گُل مزار سہی پھر بھی ہر طرف
پھیلی ہوئی ہے قبر پہ خوشبوئے مصطفےٰؐ

حوریں نثار ہیں ترے ہر تارِ زلف پر
تجکو ملا تھا شانۂ گیسوئے مصطفےٰؐ

تھا تجکو وحیِ غارِ حرا پر وہ اعتماد
تیری ہی گفتگو ہوئی دلجوئے مصطفےٰؐ

ہاں سب سے پہلے داخلِ اسلام تو ہوئی
اے طاہرہ، رفیقۂ پہلوئے مصطفےٰؐ

فرمائیے قبول بس اَب آخری سلام
جاتا ہے آستاں سے سگِ کوئے مصطفےٰؐ

بیتاب کر رہی ہے مدینے کی آرزو
یاد آرہا ہے قبّۂ مینوئے مصطفےٰؐ

اَب پُوچھئے نہ حال شفیقِ غریب کا
دل سُوئے مصطفےٰؐ ہے نظر سوئے مصطفےٰؐ

صبح مدینہ

از حضرت صوفی ایم اے

اے صبح مدینہ صلِّ علیٰ، سبحان اللہ سبحان اللہ
سبحان اللہ سبحان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ

الصبح بدا من طلعتہٖ، واللیل دجےٰ من وفرتہٖ
جاتی ہے جدھر پُرشوق نظر، جلوہ جلوہ، جلوہ جلوہ

کیا موسم ہے، کیا عالم ہے، تسبیح میں ٹھنڈے جھونکے ہیں
اک وجد میں ہے ڈالی ڈالی، اک کیف میں ہے پتہ پتہ

کوہ و وادی، صحرا، بستی، ہر چار طرف مستی مستی
کہتی ہے سانسیں لیکر ہر موجِ ہوا اللہ اللہ

تاروں پر مستی چھائی ہے، بیہوشی ہے، رعنائی ہے
بیداری ہے، بینائی ہے، نورانی ہے ذرہ ذرہ

کیا شبنم نے چھڑکاؤ کیا، نیساں کے نتھرے بوندوں کا
زندہ سیپی، سچا موتی، پتی پتی، قطرہ قطرہ

زلفیں لہرائیں حوروں کی، یا شاخیں سبز کھجوروں کی
ہیں موجِ ہوا کی سانسیں، یا معصوم فرشتوں کا نغمہ

کس حسرت سے بیدار ہوئے، کس عجلت سے تیار ہوئے
پھر نور کی جالی دیکھیں گے، اے شوقِ نظر تیرا ارتبہ

اب مسجد کے میناروں پر رہ رہ کے پپیہے بولینگے!
اب رحمت کا دُر کھولینگے، وا ہوگا جنّت کا رَوضہ

خاموش فضائیں سوتی ہیں، پُرکیف اذانیں ہوتی ہیں
اُڑتی ہے ہَوا میں گنبد سے ٹکرا کے صدائے الّا اللہ

آنسو کیوں اُبلے پڑتے ہیں، یہ دل کیوں دُہلا جاتا ہے
ہم اور مدینے کی بستی، اپنی پستی کا یہ درجہ

"واللیلِ اذا یغشیٰ" پڑھ کر، شب نے زُلفیں لہرائی تھیں
"والشمسَ ضیاءً" کہہ کہہ کر، کرنوں نے کھول دیا چہرہ

گنبد کا نور دمک اُٹھا، روضے کا حُسن چمک اُٹھا
دل کا گُلزار لہک اُٹھا، ماشاءاللہ ماشاءاللہ

رحمت کی گھٹا چھائے تم پر، اے گنبدِ خضرا کے جلوو
بارش ہو دُرودوں کی تم پر، اے صلِّ علیٰ محبوبِ اللہ

صوفی اک حسرت لایا ہے، ظلمت سے نور میں آیا ہے
یہ دل بھی نورانی کردے، "انوارِ مدینہ" کا صدقہ

"بہار در بہار"

(از زائرِ حرم حضرتِ حمید صدیقی لکھنوی)

نسیم مشکبار ہے، شمیم خوشگوار ہے — چمن چمن بہار ہے، بہشت در کنار ہے
نظر کے سامنے زہے نصیب وہ دیار ہے — لطافتوں پہ جسکی جانِ عاشقاں نثار ہے
نہ کوئی اضطراب ہے، نہ کوئی انتشار ہے — سکون ہی سکون ہے، قرار ہی قرار ہے
مری نگاہ تیز ہے، دلِ سُرور خیز ہے — ہوائے عطر بیز ہے، فضائے نور بار ہے
نظر نظر پہ چھا گئی، دلوں میں یہ سما گئی — مدینہ کی بہار کیا، بہار در بہار ہے
پہاڑیوں کے سلسلے، جُدا جُدا ملے ملے — کہیں پہ جوئبار ہے، کہیں پہ آبشار ہے
کمالِ ذوق و شوق سے رواں ہیں اہلِ کارواں — پیادہ چل رہا ہے کوئی، اور کوئی سوار ہے
قدم بڑھائے سارباں چلا ہے جھومتا ہوا — ترانۂ حُدی زبان پہ، ہاتھ میں مہار ہے
بگولے راہِ شوق کے بلند ہو کے بول اُٹھے — خزاں نہیں خزاں نہیں، بہار ہے بہار ہے
یہی وہ ارضِ پاک ہے، شرف دیا گیا جسے — یہی ہے وہ دیار جسپہ دو جہاں نثار ہے
ضیا فگن ہے کہکشاں، زمیں سے تا بہ آسماں — حدِ نگاہ تک ملائکہ کی یا قطار ہے
لگاؤ بڑھ کے شوق سے تم اپنی آنکھ میں اسے — مدینۃ الرسول کا یہ زائرو غبار ہے

زمیں پہ ہوں کہ عرش پر مجھے نہیں ہے اَب خبر
کسی کی بارشِ کرم ہے، اور بار بار ہے

کمالِ حسن ہے بےبسی، خودی ہے عینِ بیخودی
جو خود سے بیخبر رہے یہاں وہ ہوشیار ہے

قدم نہ جو بڑھا سکا، نہ تابِ دید لا سکا
یہیں کہیں پہ اُس "شہیدِ عشق" کا مزار ہے

نظر بجانبِ حرم، بشوقِ دل، بچشمِ نم
کھڑے ہیں اِس طرح، کسی کا جیسے انتظار ہے

اُحد کا عالمِ سحر، ہے کتنا جاذبِ نظر
اِدھر بھی لالہ زار ہے، اُدھر بھی لالہ زار ہے

جھکا ہوا ہے سبز گنبدِ حضورؐ کی طرف
قبائے چرخِ نیلگوں اگرچہ زرنگار ہے

نظر فروز و دلنواز، عام بارشِ کرم
شعاعیں یہ کلس کی ہیں کہ نور کی پھوار ہے

یہ اپنی اپنی نسبتیں، یہ اپنا اپنا اعتبار
جو کوئی شاد شاد ہے، تو کوئی اشکبار ہے

نگاہیں فرشِ راہ ہوں حمیدؔ سر کے بل چلو
اَدب، اَدب، یہ کوچۂ حبیبِ کردگار ہے

"حسرت"

(از حضرتِ صوفی ایم اے)

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے جی کرنا نہ سیکھا تھا
کفن بر دوش جا پہونچا، مگر مرنا نہ سیکھا تھا

نہ رہبر تھا، نہ رہرو تھا، نہ منزل آشنا تھا میں
محبت کا سمندر، دل کی کشتی، ناخدا تھا میں

ہوائیں تھیں، تلاطم تھا، سفینہ ڈگمگاتا تھا
بڑا گہرا سمندر تھا، جدھر نظریں اُٹھاتا تھا

وہ موتی تہہ نشیں تھے، میں مُسافر جن کا جویا تھا
کہاں موتی، کہاں میں! خود سفینہ ہی ڈبویا تھا

اگر فضلِ الٰہی دستگیر اپنا نہ ہو جاتا
تو ایک ادنیٰ تھپیڑا موجِ عصیاں کا ڈبو جاتا

تسلسل وارداتِ عشق کا جی ہے خبر کیا تھی
جہاں ہو شرطِ یکسوئی، یہ آوارہ نظر کیا تھی

یہ کیا معلوم تھا اُن کی تجلّی کیسی ہوتی ہے
خبر کیا تھی کہ دل کیسا، تسلّی کیسی ہوتی ہے

یہ کیا معلوم تھا کیا چیز خود سیمائے کعبہ ہے
خبر کیا تھی کہ کس رفعت کے اوپر پائے کعبہ ہے
اسے لے دے کے ابراہیمؑ کی تعمیر سمجھا تھا
جو خود ہی جان و قالب ہے اسے تصویر سمجھا تھا
زمیں سے عرشِ اعظم تک کبھی دیکھا نہ تھا میں نے
غضب ہے اپنا پرچم تک کبھی دیکھا نہ تھا میں نے
فقط اک نام سے معمور کے کچھ آشنائی تھی
یہ کیا معلوم تھا کعبہ اسی کی رونمائی تھی
سمجھتا تھا صدا لبیک کی آواز ہے خالی
وہاں پہونچا تو حسرت تھی کہ اپنا ساز ہے خالی
کوئی نغمہ نہ تھا شایانِ محفل سازِ ہستی میں
خدا کا نام بھی لینا نہ سیکھا خود پرستی میں
ہزاروں منزلیں آئیں، گئیں، میں رہ گیا سوتا
دلِ بیدار ہی لیکر نہ پہونچا تھا تو کیا ہوتا
زہے وہ آنکھ جو وا از پئے دیدار ہو جائے
زہے وہ دل وہاں جو مہبطِ انوار ہو جائے

صفا مروہ مقام سعی زمزم خیف چٹانیں
میں ششدر تھا اُڑاتے تھے یہ سب عرفان کی تانیں

دلِ ہر ذرہ سے تھی چھوٹ انوارِ الٰہی کی
مگر کچھ فکر میں نے کی نہ تھی دل کی سیاہی کی

خبر کیا تھی کہ کیا ہیں بوقبیس و طور کے جلوے
یہ کیا معلوم تھا ہوتے ہیں کیسے نور کے جلوے

یہ کیا معلوم تھا اُن کی کرم فرمائیاں کیا ہیں
حرا کی خلوتیں، یا ثور کی یکجائیاں کیا ہیں

مری چشمِ محبت خونِ حسرت اب بھی روتی ہے
خبر اے کاش یہ ہوتی کہ حج کیا چیز ہوتی ہے

وہ منزل قربِ باری کی، وہ رفعت کوہِ رحمت کی
خبر کیا تھی کہ یہ سیڑھی ہے معراجِ محبت کی

گیا، حج کر کے لوٹ آیا، تو اب حسرت یہ ہے طاری
کہ پہلے سے نہ کی افسوس حج کرنے کی تیاری

حرم سطحِ زمیں پر مرکزِ عشق و محبت ہے
جسے کہتے ہیں صحرائے عرب بحرِ حقیقت ہے

جسے کہتے ہیں حاجی، غیرتِ صد قیس ہوتا ہے
پکڑ کر دامنِ لیلائے کعبہ خوب روتا ہے
نہ جانے سحر کیا کرتی ہے یہ کالی ردا والی
کہ لاکھوں قیس آکر چومتے ہیں عتبۂ عالی

نہ سیریں ہیں نہ تفریحیں، تجارت ہے نہ میلے ہیں
مگر اس دشت میں یہ جذب و مستی ہے، یہ ریلے ہیں
اگر فولاد کے کانٹے بچھائے جائیں صحرا میں
بجائے موج زنجیریں اگر تن جائیں دریا میں

تو ابراہیمؑ نے جن خوش نصیبوں کو پکارا تھا
پکارا کیا! جنونِ عشق کا اک نقش اُبھارا تھا
وہ مجنونِ محبت، وہ سراپا عشق دیوانے
چلے آئیں گے کانٹے توڑنے، زنجیر کھڑکانے

یہ دیوانے اگر پہلے سے کچھ ہشیار ہو جاتے
حرم میں بن کے محرم صاحبِ اسرار ہو جاتے
جسے کہتے ہیں بطحا منزلِ عشقِ الٰہی ہے
یہاں شاہی فقیری ہے، فقیری رشکِ شاہی ہے

کفن پہنے، پریشاں حال، وہ ژولیدہ مو راہی
چلا آتا ہے آنکھیں پونچھتا سرمستِ جاں کاہی

یہ جاں کاہی حقیقت میں حیاتِ جاودانی ہے
دگرنہ گوشت، ہڈی، کھال، مٹی، خون، پانی ہے

فضاؤں میں یہیں کی عشق کا پودا پھپکتا ہے
ہوا یہ کھا کے گلزارِ دلِ سوسن لہکتا ہے

منور کر کے قندیلِ حرم سے اپنے سینے کو
چلا جاتا ہے ہنستا کھیلتا حاجی مدینے کو

ملائک راہ میں پیروں کے نیچے پَر بچھاتے ہیں
زہے عشاق جو محبوب کی گلیوں میں جاتے ہیں

یہ وہ دربار ہے رُوح الامیں دربان ہیں جس کے
سمجھ میں کاش آجاتے یہ نُکتے اُن کی مجلس کے

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جُدا ہوتا

یہیں جاں دادگانِ عشق کی بزمِ حسیناں ہے
اُحد کا دامنِ زریں گلستانِ شہیداں ہے

اگر کانِ شہادت کی طرف ہم کان دیتے ہیں
تو یہ معلوم ہوتا ہے صحابہؓ سانس لیتے ہیں
نبیؐ کے نطق کی حامل مدینہ کی ہوائیں ہیں
یہاں گونجی ہوئی اب تک صحابہؓ کی صدائیں ہیں
فضا خاموش ہو جاتی ہے جب تاروں کی چھاؤں میں
تو ہنگامِ تہجد کی سکوت افزا فضاؤں میں
نبیؐ کا نطق دل میں نورِ سینہ بن کے آتا ہے
صحابہؓ کا تکلّم اک سکینہ بن کے آتا ہے
یہاں کا ذرہ ذرہ کھینچتا ہے دل کے دامن کو
کہ او طائر، کہاں ؟ اب چھوڑ کر اپنے نشیمن کو
کہیں ایسا نہ ہو مر کر کہیں برباد ہو جائیں
چلو طیبہ چلیں صوفیؔ وہیں آباد ہو جائیں

"تمنّا"

(از حضرتِ صوفی ایم اے)

تمنا ہے کوئی اللہ والا پھر دُعا کر دے
کہ مجکو ربِّ کعبہ دولتِ حج پھر عطا کر دے

وہی تیاریاں ہوں پھر علائق سے جُدا ہو کر
یہ بندہ پھر خدا کا ہو کے ترکِ ماسوا کر دے

گلے سے اپنے بچّوں کو لگاؤں اور جُدا کر دوں
محبت اپنی غالب ہر محبت پر خدا کر دے

چلوں گھر چھوڑ کر جس دم تو ربُّ البیت کا ہاتف
نویدِ باریابی دل کے پردوں کو اُٹھا کر دے

وطن کے باغ سے جس وقت نکلوں راہِ غربت میں
مدینہ یاد آ کر بابِ جنّت مجھ پہ وَا کر دے

مجھے رخصت کریں رو رو کے جس دم آنسوؤں والے
جنونِ شوق بحرِ اشک میں طوفاں بپا کر دے

مُسافر کہہ کے بسم اللہ مجرٖھا ومرسٰها
جہازِ زندگی اپنا سُپردِ ناخدا کر دے

کفن پہنائے جب مجکو خدا میقاتِ ہستی پر
فنا فی اللہ کر کے زندگی سر تا بپا کر دے

صدا لبیک کی یکبارگی جب چار سو گونجے
مجھے دیوانگی اُس وقت مصروفِ بکا کر دے

فغاں کے ساتھ نکلیں پے بہ پے لبیک کی چیخیں
تصوّر اُن کے گھر کا میری حالت کیا سے کیا کر دے

برہنہ پا، برہنہ سر، کفن بر دوش جا پہنچوں
جہانِ شوق میں میرا جنوں محشر بپا کر دے

وہی صحرا، وہی دشت و جبل پھر آنکھ سے دیکھوں
غبار اُن کی گلی کا میری آنکھیں سُرمہ سا کر دے

وہ دیکھوں میں، بیاں سے جسکے عاجز ہو زباں میری
وہ اتنا دے کہ مجکو بے نیازِ مُدّعا کر دے

حدودِ پاک میں اُس کے حَرَم کے، سر کے بَل اُتروں
وہ سجدوں کو مرے قائم مقامِ نقشِ پا کر دے

تقاضائے اَدب یوں آبلہ پائی کی خو ڈالے
نیازِ راحلہ کی قید سے مجکو رہا کر دے

نیازِ عاشقی لیکر گلی میں اُنکی یوں دَوڑوں
کہ مجکو جذبِ معشوقانہ منزل آشنا کر دے

تڑپ کر جان دے دوں جب حریم پاک میں پہنچوں
مگر پھر جی اُٹھوں، جب دامنِ کعبہ ہوا کر دے

بہت روؤں لپٹ کر لیلیٰ کعبہ کے دامن سے
یہ بارش آنسوؤں کی نخلِ ہستی پھر ہرا کر دے

اُسے چوموں حبیبِ کبریا نے جس کو چوما ہے
کہ شاید لذّتِ عشقِ نبیؐ سے آشنا کر دے

عذارِ کعبہ کا اک خالِ دلکش سنگ اسود ہے
نہیں چشمِ سیہ ہے، حُسن جس کو سُرمہ سا کر دے

پیوں پھر سیر ہو کر آبِ زمزم چاہِ زمزم پر
مرا جامِ طلب لبریز یہ آبِ بقا کر دے

شعائر پر خدا کے جاؤں ذوقِ ہاجرہ لیکر
مری توفیق شرح آیۂ اِنّ الصفا کر دے

جھکاؤں سر کو اسماعیلؑ ساں ہر سنگریزے پر
مجھے قسمت اگر آوارۂ دشتِ منا کر دے

پیادہ پا چلوں پھر خیف سے میں سوئے مزدلفہ
کہ مشعر پر خدا پھر ذکر کی نعمت عطا کر دے

بڑھوں رحمت کی جانب کعبہ کے پھر ادنا ما سکنا
کہ اپنے پاک گھر کا مجکو حاجی پھر خدا کر دے

رِضا میں جب کفن اُترے تو میرا فاطرِ ہستی
حیاتِ طیّبہ کا خلعتِ تازہ عطا کر دے

اُڑا لے جائے پھر سُوئے حرم مجکو مری حسرت
کہ بُلبُل گُل کے آگے آخری مجرا ادا کر دے

تمنّا ہے مری چشمِ ارادت دل کا سرمایہ
نثارِ آستینِ شاہدِ مشکیں قبا کر دے

گذر کر عشق و شورش کے منازل سے جلوں طیبہ
تو وہ حُسن آفریں میری ادائیں دلربا کر دے

حبیبِ کبریا کی بزمِ محبوبی میں جا پہنچوں
کرم پھر مجھ پہ اتنا وہ حبیبِ کبریا کر دے

جہاں سے گنبدِ خضرا نظر آئے اِن آنکھوں کو
کوئی اپنے قصیدے کی وہیں سے ابتدا کر دے

دُرودوں کے ترنم سے صدائے بازگشت اُٹھے
پہاڑوں کو نبیؐ کا نعت خواں، محوِ ثنا کر دے

نظر جس وقت آنکھوں کو مری بابُ السّلام آئے
نکل کر جان قالب سے محبّت کا حق ادا کر دے

یہ وہ در ہے جہاں لاکھوں ملائک سر بسجدہ ہیں
دُعا یہ ہے کہ توفیقِ اَدب مولیٰ عطا کر دے

کوئی مجھ سے بتا ئیں وہاں پہنچوں تو کیا ہوگا
وہیں کا ہو رہوں بس یہ کرم مجھ پر خدا کر دے

گُلِ خوبی نہیں، گلزارِ خوبی، بلکہ جو کچھ ہے
اُسی کا مجھکو مولیٰ بُلبُلِ شیریں نوا کر دے

دُرودوں کے تحائف پیش کر کے میں کہوں اُس سے
کہ اے شاہِ دو عالم مجھکو طیبہ کا گدا کر دے

ترے کوچے میں گو رہنے کے قابل میں نہیں لیکن
ترا جود و سخا، تیری دُعا، تیری عطا کر دے

بقیعِ پاک میں ڈھونڈا ہے میں نے خواب میں مدفن
خدا اس خواب کو اک واقعۂ سر تا بپا کر دے

تمنّا ہے کہ خاکِ پاک کا پیوند ہو جاؤں
تمنّا صوفیِ محتاج کی پوری خدا کر دے

مطبوعہ
نامی پریس لکھنؤ
جون سنہ ۱۹۵۱ء

اسلام کیا ہے